اضافہ شدہ ایڈیشن

# جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات

ترتیب و تبویب

**مولانا حافظ محمد اسلم زاھد**

شیخ الحدیث حضرت مولانا **محمد زکریا** کاندھلویؒ

حضرت مولانا **محمد منظور** نعمانیؒ

مناظرِ اسلام حضرت مولانا **محمد امین** صفدر اوکاڑویؒ

شہید اسلام حضرت مولانا **محمد یوسف** لدھیانویؒ

# جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات

ترتیب و تبویب

مولانا حافظ محمد اسلم زاہد

الهادی
للنّشر والتوزیع
۳۸۔ غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ---------- جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات

تاریخ اشاعت ---------- اگست 2009ء

صفحات ---------- 304

ناشر ---------- الھادی للنشر والتوزیع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# انتساب

ایک کم علم خادم دین اسلام کی یہ کاوش اگر انتساب کے لائق ہے تو.........
وہ......... یہ سمجھتا ہے کہ اسکی یہ تالیف منسوب کی جائے ان مجاہدین اسلام کی طرف جنہوں نے اس امت میں دعوت و تبلیغ کو فروغ دینے میں جان و مال اور وقت کی قربانیاں دیں اور آج......... قرونِ اولیٰ کی نقل ان قافلوں میں نظر آتی ہے جنکی ایمانی محنت ہر ذی شعور کے دل پر دستک دے رہی ہے۔

''ہم سب کی کامیابی کا دارومدار اطاعتِ الٰہی و اتباعِ محمدیؐ میں ہے.........اور بس''

طالب علم

محمد اسلم زاہد

بسم الله الرحمن الرحيم

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ

لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

# فہرست


کتاب کی موجودہ ترتیب 10

## باب اوّل

اعتراضات کے جوابات 15

اشکال نمبر ۱ 17

جہاد کا معنی 18

سبیل اللہ کا لفظ عام ہے 19

لشکروں کو دعوت کے لیے بھیجا جاتا تھا 20

فی سبیل اللہ جہاد کے ساتھ خاص نہیں 21

حضرت تھانویؒ کی ایک تحریر 23

اشکال نمبر۲: 24

مسلمانوں کی تعلیم کے لیے صحابہؓ کے وفود 26

طلب پیدا کرنے کے لیے جماعتوں کی روانگی 27

داعی کا فریضہ 28

اشکال نمبر ۳ 29

مولانا الیاسؒ کے ملفوظات 30

مولانا یوسفؒ اور علم و ذکر کی اہمیت 33

اہل علم کی مجلس میں 34

اشکال نمبر ۴ 35

اشکال نمبر ۵ 37

حضرت دہلویؒ کے ارشادات 39

اشکال نمبر ۶ 46

تبلیغ کے لئے عالم ہونا شرط نہیں 47

تبلیغ ہر شخص کے ذمہ ہے 48

علماء کو تدریس کے ساتھ تبلیغ بھی کرنی چاہیے 50

اشکال نمبر ۷ 50

اشکال نمبر ۸ 53

انجمن کی طاقت 56

اشکال نمبر ۹ 56

مولوی الیاس نے یاس کو آس میں بدل دیا 57

ایک اہم مکتوب 58

معاملات کو جماعت پر محمول نہ کیا جائے 60

حضرت مولانا تھانویؒ کے چند دلچسپ واقعات 60

یہ حضرات مجھ سے بہتر ہو جائیں 61
مشائخ کی مجلس میں تکلیف دہ گروہ 62
اشکال نمبر ۱۰ 64
اہل تبلیغ بھی تو انسان ہیں 66
حضرت مدنیؒ کی تقریر کا ایک حصہ 67
اکابرین کی سرپرستی 70
دیگر اکابر کی آراء وارشادات 71
مولانا وصی اللہ کا مکتوب گرامی 73
مولانا اسعد اللہ کا مکتوب 75
قاری طیبؒ کی تائید 76
سید سلیمان ندویؒ کی تائید 78
اطاعتِ امیر کا ایمان افروز تذکرہ 82
مولانا عبدالرحمٰنؒ کی توثیق 83
مفتی اعظم پاکستانؒ کی سرپرستی 84
مولانا محمود حسنؒ کی تصدیق 88
مولانا حفظ الرحمٰن ناظم علماء اسلام کی توثیق 92
لندن کا پہلا گشت 94
اشکال نمبر 11 95
جبر بھی کسی حد تک جائز ہے 97
ایک سالک پر حضرت تھانویؒ کا اصرار 98
اپنے معاملات اللہ کے سپرد کردو 100
شیخ الحدیثؒ کا ایک خط کا جواب 101
جواب از زکریا 102
اشکال نمبر 12 102
چپ کا چلہ 105
اشکال نمبر 13 105
ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی 107
اشکال نمبر 14 108
حضرت تھانویؒ کے متوسلین سے ملتے رہیں 110
جماعت کا فیضان 113
اشکال نمبر 15 115
اشکال نمبر 16 116
حضرت تھانویؒ اور اعتراض کا حل 118
ہدایات 120
مولانا محمد عمر پالن پوری کی ہدایات 125
مجاہدہ کیا ہے؟ 126
امیر اور اس کی اطاعت 128
مشورہ کے آداب 130
خصوصی گشت کے آداب 132
خواص سے بات 133
عمومی گشت کے آداب 134
چند کام تجربے کے 137
تعلیم کا دوسرا حصہ 141
چھ نمبروں کا مذاکرہ 142

| | |
|---|---|
| ہجرت اور نصرت | 147 |
| اشکال نمبر ۱۷ | 148 |
| قاری محمد طیب ؒ کا جواب | 150 |
| اشکال نمبر ۱۸ | 152 |
| مفتی محمود ؒ کا جواب | 154 |
| ملفوظات حضرت دہلویؒ | 157 |
| آخری گزارش | 162 |
| تکملہ | 163 |
| **باب دوم** | |
| تبلیغی جماعت اور بعض شکایات | 169 |
| تبلیغ کی وجہ سے مدارس کو ترقی ملی | 172 |
| مدارس کی مخالفت کی اصل وجہ اور علاج | 173 |
| مدارس کی ترقی میں معاونت | 174 |
| مدارس کی خدمات | 175 |
| **باب سوم** | |
| فضائل اعمال پر غیر مقلدین کے وساوس | 178 |
| دعوت تبلیغ نے زندگی کا رخ بدل دیا | 178 |
| صراط مستقیم سے گمراہی کی طرف | 179 |
| وسوسہ نمبر 1 | 179 |
| وسوسہ نمبر 2 | 180 |
| غلط حوالہ جات | 181 |
| وسوسہ نمبر 3 | 182 |
| قرآنی اصول اور فضائل اعمال | 183 |
| فضائل میں ضعیف احادیث معتبر ہیں | 183 |
| وسوسہ نمبر 4 | 184 |
| غیر مقلدیت یا عیسائیت پسندی؟ | 186 |
| وسوسہ نمبر 5 | 187 |
| وسوسہ نمبر 6 | 188 |
| نواب صدیق حسن کی نصیحت | 189 |
| وسوسہ نمبر 7 | 190 |
| وسوسہ نمبر 8 | 190 |
| غیر مقلدین سے چند سوالات | 190 |
| وسوسہ نمبر 9 | 191 |
| وسوسہ نمبر 10 | 192 |
| وسوسہ نمبر 11 | 192 |
| ہدایہ پر اعتراضات | 195 |
| ضد احناف کرتے ہیں یا؟ | 196 |
| بہشتی زیور پر اعتراضات | 198 |
| حکایات صحابہؓ پر اعتراضات | 200 |
| باتوفیق قارئین سے درخواست | 204 |
| **باب چہارم** | |
| تبلیغی جماعت کے متعلق اہم سوالات | 206 |
| مولانا الیاسؒ کا سلف صالحین سے تعلق | 210 |
| ملفوظات پر اعتراض | 211 |

اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح 213
کیا تبلیغی جماعت سے جڑنا ضروری ہے 214
عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا کیسا ہے؟ 216
گھر بتائے بغیر تبلیغ پر جانا 217
تبلیغی جماعت پر اعتراض کرنے والوں کو جواب 220
امر بالمعروف ونہی عن المنکر 223
تبلیغ کا فریضہ اور گھریلو ذمہ داریاں 224
تبلیغی جماعت سے متعلق چند سوال 226
فضائل اعمال پر چند شبہات کا جواب 226
جواب 232
تحریف قرآن کا الزام 233
اپنے والد کو صحابہؓ پر فوقیت دینے کا الزام 238
دوسری بحث فضلات نبوی کا حکم 241
ہزار رکعت پڑھنے کا واقعہ 248
فضائل اعمال پر اعتراضات، ایک اصولی جائزہ 256
کتب فضائل پر ایک تاریخی نظر 257
مجموعہ فضائل اعمال کی تالیف 258
خلاصہ بحث 260
اعتراضات اور ان کی حیثیت 263
ملاحظہ ہو ایک ناقد کا لب ولہجہ 265
ہمارے سامنے غور وخوض کے تین نکتے 267
ایک خلجان 271
مؤیدات وشواہدات کا اہتمام 271
حدیث ضعیف باب احکام میں 275
کچھ اور صورتیں 279
احکام کے علاوہ میں ضعیف حدیث 280
امام بخاریؒ کا موقف 281
امام مسلمؒ کا موقف 284
ایک غلط فہمی کا ازالہ 286
یحییٰ بن معینؒ کا موقف 287
ابوبکر بن العربیؒ کا موقف 288
ابو شامہ مقدسی کا موقف 289
شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا موقف 289
علامہ شوکانی کا موقف 290
ضعیف حدیث پر عمل کی شرائط 290
فضائل اعمال اور ترہیب وترغیب میں فرق 291
ضعیف یا موضوع احادیث کی پذیرائی 293
حافظ ابن جوزیؒ 294
علامہ نوویؒ 295
حافظ ذہبی 296
حافظ ابن حجرؒ 297
حافظ سیوطیؒ 298
ایک مثال 302
محیر العقول قصے 302

# عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان سے اور والدین واساتذہ کی نیک تمناؤں سے ''مکتبہ الھادی'' کتابستان میں نمودار ہوتے ہی اسلامی لٹریچر سے اپنی خدمات کی ابتداء کررہا ہے۔ ''جماعت تبلیغ'' اس کا طریقِ کار اور اس کے انمٹ اثرات کسی بھی ذی شعور سے مخفی نہیں ہے۔ یہ جماعت ملک اور بیرون ملک پھیلے ہوئے لاکھوں اہل اسلام کے دلوں میں اپنا احترام پیدا کرچکی ہے۔ اس لیے ہم نے اپنے اس سفر سعادت کا آغاز اس تحریک سے متعلق دو کتابوں کو چھاپنے کے ساتھ کیا ہے۔

(1) ''جماعتِ تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات''

(2) ''آیات واحادیث اور واقعاتِ چھ نمبر''

مؤلف مدظلہٗ کی اجازت اور خصوصی دل چسپی کے ہم مشکور ہیں اور ان حضرات کے بھی ممنون ہیں جن کی راہنمائی ہمارے حوصلے بلند کیے ہوئے ہے۔

مؤلف کی اجازت سے یہ کتاب اس سے پہلے بھی طبع ہوچکی ہے تاہم اس جدید طباعت میں کئی اہم اضافے ہیں جن سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔

خصوصاً کتاب کے آخر میں ''دارالعلوم دیوبند'' کے استاذ مولانا محمد عبداللہ معروفی مدظلہٗ کی تحریر شاملِ اشاعت ہے۔ جس میں چند اصولی باتیں ہیں، جن سے ''فضائلِ اعمال'' پر اعتراضات کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔

دوسری اہم خصوصیت اس مضمون کی یہ ہے کہ اس میں ضعیف احادیث کی حجیت پر ''اہلِ سنت والجماعت'' کے موقف کی وضاحت ہے۔ جو فی زمانہ انتہائی ضروری قابل مطالعہ تحریر ہے۔ یہ تحریر مؤلف کے بیٹے ابوعبدالرحمٰن نعمان زاہد نے انٹرنیٹ سے لی ہے۔ اس مضمون کا ایک بڑا حصہ ایسا تھا جو اس کتاب میں پہلے ہی طبع ہوچکا ہے۔ تکرار سے بچنے کے لیے اسے چھوڑ کر بقیہ مفید حصہ شامل کردیا گیا ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ وہ مؤلف، ناشر، ان کے اساتذہ ووالدین اور ان مضامین نگاروں کو دعاؤں میں یاد رکھیں جن کی تحریروں سے استفادہ کرتے ہوئے کتاب کو ترتیب دے کر امت مسلمہ کے سامنے پیش کیا ہے۔

حافظ شفیق الرحمٰن

25,07,2009

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

## اس کتاب کی موجودہ ترتیب کا پسِ منظر

دعوت وتبلیغ کے نام سے پوری دنیا میں ''ایک محنت'' پورے اخلاص کے ساتھ جاری ہے، جس کے ثمرات وفوائد روز روشن کی طرح واضح ہیں۔

ہر دور میں اہل علم نے اپنی دیگر دینی واصلاحی مصروفیات کے ساتھ اپنے بیانات، تحریروں اور اس جماعت کے ساتھ وقت لگا کر اس عظیم عالمی فکر رکھنے والی جماعت کی تائید کی۔

اِدھر کچھ ''کرم فرماؤں'' نے کفر وشرک اور الحاد کو تو نظر انداز کر دیا اور اس داعی الی الدین جماعت کی بیخ کنی کی طرف رخ کر لیا اور عوام وخواص کو اس دینی فریضہ اور عالمی بیداری کی تحریک سے دور رکھنے کی مساعی لاحاصل شروع کر دیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ، قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا منظور احمد نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد امین اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ و دیگر اہل علم صاحبان قلم نے رسائل اور کتب کے ذریعے ان ''مہربانوں'' کے سوالات کے جوابات دے کر اس عظیم فکری وعملی جماعت میں شمولیت کی دعوت دی۔

جماعت کی مخالفت کے لیے جو لوگ ادھار کھائے بیٹھے تھے ان پر تو اثر کیا ہونا تھا؟ لیکن ان جوابات سے اخلاص اور اصلاح کے حاملین حضرات کو تسلی ہو گئی اور وہ آہستہ آہستہ اس عظیم تحریک کے ممبر بن گئے۔

راقم نے دیکھا ہے اور اپنے مخلص احباب سے بھی سنا ہے کہ اعتراضات کرنے والوں میں اہل بدعت نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کیوں کہ یہ سنت رسول ﷺ کو عام کرنے کی تحریک تھی ان کے علاوہ اہل علم میں معترفین کی ایک کثیر تعداد وہ ہے جو خود اپنے سرپرست حضرات کے جماعت میں لگنے کی وجہ سے دینی تعلیم کی طرف آئی۔ اور انہوں نے اپنی محسن جماعت کو تختہ مشق

بنالیا لیکن کیوں کہ جماعت کی تشکیل اخلاص پر تھی وہ دن بدن ترقی کرتی رہی۔ اور دنیا کے ہر کونے سے جماعتوں کے آنے اور جانے کا سلسلہ شروع رہا۔

اعتراضات کے جوابات کی غالباً پہلی تحریری کوشش حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تبلیغی جماعت پر عمومی اعتراضات اوران کے جوابات'' ہے۔ بلاشبہ بڑی مقبول ہوئی اس کتاب کے بہت سے ایڈیشن نکل گئے، لیکن پہلی کتاب کے عکس در عکس کی وجہ سے الفاظ کافی بے رونق نظر آنے لگے۔

دوسرے، عنوانات کم ہونے کی وجہ سے جدید کتب کا عادی نوجوان اسے مشکل سمجھنے لگا۔ بلکہ بعض اہل علم نے بھی اسے ایک مضمون قرار دیا حالانکہ یہ کتاب حضرت شیخؒ کے علوم کے اور عالمی تبلیغی ایمانی تحریک کی معلومات کے استحضار کا بین ثبوت ہے۔

تیسرے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے زمانے میں جماعت پر جو اعتراضات ہوئے ان کے جوابات حضرت نے اس طرح دیے کہ آج تک کافی ہیں اور غور سے کتاب کو سمجھ لیا جائے تو بہت سے آئندہ ہونے والے سوالات کے جوابات بھی اسی میں مل جائیں گے۔

اس سے قبل وقت کی ضرورت کے پیش نظر حضرت نعمانی رحمہ اللہ کا مضمون بھی حضرت شیخ الحدیث کی کتاب میں شامل کر دیا گیا۔

اب حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے وہ جوابات جو انہوں نے ''آپ کے مسائل اور ان کا حل'' میں بڑی بصیرت افروزی سے دیئے ہیں ان کو بھی خاص ترتیب کے ساتھ شامل اشاعت کیا جا رہا ہے ان جوابات کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں ان مسائل کا حل بھی موجود ہے جو جماعت میں چلنے والے احباب کو پیش آتے ہیں۔

احباب کی خواہش ہوئی اور راقم سے بعض دوستوں نے حکماً بھی کہا اور خود مرتب نے بھی محسوس کیا۔ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے ان قیمتی جواہر پاروں اور آپ کی اس شاہکار تصنیف کی ترتیب نو بھی کر دی جائے جس سے کتاب کے مضامین کو سمجھنے میں آسانی ہو اور جدید طرز کتابت سے مزین کر کے اچھے کاغذ پر چھاپا جائے۔ دوسری خاص ضرورت یہ محسوس کی گئی کہ ہمارے اہل حدیث حضرات (درحقیقت غیر مقلدین) نے بھی جماعت پر طبع آزمائی

شروع کردی ہے۔ کچھ ان حضرات کی خدمت میں بھی عرض کر دیا جائے اور جماعت میں چلنے والے احباب کو بھی اعتراضات کی حقیقت کا علم ہو جائے۔ ہمارے ان بھائیوں نے قرآن وحدیث کا مقدس نام استعمال کر کے پہلے فقہ حنفی اور اب خاص طور پر جماعت سے دور کرنے کے لیے بڑا خوبصورت جال تیار کیا ہے، جس سے پوری ملت اسلامیہ کو خسارہ پہنچ رہا ہے۔

اس مقصد کے حصول کے لیے امینِ ملت حضرت مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کے علوم سے استفادہ کیا گیا جو بحمد للہ اس فرقہ کی نبض شناسی اور تجویز علاج میں سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ جنہیں دونوں جماعتوں (تبلیغی جماعت اور جماعت اہل حدیث) میں رہنے کا موقع ملا اور انہوں نے دونوں کو قریب سے دیکھا۔

قبل ازیں غیر مقلدین کے سوالات و وساوس پر جوابات کی ضرورت محسوس نہ تھی کہ یہ حضرات جماعت کے مداح تھے اور بعض جگہ پر اب بھی دستِ تعاون سے گریز نہیں ہے۔ بلکہ بعض جگہ جماعت کی قیادت بھی انہیں کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمارے شہر چونیاں کے سابق امیر الحاج محمد انور صاحب اب بھی پوری سرپرستی کرتے ہیں اور راقم اور اس کے دادا جی رحمہ اللہ کا پہلا سہ روزہ بھی ان ہی کے ساتھ لگا۔

لیکن ایک مجلّہ اور ''تبلیغی جماعت کا اسلام'' نامی کتاب اور مملکت سعودیہ عربیہ میں ان کی جماعت سے متنفر کرنے کی وارداتیں ہمیں کچھ لکھنے پر مسلسل مجبور کرتی رہیں ان محرکات کے پیش نظر مولانا اوکاڑویؒ کی ''علمی مجالس'' کی ترتیب کے دوران راقم سے اس پر کچھ کام ہوا۔

قارئین کرام! شکوک وشبہات ڈال کر انسانیت کو صراطِ مستقیم سے دور رکھنے کا یہ عمل آج کا نہیں بلکہ اس کی تاریخ بھی اتنی پرانی ہے جتنی دعوت کے کام کی عمر ہے۔

قرآن کریم نے بھی حضور ﷺ پر کفار کے اعتراضات کا تذکرہ کر کے جوابات دیے ہیں، تو گویا سنت الٰہی ہے کہ داعی پر اٹھنے والے سوالات کا مسکت جواب دیا جائے۔ تاکہ حجت تام ہو۔ وحی الٰہی کا سلسلہ تو بند ہے البتہ وحی کی تعلیمات سے مستفید ہو کر ہر دور میں اہل علم نے ہر اسلامی تحریک کی تائید اور منصفانہ دفاع کیا ہے، اس سے بہت سے فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

(1) معترضین کا سامنا ہر کارکن کے بس کی بات نہیں ہوتی، ان تحریروں کے مطالعہ سے شبہات سے پاک گفتگو اور ممکنہ صورتِ حال سے باخبر رہنے کی وجہ سے قبل از وقت اس کا حل کارکن کے ذہن میں رہتا ہے۔

(2) اس عظیم کام کی بنیاد، دعوت کے اسلامی اصولوں پر رکھی گئی ہے۔ اس لیے بعض شکوک درحقیقت اسلام کی لاریب تعلیمات سے جاٹکراتے ہیں اور انسان تحقیق کے شوق میں دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ اس لیے اہل قلم اپنا فرض ادا کرتے ہیں تاکہ انسانیت کا ایمان محفوظ رہے اور وہ صرف جماعت دشمنی میں ایسی حرکت نہ کر گزریں۔

(3) اعتراضات سن کر عام آدمی راہِ مستقیم سے ڈگمگا جاتا ہے پھر جوابات سن کر اس کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا ہے۔

(4) آئندہ تحریروں سے معلوم ہوگا کہ کس طرح دنیا فریب دے کر اس جادہ مستقیم سے بھٹکاتی ہے۔ اراکین جماعت آئندہ یا تو اعتراضات کے جوابات وہ خود دینے لگتے ہیں یا ''سانپ کا ڈسا رسی سے بھی ڈرتا ہے'' کا مصداق کم از کم چوکنا ہوجاتے ہیں۔

(5) جو حضرات قریب سے کام کو نہیں دیکھ پاتے لیکن ظاہر کو دیکھ کر خوش فہمی کی وجہ سے جماعت کو اچھا سمجھتے ہیں ان کے مطالعہ میں اہلِ اعتراض کی تحریریں بدگمانی میں مبتلا کر دیتی ہیں، جوابات کا لٹریچر ان تک پہنچے تو وہ مطمئن ہوکر پھر سنجیدگی سے سوچنے کی طرف راغب ہوجاتے ہیں۔

آخری گزارش اپنے باتوفیق قارئین سے یہ کرنی ہے کہ معترض جواب سن کر بھڑک جاتا اپنی شکست محسوس کرتا ہے تو سچ ماننے سے انکاری ہوجاتا ہے۔ اس لیے الجھنے کی ضرورت نہیں افہام، تفہیم کی فضاء میں یہ کتاب پڑھنے کے لیے دیں یا اس کتاب کا خوب مطالعہ اور ضرورت پڑنے پر اس انداز سے بات کو سامنے رکھیں کہ مناظرانہ کیفیت پیدا نہ ہو جس کا سنبھالنا ہر آدمی کا کام نہیں۔ یہ کتابیں اوروں کی بجائے جماعت کے کارکنوں کے مطالعے میں رکھنے کی ہیں۔ یہی مطالعہ ان کو بوقت ضرورت کام آئے گا۔

جماعت کے اہل حل وعقد کا نظریہ یہی ہے کہ پیار ومحبت کی فضاء نہ توڑی جائے اور کسی

طرح وقت لگا کر کام کو خود دیکھ لینے کی انہیں دعوت دی جائے۔

بڑے حضرات کو سنا ہے کہ ایک معترض ہزار اعتراض بھی لایا ہے، ان کا جواب اسی جملے کے گرد گھومتا ہے کہ ''بھائی یہ راستہ دیکھ کر چلنے کا نہیں، چل کر دیکھنے کا ہے۔''

ہمارے اباجی ارشاد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے سے تا وفات ۱۹ اپریل ۲۰۰۲ء مکمل کوائف کے ساتھ کام میں جڑے رہے تھے) وہ فرماتے تھے کہ کچھ احبابِ جماعت نے بزرگوں سے عرض کیا کہ جماعت پر لوگوں کے اعتراضات کے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس اہل قلم موجود ہیں ہر ماہ رسالہ جاری ہوگا تو بہت سے سوالات کے جوابات ہو جایا کریں گے۔

حضرتؒ نے فرمایا تم جواب دو گے پھر اس پر اعتراضات ہوں گے پھر جواب الجواب دو گے پھر یہ سلسلہ مزید طول اختیار کر جائے گا اور معترض ایسے دور ہی رہے گا۔ مختصراً یہ کہ ان حضرات نے اس ماہنامے کی اجازت نہ دی۔

الغرض جماعت کا مزاج اعتراضات و جوابات ہر گز نہیں ہے۔ البتہ یہ سلسلہ سب کے لیے مفید ہے۔ قارئین سے استدعا ہے کہ اپنی دعاؤں میں مرتب و معاونین و ناشرین اور ان کے اساتذہ و والدین کو یاد رکھیں۔

(مولانا) محمد اسلم زاہد

مدرس ''بیت العلوم'' کھاڑک' لاہور

22 رجب 1324ھ 2003ء

# باب اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## جماعت تبلیغ میں اٹھنے والے اعتراضات

اور

## ان کے تسلی بخش جوابات

## مدلل و حسین مرقع

نئی ترتیب اور جدید عنوانات کے ساتھ


شیخ الحدیث حضرت مولانا

محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم

امابعد! نظام الدین کی دعوتِ تبلیغ کے سلسلہ میں چچا جان حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ ہی کے دور سے اس ناکارہ پر استفسارات اور اشکالات کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ چونکہ اس وقت صحت اچھی تھی لکھنے پڑھنے کی معذوری بھی نہیں تھی، اس لیے ہر خط کا جواب مختصر یا مفصل حسب موقع لکھتا رہا۔ جہاں تک میرا اندازہ ہے شائد ایک ہزار سے زائد خطوط اس سلسلہ میں لکھے ہوں گے۔ بہت سے اشکالات تو مشترک ہوتے تھے بعض وقتی اور ضروری بھی ہوتے تھے۔ مگر اب چند سال سے لکھنے پڑھنے کی معذوری کی وجہ سے علیحدہ علیحدہ جواب لکھوانا مشکل ہوگیا، اس لیے باوجود اپنے امراض کی کثرت اور معذوریوں کے میرا خیال یہ ہوا کہ چند اشکالات جو عموماً کثرت سے اور عامۃ الورود مجھ تک پہنچے ہیں ان کے مختصر اپنے خیالات جمع کرادوں کہ اب خطوط کا علیحدہ علیحدہ جواب لکھوانا بھی بہت مشکل ہوگیا اور اپنے اکابر بالخصوص حضرت اقدس حکیم الامۃ حضرت تھانوی اور حضرت اقدس مدنی نور اللہ مرقدہما کی طرح سے اپنے متعلق بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگوں کو اس ناکارہ کی طرف سے غلط روایات نقل کرنے کا موقع نہ مل جائے اس لیے کہ کوئی ادارہ مدرسہ ہو یا خانقاہ اس زمانہ میں کوتاہیوں سے تو خالی نہیں اور جیسا کہ میرے اکابر کی طرف سے جو بعض موقعوں پر بعض جزوی تنبیہات ہوئی ہیں ان کی وجہ سے ان اکابر کو جماعتِ تبلیغ کا مخالف قرار دے کر ہوا دی جارہی ہے۔

اسی طرح اس ناکارہ کی طرف سے کسی تنبیہ سے کوئی غلط فائدہ نہ اٹھایا جائے اس لیے کہ میں بھی تبلیغی جماعت اور کارکنوں کی کوتاہیوں پر تنبیہات کرتا رہتا ہوں، بلکہ اپنی حماقت سے چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کے دور میں ان پر بھی تنقید سے نہیں چوکتا تھا اور ان کے بعد عزیزانم مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انعام الحسن صاحب سلمہٗ کے دور میں نہ ان محترم عزیزوں پر بلکہ قدیم وجدید کارکنوں پر نکیر کرتا رہتا ہوں تحریراً بھی اور تقریراً بھی، اسی طرح حجاز، پاکستان اور افریقہ کے دوستوں کو بھی نکیر و تنبیہ سے نہیں چھوڑتا، یقیناً میرے بہت سے

خطوط میں تنبیہیں، نکیریں اور اعتراضات ملیں گے، ان لغویات کی طرف تو میں نے کبھی التفات نہیں کیا کہ تبلیغ والے ایسا کرتے ہیں، تبلیغ والے یوں کرتے ہیں، یہ تو ایک ہوائی گاڑی ہے اور میرے نزدیک بھی جیسا کہ بعض معترضین کا اعتراض حضرات دہلی پر ہے وہ معترضین کے اعتراضات کو گوزشتر سمجھتے ہیں، میں ان سے زیادہ سمجھتا ہوں البتہ کسی بڑے سے بڑے شخص کے متعلق بھی میرے پاس کوئی مشخص شکایت پہنچی تو میں نے اس پر نکیر اور تنبیہ میں بھی کبھی کسر نہیں چھوڑی۔ بخاری شریف میں ہے ''حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے یوں کہا کہ تم فلاں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ان فتنوں کے بارے میں جو ان کے زمانے میں پیش آرہے تھے) گفتگو کرتے انہوں نے فرمایا کہ ''تمہاری یہ رائے ہے کہ میں جو ان سے گفتگو کروں وہ ساری تم سے بھی کہوں، میں ان سے تنہائی میں گفتگو کرتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ جو فتنہ کا دروازہ بند ہے میں کھولوں......''

اس لیے مجھے بھی خیال ہوا کہ میرا کوئی تنبیہی اور نکیری خط کسی کے پاس ہو اور میرے بعد تبلیغ کے کسی مخالف نے اسے شائع کیا اور اس کو میری مخالفت تبلیغ پر حمل کیا تو یقیناً غلط ہوگا، میں اس مبارک کام کو اس زمانہ میں بہت اہم اور بہت ضروری سمجھ رہا ہوں اور خود اہل مدرسہ اور اہل خانقاہ ہونے کے باوجود بہانگ دہل اس کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ عمومی اور ضروری کام بعض وجہ سے مدارس اور خانقاہ سے زیادہ مفید اور افضل ہے۔ ان میں سب سے اہم اور عامۃ الورود اشکال جس کے متعلق سو ۱۰۰ سے کم تو نہیں، کچھ زیادہ ہی میرے خطوط میرے پاس آئے ہوں گے ان میں سب سے اہم یہ ہے۔

## اشکال نمبر ۱: جہاد کی آیات و احادیث کو تبلیغ پر محمول کرنا

یہ ہے کہ تبلیغ والے جہاد کی احادیث کو اپنے تبلیغی اسفار کی تائید میں پیش کرتے ہیں اور تعجب اس پر ہے کہ یہ اشکال عوام کی بجائے اہل علم کی طرف سے زیادہ آیا، اہل علم کی طرف سے اس قسم کے اشکالات کا وارد ہونا زیادہ موجب تعجب ہے۔ اس لیے کہ جہاد کے اسفار میں قتال اگرچہ عرفاً زیادہ معروف ہے لیکن لغت اور نصوص جہاد کو قتال کے ساتھ مخصوص نہیں کرتے، اصل

جہاد اعلائے کلمۃ اللہ کی سعی ہے، جس کا درجۂ مجبوری اور آخری درجہ قتال بھی ہے، قتال اصل مقصود نہیں، بدرجۂ مجبوری ہے، تفسیر مظہری میں "کُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ" کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جہاد کی فضیلت تمام نیکیوں میں اس وجہ سے ہے کہ وہ اشاعت اسلام اور ہدایت خلق کا سبب ہے پس جو شخص ان کی کوشش سے ہدایت پائے گا اس کی حسنات بھی ان مجاہدین کی حسنات میں داخل ہوں گی، اور اس سے زائد افضل علوم ظاہرہ اور علوم باطنہ کی تعلیم ہے۔ اس لیے کہ اس میں حقیقت اسلام کی اشاعت زیادہ ہے۔ فقط اس زمانہ میں تبلیغ سے جتنی ہدایت پھیلی اور پھیل رہی ہے اس سے تو کسی مخالف کو بھی انکار نہیں ہوسکتا، ہزاروں آدمی بلکہ لاکھوں بے نمازی پکے نمازی بن گئے، سینکڑوں غیر مسلم ان لوگوں کے ہاتھوں اور ان کی مساعی سے مسلمان بن گئے۔"

## جہاد کا معنی

جہاد کی لغوی اور شرعی تحقیق یہ ناکارہ اپنی کتاب "اوجز المسالک" شرح موطا امام مالک اور لامع الدراری علی جامع البخاری کے حاشیہ پر تفصیل سے لکھ چکا ہے۔ جہاد کا لغوی معنی مشقت اٹھانے کے ہیں۔ اور شرعاً مشقت اٹھانا کفار کے قتال میں بھی اور اس کا اطلاق مجاہدۂ نفس پر بھی آتا ہے اور شیطان سے مجاہدہ پر بھی آتا ہے اور فاسقوں کے ساتھ مجاہدہ پر بھی، اور کفار سے جہاد ہاتھ سے بھی ہوتا ہے۔ زبان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی ہوتا ہے۔ قرآن پاک اور احادیث میں کثرت سے اس قسم کی آیات اور روایات وارد ہوئی ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ" اصل مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے، مشکوٰۃ شریف میں یہ روایت شعب الایمان للبیہقی کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ ابن عربی نے ترمذی شریف کی شرح میں لکھا ہے کہ صوفیاء کا مذہب یہ ہے کہ جہاد اکبر نفس کا جہاد ہے اور قرآن کی آیت "وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا" میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور حدیث پاک میں ہے کہ وہ اصل مجاہد نہیں جو دور کے دشمن سے جہاد کرے اصل مجاہد وہ ہے جو اس دشمن سے جہاد کرے جو ہر وقت ساتھ ہے۔

نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ" یعنی ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ کر آئے ہیں۔ "اِلٰى آخِرِ مَا بَسَطَ فِي الْاَوْجَزِ" اور ظاہر ہے کہ یہاں جہاد اکبر کا مصداق جہاد بالسیف اور جہاد مع الکفار نہیں، اس میں یہ بھی ہے کہ علامہ باجی نے لکھا ہے کہ "سبیل اللہ" کا لفظ تمام نیکیوں کو شامل ہے۔ حدیث "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ" مختلف طرق سے نقل کی گئی ہے۔ اہل علم حوالہ دیکھنا چاہیں تو لامع الدرر کے حاشیہ پر ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے "التشرف بمعرفة احادیث التصوف" میں تفسیر روح المعانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی آیت "جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ" میں حضرت جابرؓ کی روایت کہ حضور ﷺ کے پاس ایک جماعت غزوہ سے واپس آئی تو حضور ﷺ نے فرمایا "تم بہت اچھا آنا آئے کہ جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف آئے۔" ان روایات میں جو کچھ ضعف ہے وہ اول تو فضائل میں معتبر ہوتا ہے اور تعدد طرق سے مندفع ہو جاتا ہے۔

علماء نے تصریح کی ہے جیسا کہ لامع کے حاشیہ میں ہے کہ فرائض نماز، روزہ وغیرہ چونکہ مقاصد العینیہ ہیں وہ جہاد سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ جہاد کی اصل غرض ایمان اور اعمالِ حسنہ ہی پر عمل کرانا ہے لامع کے حاشیہ میں ابن عابدین سے نقل کیا ہے کہ اس میں ذرا بھی تردد نہیں کہ ادائے فرائض پر مواظبت اپنے اوقات میں جہاد سے افضل ہے۔ اس لیے کہ وہ فرض عین ہے اور جہاد فرض کفایہ ہے۔ اور جہاد صرف ایمان اور نماز ہی کے لیے قائم کرنے کیلیے مشروع ہوا ہے۔ اس لیے اس کا حسن لغیرہ ہے اور نماز کا حسن لعینہ۔ اس لیے یہ افضل ہے اور ظاہر ہے کہ جو کچھ کوشش نماز وغیرہ کے قائم کرنے کے لیے کی جائے وہ افضل الجہاد ہی کے حکم میں شمار کی جائے گی۔

## سبیل اللہ کا لفظ عام ہے

امام بخاری رحمہ اللہ نے جمعہ کی نماز کے لیے پاؤں چلنے پر "باب المشی الی الجمعة" میں حضرت ابوعبسؓ کی حدیث ذکر فرمائی ہے۔

''مَنْ اَغْبَرَتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ ٥

''جو شخص کہ اس کے دونوں پاؤں اللہ کے راستہ میں غبار آلود ہوئے ہوں اللہ تعالیٰ جہنم کی آگ کو اس پر حرام کر دیتے ہیں۔''

اگر امام بخاری رحمہ اللہ اس حدیث پاک سے جمعہ کی نماز کے لیے پاؤں چلنے کی فضیلت پر استدلال کر سکتے ہیں تو پھر اگر مبلغین اللہ کے راستہ میں اعلاء کلمۃ اللہ کی خدمت کے لیے پاؤں چلنے پر اس حدیث سے استدلال کریں تو ان پر کیا الزام ہے۔

حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ اپنے ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں ''یہ سفر (یعنی سفر تبلیغ) غزوات ہی کے سفر کے خصائص اپنے اندر رکھتا ہے اور اس لیے امید بھی ویسے ہی اجر کی ہے یہ اگرچہ قتال نہیں ہے مگر جہاد ہی کا ایک فرد ضرور ہے، جو بعض حیثیات سے اگرچہ قتال سے کمتر ہے مگر بعض حیثیات سے اس سے بھی اعلیٰ مثلاً قتال میں شفاء غیظ اور اطفاء شعلۂ غضب کی صورت بھی ہے اور یہاں اللہ کے لیے صرف کظم غیظ ہے اور اس کے دین کے لیے لوگوں کے قدموں میں پڑ کے ان کی منتیں خوشامدیں کر کے بس ذلیل ہونا ہے۔ (ملفوظات)

حضرت دہلویؒ کا یہ ارشاد کہ جہاد میں اطفاء غضب بھی ہوتا ہے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت سے جو (بخاری میں آئی ہے) مستنبط ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ ایک آدمی غنیمت کی نیت سے لڑتا ہے اور ایک آدمی اپنی قوت کے مظاہرہ کی وجہ سے لڑتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ فی سبیل اللہ جہاد وہی ہے جو اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے ہو۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ کلمۃ اللہ سے مراد دعوت الی الاسلام ہے وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے درمیان میں جو وجوہ وارد ہوئی ہیں ان میں ریا اور شہرت بھی آیا ہے اور ایک روایت میں حمیۃً بھی آیا ہے۔ اور ایک روایت میں یقاتل غضباً بھی آیا ہے یعنی اپنے حظِ نفس کے واسطے اور غصہ اتارنے کے واسطے انہوں نے لکھا ہے کہ اس روایت میں پانچ وجوہ ذکر کی گئی ہیں۔ فقط

## لشکروں کو قتال کے لیے نہیں دعوت کے لیے بھیجا جاتا تھا

خود نبی کریم ﷺ سے جہاد کا اطلاق قتال کے علاوہ دوسرے امور پر بھی جو اس مقصد

میں معین و مددگار رہوں کثرت سے احادیث میں کیا گیا ہے جو اہل علم سے تو مخفی نہیں، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلامی سرحد پر ایک رات جاگنا دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے افضل ہے اور سرحد پر ٹھہرنا ظاہر ہے کہ اسلام ہی کی حفاظت کے لیے ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے جو شخص کسی غازی کی سامان سے مدد کرے وہ بھی غازی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے ایک لشکر بھیجا، اور فرمایا ہر دو آدمیوں میں سے ایک نکلے (یعنی دوسرا اس کے گھر والوں کی خبر گیری کرے) تو ثواب دونوں میں مشترک ہوگا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ لشکروں کا بھیجنا قتال کے واسطے نہیں ہوتا تھا بلکہ اس میں اصل دعوت ایمانی ہوتی تھی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مشہور حدیث اور بخاری شریف وغیرہ میں موجود ہے کہ جب نبیؐ نے فتح خیبر کے لیے جھنڈا دے کر بھیجا اور حضرت علیؓ نے درخواست کی کہ حضورؐ! جا کر ان سے قتال شروع کردوں یہاں تک وہ مسلمان ہو جائیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا بالکل نہیں۔ وہاں جا کر اطمینان سے اول ان کو اسلام کی دعوت دو، اگر ایک شخص بھی تیری کوشش سے مسلمان ہو جائے تو وہ (غنیمت کے) کے سرخ اونٹوں سے بہت اچھا ہے، اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو پھر دوسرے درجہ میں ان کو جزیہ دینے پر آمادہ کر اور اگر وہ اس سے بھی انکار کریں تو پھر ان سے قتال کر۔ متعدد احادیث سے یہ مضمون مستنبط ہے کہ جہاد معروف میں بھی قتال مقصود نہیں بلکہ اصل مقصود ایمان اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔

مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ نے نہٹور ضلع کے علماء کے خصوصی اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ حضور اقدس ﷺ نے جتنے وفود، لشکر، قبائل اور دوسرے علاقوں میں بھیجے ہیں وہ سب دعوت کے لیے تھے۔ حضور ﷺ کے تمام جہادوں کی تعداد ایک روایت کی بنا پر 19 ہے اور دوسری روایت کی بنا پر 27 ہے، ان میں سے نو کے متعلق یہ لکھا ہے کہ "بعث مقاتلا" آپؐ نے جنگ کے لیے بھیجا، بقیہ سب کے بارے میں یہی لکھا ہے کہ دعوت کے لیے بھیجا۔ (سوانح یوسفی عزیزی)

## فی سبیل اللہ جہاد کے ساتھ خاص نہیں

اہل علم سے بڑا تعجب ہے کہ وہ فی سبیل اللہ کے لفظ کو جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں جب کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث کثیرہ اس کے عموم پر دلالت کرتی ہیں۔ قرآن پاک کی آیت "اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ" میں فی سبیل اللہ کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال

ہیں جن کو او جز جلد ثالث میں تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ علامہ باجی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد جہاد فی سبیل اللہ ہے، امام مالک وغیرہ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے، امام احمدؒ کا ارشاد یہ ہے کہ اس سے مراد حج ہے، یہی رائے امام محمدؒ کی ہے اور صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ فی سبیل اللہ سے مراد جملہ امور خیر ہیں اس میں ہر وہ سعی داخل ہے جو اللہ کی اطاعت کے بارے میں ہو مشکوٰۃ میں عبداللہ بن عمرو سے نقل کیا گیا ہے کہ ایک صحابیؓ نے آکر حضور اقدس ﷺ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی، حضورؐ نے دریافت کیا کہ کیا تیرے والدین زندہ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ زندہ ہیں، حضورؐ نے فرمایا کہ ان میں جہاد کر، یعنی ان کی خدمت کر یہاں نبی کریم ﷺ نے والدین کی خدمت کو بھی جہاد سے تعبیر کیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت خریم بن فاتک حضور ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو اللہ کے راستے میں کوئی خرچ کرے سات سو گناہ دو چند ہو جاتا ہے۔ جب کہ (اللہ کا راستہ) جہاد بالقتال کے ساتھ مخصوص نہیں ہے جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ تو پھر اگر اہل تبلیغ اس حدیث سے تبلیغی اسفار میں خرچ کرنے کو داخل کریں تو کیا اشکال کی بات ہے؟ اسی طرح ایک دوسری حدیث میں حضرت علی، ابو درداء، ابو ہریرہ، ابو عمامہ، عبداللہ بن عمرو، جابر بن عبداللہ، عمران بن حصین رضی اللہ عنہم اجمعین سے حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو کوئی گھر رہ کر اللہ کے راستہ میں کوئی خرچ بھیجے اس کو ایک درہم کے بدلے سات سو ۷۰۰ درہم ملتے ہیں اور جو خود جہاد میں نکلے اور خرچ کرے اس کو ہر درہم کے بدلے میں سات لاکھ ۷۰۰۰۰۰ درہم کا ثواب ہوتا ہے۔ اس میں تبلیغی اسفار یقیناً داخل ہیں اور مدارس کا چندہ بھی اسی میں داخل ہے۔ تفسیر مظہری میں "مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ" کی تفسیر میں "الجهاد او غير ذلک میں ابواب الخير" ہے۔

اسی طرح "اَلَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ" کی تفسیر میں "فِي تَحْصِيْلِ الْعُلُوْمِ الظَّاهِرَةِ وَالْبَاطِنَةِ وَ الْجِهَاد" ذکر فرمایا گیا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں بروایت ترمذی ودارمی حضرت انسؓ سے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص طلب علم میں گھر سے نکلے وہ فی سبیل اللہ میں داخل ہے یہاں تک کہ گھر واپس آئے۔ مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے یعنی جو شخص طلب علم کے لیے نکلتا ہے اس کو جہاد میں نکلنے کا ثواب ملتا ہے اس لیے کہ یہ طالب علم بھی مجاہد کی

طرح سے ہے دین کے زندہ کرنے میں اور شیطان کے ذلیل کرنے میں اور اپنے نفس کو مشقت میں ڈالنے میں اور یہ ظاہر ہے کہ یہ سب امور تبلیغی اسفار میں بطریقِ اولیٰ پائے جاتے ہیں۔ اعتدال میں اس قسم کی روایات بہت کثرت سے ذکر کی گئی ہیں اس میں ذکر کیا گیا ہے کہ افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے حالانکہ ظالم بادشاہ کا کافر ہونا ضروری نہیں بلکہ مسلمان بادشاہ اگر ظالم ہو تو وہ بھی اس میں بطریق اولیٰ داخل ہے، البتہ شرط یہی ہے کہ ساری جد جہد کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہو جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے۔ ایک حدیث میں ہے جہاد وہی ہے جو صرف اس لیے کیا جائے کہ اللہ کے نام کا بول بالا ہو، یہ مضمون ''اعتدال'' میں بہت تفصیل سے ذکر کیا جا چکا ہے۔

## حضرت تھانویؒ کی ایک تحریر

نیز حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ، حضرت شیخ الہندؒ اور مرجع الاتقیاء حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم صاحب نے ۱۳۲۸ھ میں جب کہ مظاہر علوم کے دار الطلبہ قدیم کی تعمیر کا سلسلہ چل رہا تھا تو مدرسہ کے چندہ کی ایک اپیل کی جو مظاہر علوم کی ۱۳۲۸ھ کی روداد میں شائع ہوئی اور حضرت حکیم الامۃؒ کی لکھی ہوئی ہے اور بقیہ ہر دو اکابر کی اس پر تصدیق ہے، اس جگہ کے مناسب وہ تحریر ہے، وہ حسب ذیل ہے:

میں اس اشتہار کے مضمون میں موافق ہوں دارلطلبہ اس وقت باقیاتِ صالحات کے افضل افراد سے ہے، حدیث صحیح میں باقیاتِ صالحات سے جن کا ثواب بعد مرنے کے بھی ملتا رہتا ہے یہ ارشاد فرمایا ہے: ''او بیتا لابن السبیل بناہ'' اور ظاہر ہے کہ طلبہ ابن السبیل یقیناً ہیں بلکہ سب ابناء السبیل سے افضل ہیں کیوں کہ یہ لوگ سبیل اللہ میں ہیں، جب مطلق سبیل والوں کی اعانت میں یہ فضیلت ہے تو سبیل اللہ والوں کی خدمت میں کیا کچھ فضیلت ہوگی، پھر غور کرنا چاہیے کہ سبیل اللہ کے سب افراد میں مطلقاً بھی اور خصوصاً اس وقت میں کہ علوم دینیہ کی سخت ضرورت ہے اور اس کی کمی سے سخت المضر تین واقع ہیں خاص اس سبیل اللہ یعنی تحصیل و تکمیل علوم دینیہ میں سب سے زیادہ فضیلت ہے، پس بالضرور دارلطلبہ کا بنانا اس وقت اس خاص حیثیت سے سب باقیات صالحات سے افضل ہے امید ہے کہ اہل اسلام اپنی اپنی استطاعت کے موافق

اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیں گے اور بلحاظ قلیل وکثیر کے ضرور اس میں امداد فرمائیں گے۔

"والسلام علی من اتبع الهدیٰ"

العبد اشرف علی تھانوی

بے شک حضرت مولانا اشرف علی صاحب سلمہٗ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے نہایت مناسب اور ضروری ہے۔ العبد عبدالرحیم عفی عنہ

مولانا اشرف علی صاحب نے جو تحریر فرمایا ہے حق اور صواب ہے۔

العبد محمود عفی عنہ فقط

میرا مقصد اس تحریر کے نقل کرنے کا یہ ہے کہ جو لوگ خروج فی سبیل اللہ کو صرف جہاد معروف کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہیں ان کے لیے تنبیہ ہے کہ فی سبیل اللہ کا لفظ جہاد معروف کے ساتھ مخصوص نہیں، تفسیر مظہری میں "قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَّ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" کی تفسیر میں لکھا ہے "عَنِ الْاِسْلَامِ وَالطَّاعَاتِ اھ" اسی طرح سے کثرت سے تفسیر مذکورہ میں سبیل اللہ کی تفسیر طاعات اللہ سے کی گئی ہے۔ اس لیے طاعات سے جو لوگ روکنے والے ہوں ان پر تشدد میں بھی مضائقہ نہیں۔ اگر قدرت ہو اور کوئی فتنہ نہ ہو تعجب اس پر ہے کہ ان اکابر ثلٰثہ کے متبعین میں سے کسی کی طرف سے یہ مضمون سنتا ہوں کہ تبلیغ والے خروج فی سبیل اللہ میں جو جہاد کے ساتھ مخصوص ہے، خروج للتبلیغ کو شامل کرتے ہیں تو مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے۔ بہر حال اس سیہ کار کے نزدیک تو خروج فی سبیل اللہ کی آیات واحادیث میں یہ لوگ اپنے تبلیغی اَسفار کو داخل کریں تو نہ کوئی اس میں اشکال ہے، نہ تردد ہے اور جہاں تک اس کوتاہ نظر کی معلومات کا حاصل ہے وہ مفسرین ومحدثین کے کلام میں فی سبیل اللہ کا لفظ قتال کے ساتھ مخصوص نہیں پایا۔ اس لیے اہلِ تبلیغ کا اعلان آیات اور روایات سے خروج للتبلیغ جو فی سبیل اللہ کا اعلیٰ فرد ہے پر استدلال کرنا بے محل نہیں ہے۔ یہ مضمون اپنی جوانی کے زمانے میں حذف واضافہ کے ساتھ بہت سے خطوط میں لکھوا بھی چکا ہوں۔

## اشکال نمبر ۲: مسلمانوں کے پاس جماعتیں بھیجنا بدعت ہے

**ایک اعتراض:** جو کثرت سے بندہ کے پاس خطوط میں پہنچا وہ یہ کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں یہ طریقہ نہیں تھا کہ مسلمانوں کے پاس جماعتیں بھیجی جائیں بلکہ سرایا اور جماعتیں کفار

کے لیے بھیجی جاتی تھیں، مسلمانوں کے یہاں جماعتیں بھیجنے کا معمول نہیں تھا۔ اس لیے یہ بدعت ہے۔اس اشکال کے بھی بیسوں جوابات اس ناکارہ نے لکھے ہیں اوراس اشکال میں بھی مجھے اہلِ علم کی طرف سے اس قسم کی کوئی بات پہنچتی ہے تو زیادہ حیرت ہوتی ہے، جب کہ امر بالمعروف نہی عن المنکر مامور بہ ہے اور پہلے مضمون سے یہ بھی ظاہر ہو چکا ہے کہ دین کی اشاعت کے لیے جو کوشش بھی ہو وہ جہاد میں داخل ہے۔ پھر یہ کہنا کہ یہ طریقہ خاص حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھا اول تو فی حد ذاتہٖ غلط ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔ لیکن بطریق تسلیم مامور بہ کے حاصل کرنے کا جو مباح طریقہ ہو اس کے مامور بہ ہونے میں کیا تامل ہے۔ کیا مدارس کا موجودہ طریقہ مدرسین کو اسباق کی تقسیم گھنٹوں کی پابندی، سہ ماہی، ششماہی، سالانہ امتحانات وغیرہ وغیرہ جو اس زمانہ میں نہایت ضروری ہیں اور ضروری سمجھے جارہے ہیں، اور واقعۃً ضروری ہیں؟ کیا حضور ﷺ کے زمانے میں یہ سب تھے؟ اسی طرح خانقاہیں اور ان کے معمولات اور ان کے طرق باوجود نہایت اہم اور ضروری اور مامور بہ ہونے کے کیا حضور ﷺ کے زمانے میں یہی طریقے تھے؟ کیا کتابوں کی تصانیف، ان کی طباعت، شرح وحواشی کے سارے مروجہ طریقے حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں تھے؟ ایسے ہی ''ٹن کی نماز'' کہ جہاں گھنٹہ بجا خواہ امام ہو یا نہ ہو روزانہ کے مقتدی آچکے ہوں یا نہیں فوراً نماز شروع ہو جاتی ہے، یہ حضور ﷺ کے زمانہ میں کہاں تھا؟ ایسے ہی کیا کوئی عقلمند کہہ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں توپ اور بندوق سے لڑائی نہیں تھی لہٰذا وہ تو بدعت ہے تیروں سے جہاد ہونا چاہیے۔ ان امور میں سے کسی کو بھی کوئی بدعت نہیں کہتا اور اس سب کے بعد یہ بھی کہنا غلط ہے حضور ﷺ کے زمانے میں مسلمانوں کے پاس جماعتوں کے بھیجنے کا طریقہ نہیں تھا، اس سلسلہ میں حضرت مولانا الحاج محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی کتاب ''حیاۃ الصحابہؓ'' (جو اصل کتاب تو عربی میں ہے اہل علم کو خاص طور پر اس کا ملاحظہ کرنا چاہیے)

اس میں بیسیوں واقعات نبی کریم ﷺ کے جماعتوں کے بھیجنے کے بہت کثرت سے ملیں گے اور اس کے اردو ترجمے بھی کثرت سے ہو گئے ہیں، اس میں ایک مستقل باب ''باب ارسل الصحابه الى البلدان لتعليم'' ہے نمونہ کے طور پر چند نقل کرتا ہوں۔

## (1) مسلمانوں کی تعلیم کے لیے صحابہؓ کے وفود

حضرت عاصم بن عمرؓ کی روایت سے نقل کیا گیا ہے کہ قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کے چند آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمارے یہاں مسلمان ہیں چند آدمیوں کو ہمارے یہاں بھیج دیجئے! جو ہمیں دین سکھلائیں، حضور اقدس ﷺ نے چھ نفر کی جماعت روانہ کی، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا ارشاد ہے کہ حضور ﷺ نے معاذ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنھما کو یمن بھیجا، تاکہ وہاں کے لوگوں کو دین سکھلائیں، حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے مجھے قبیلہ قیس کی ایک جماعت کی طرف بھیجا کہ ان کو جا کر دین کی باتیں سکھلاؤں، وہ کہتے ہیں کہ جب میں وہاں گیا تو میں نے ان کو وحشی اونٹوں کی طرح پایا کہ جن کا مقصد زندگی اونٹ اور بکریاں تھیں میں ان کی یہ حالت دیکھ کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں واپس آیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں ان کی غفلت کی حالت ذکر کی تو حضورؐ نے فرمایا ''اے عمارؓ! تجھے اس سے زیادہ تعجب کی بات سناؤں ایک قوم جو دین کو جانتی بھی ہوگی اور ان سے بھی زیادہ غفلت میں ہوگی'' اور اس قسم کے متعدد واقعات حیاۃ الصحابہؓ میں لکھے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کفار کی طرف بھی جماعتوں اور سرایا کو بھیجنا ان کی ہدایت کے لیے تو تھا اور جب مسلمان دین سے بے خبری اور بے توجہی میں ان کے قریب پہنچ گئے ہوں یا ان سے بھی آگے کفر و ارتداد کی طرف بڑھ گئے ہوں تو کیا ان کی ہدایت کے لیے ضرورت نہیں؟ حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں ایک ارشاد نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ میں (قبل ہجرت) جو کام کرتے تھے یعنی چل پھر کر لوگوں کو دعوت حق دینا اور اس مقصد کے لیے خود ان کے پاس جانا بظاہر مدینہ طیبہ پہنچ کر یہ کام آپ کا نہیں رہا۔ بلکہ وہاں آپؐ اپنا ایک مستقر بنا کر بیٹھے لیکن یہ آپؐ نے اس وقت کیا جب کہ مکی دعوت کو سنبھالنے والوں اور اس کام کو حسن و خوبی کے ساتھ انجام دینے والوں کی ایک خاص جماعت آپؐ نے تیار کر دی اور پھر اس کام ہی کا تقاضا ہوا کہ آپؐ اپنے ایک مرکز میں بیٹھ کر اس کام کو نظم کے ساتھ چلائیں اور کارکنوں سے کام لیں علیٰ ہذا حضرت عمرؓ کو مدینہ طیبہ ہی کے مرکز میں مقیم رہنا اس وقت درست ہوا جب کہ ایران اور روم کے علاقوں میں اللہ کے کلمہ کو سربلند کرنے کے لیے جہاد کرنے والے اللہ کے ہزاروں

بندے پیدا ہو چکے تھے۔ اور ضرورت تھی کہ حضرت عمرؓ مرکز میں رہ کر اس دعوت حق اور جہاد فی سبیل اللہ کے نظام کو استحکام کے ساتھ چلائیں۔

## بے طلبوں میں طلب پیدا کرنے کیلئے جماعتوں کی روانگی

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب جو حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بھانجے اور حضرت دہلوی مولانا الیاس صاحبؒ کے اخیر زمانہ میں عیادت کیلئے ایک دن کے لئے گئے تھے، مگر حضرت کے اس ارشاد پر کہ تمہیں اپنا وعدہ بھی یاد ہے (مولانا ظفر احمد صاحب نے عرصہ سے نظام الدین بسلسلہ تبلیغ ایک چلہ گذارنے کا وعدہ کر رکھا تھا) مستقل وہاں قیام کرلیا اور وصال تک وہیں رہے، اور حضرت کی شدت بیماری کی وجہ سے حضرت کو مسلسل کلام کرنا مشکل تھا وہ لکھتے ہیں ''ایک دفعہ فرمایا کہ سیدنا رسول اللہ ﷺ ابتداء اسلام کے زمانہ میں (جب دین ضعیف تھا اور دنیا قوی تھی) بے طلب لوگوں کے گھر جا جا کر ان کی مجالس میں بلا طلب پہنچ کر دعوت دیتے تھے طلب کے منتظر نہیں رہے بعض مقامات پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کو از خود بھیجا ہے کہ فلاں جگہ تبلیغ کرو، اس وقت وہی ضعف کی حالت ہے تو اب ہم کو بھی بے طلب لوگوں کے پاس خود جانا چاہیے۔ ملحدوں، فاسقوں کے مجمع میں پہنچنا چاہیے اور کلمہ حق بلند کرنا چاہیے (پھر خشکی غالب ہوگئی اور بات نہ کر سکے تو فرمایا) مولانا تم میرے پاس بہت دیر میں پہنچے اب میں تفصیل سے کچھ نہیں کہہ سکتا بس جو کہہ دیا اسی میں غور کرتے رہئے۔ فقط (ملفوظات دہلویؒ)

یہ کہنا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ طرز نہیں تھا کتب سیر اور کتب حدیث پر قلتِ نظر کا اثر ہے۔ ورنہ جیسا اوپر بھی لکھوا چکا ہوں کہ ''حیاۃ الصحابہؓ''میں بہت کثرت سے وفود بھیجنے کی تفاصیل موجود ہیں اور وفد عبدالقیس کا قصہ تو ساری کتب حدیث میں مشہور ہے، انہوں نے عرض کیا تھا ''یارسول اللہ ﷺ قبیلہ مضر ہم میں اور آپ میں حائل ہے، ہم صرف اشہر حرم میں آسکتے ہیں۔ ہمیں ایمان کے امور بتا دیجئے تا کہ اگر ہم اس پر عمل کریں گے تو جنت میں داخل ہو جائیں گے، اور جا کر اپنی قوم کو بتائیں۔ اس پر حضور ﷺ نے چار چیزوں کا حکم فرمایا اور چار چیزوں سے منع فرمایا (جس کی تفصیل آئندہ اشکال نمبر 6 میں آرہی ہے) مسند طیالسی کی روایات میں اس قصہ

میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''اپنی قوم کو جا کر ان چیزوں کی دعوت دو'' (حیاۃ الصحابہؓ) اسی میں ایک بہت طویل حدیث بروایت حاکم نقل کی ہے کہ علقمۃ بن الحارثؓ کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کے سات آدمیوں کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور اقدس ﷺ نے فرمایا ''تم کون ہو؟ عرض کیا ''مومن ہیں'' تو حضور ﷺ نے فرمایا ''ہر قول کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟ انہوں نے عرض کیا ''پندرہ چیزیں ہیں جن میں سے پانچ کا تو آپؐ نے حکم فرمایا تھا اور پانچ چیزیں آپؐ کے قاصدوں نے بتائیں (لمبی حدیث ہے مجھے تو صرف اس جملہ کی طرف متوجہ کرنا تھا) کہ حضور اقدس ﷺ کے قاصد قوموں کے پاس جا کر حضور اقدس ﷺ کے ارشادات پہنچاتے تھے۔

## داعی کا فریضہ

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر وسعت نظر سے کون انکار کر سکتا ہے۔ تاریخ و سیرت میں ان کی وسعت نظر دنیا میں مشہور ہے، انہوں نے جو مقدمہ حضرت دہلویؒ کی سوانح مؤلفہ مولانا الحاج علی میاں پر لکھا ہے اس کے کچھ اقتباسات اپنی جگہ پر سید صاحب کے تذکرہ میں آئیں گے اس کے اندر وہ تحریر فرماتے ہیں کہ تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو آنحضرتؐ کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک عرض ہے۔ یعنی حضور انور ﷺ اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپؐ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپؐ اور آپؐ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور کلمہ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے (طویل مضمون ہے، جو عنقریب آرہا ہے) اس کے بعد لکھتے ہیں ''اس سے معلوم ہوا کہ داعی اور مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہنچائے۔ (مقدمہ سوانح حضرت دہلویؒ)

مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی دارالعلوم دیوبند سے بھی ایک صاحب نے یہ اشکال کیا کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں لوگ کفار کے پاس جاتے تھے آج کل لوگ مسلمانوں کے پاس جاتے ہیں۔ کیا حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے مسلمانوں میں جا کر اس طرح سے تبلیغ کی ہو اگر ہے تو اس کا حوالہ چاہیے۔ مفتی صاحبؒ نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ کوفہ اور قرقیسیا میں صحابہ کرامؓ کا تبلیغ کے لئے جانا فتح القدیر جلد اول میں مذکور ہے، حضرت عمرؓ نے حضرت معقل بن یسار عبداللہ بن مغفل

وغیرہ حضرات کی جماعت کو شام بھیجا۔ یہ جماعتیں مسلمانوں کے پاس گئیں۔ (ازالہ الخفاء ج جلد۲)

## اشکال نمبر ۳: اہل تبلیغ علم وذکر کے مخالف ہیں

یہ بھی بہت کثرت سے کانوں میں پہنچتا رہتا ہے کہ تعلیم اور خانقاہوں کو بیکار بتایا جاتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ اشکال یا تو عناد سے ذکر کیا جاتا ہے یا حالات سے ناواقفیت پر۔

تبلیغ کے تو اصولِ موضوعہ کے درمیان میں جو اس کے چھ نمبر معروف ہیں اور بالکل بنیادی ہیں، اس میں علم وذکر مستقل نمبر ہے اس کے علاوہ بانی تحریک حضرت دہلویؒ اور ان کے خلف الرشید مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے کلاموں میں، ان کی تقریروں میں، ان کے ملفوظات میں، علم وذکر پر جتنا زور ہے اتنا شاید کسی جزو پر نہ ہو، حضرت دہلویؒ کا تو مشہور مقولہ جس کو وہ ہمیشہ اپنی مجالس میں اپنے ارشادات میں بار بار دہراتے رہے کہ علم وذکر میری تحریک کے دو بازو ہیں اگر ایک بازو ٹوٹ جائے تو پرندہ کا اڑنا مشکل ہے۔ یہ اعتراض کرنے والے اگر حضرت دہلویؒ اور ان کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی سوانح عمریاں اور ملفوظات دیکھ لیتے تو اس قسم کا لفظ زبان یا قلم سے نکالنے کی کبھی ہمت نہ ہوتی۔

# علم وذکر کے متعلق مولانا محمد الیاسؒ کے ملفوظات

حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں ہے:

(**ملفوظ نمبر ۱**) ایک بار فرمایا جس کو مولانا ظفر احمد صاحب بھانجہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے اپنے ملفوظات میں جوانہوں نے نظام الدین کے قیام میں جمع کیے اور وہ حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں طبع بھی ہو گئے لکھا ہے کہ مولانا نے ایک بار فرمایا کہ ہماری تبلیغ میں علم وذکر کی بڑی اہمیت ہے بدون علم کے نہ عمل ہو سکے نہ عمل کی معرفت اور بدون ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے۔ اس میں نور نہیں ہوسکتا۔ مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے، میں نے (مولانا ظفر احمد صاحب نے) عرض کیا تبلیغ خود بہت اہم ہے۔ اس کی وجہ سے ذکر میں کمی ہونا ویسا ہی ہے جیسا حضرت سید صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے جس وقت جہاد کی تیاری کے لیے اپنے خدام کو بجائے ذکر وشغل کے نشانہ بازی اور گھوڑے کی سواری میں مشغول کر دیا، تو بعض نے یہ شکایت کی کہ اس وقت پہلے جیسے انوار نہیں ہیں تو حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ ہاں اس وقت ذکر کے انوار نہیں ہیں جہاد کے انوار ہیں اور اس کی اس وقت ضرورت ہے، فرمایا (یعنی حضرت دہلویؒ نے) مگر مجھے علم اور ذکر کی کمی کا قلق ہے اور یہ کمی اس واسطے ہے کہ اب تک اہل علم اور اہل ذکر اس میں نہیں لگے ہیں۔ اگر یہ حضرات آ کر اپنے ہاتھ میں کام لے لیں تو یہ کمی بھی پوری ہو جائے، مگر علماء اور اہل ذکر تو ابھی تک اس میں بہت کم آئے ہیں۔

تشریح:......اب تک جو جماعتیں تبلیغ کے لئے روانہ کی جاتی ہیں ان میں اہل علم اور اہل نسبت کی کمی ہے۔ جس کا حضرت کو قلق تھا۔ کاش اہل علم اور اہل نسبت بھی ان جماعتوں میں شامل ہو کر کام کریں تو یہ کمی پوری ہو جائے الحمدللہ مرکز تبلیغ میں اہل علم اور اہل نسبت موجود ہیں، مگر وہ چند گنتی کے آدمی ہیں اگر وہ ہر جماعت کے ساتھ جایا کریں تو مرکز کا کام کون سر انجام دے۔ (ملفوظات)

(**ملفوظ نمبر ۲**) ایک دن بعد نماز فجر جب کہ اس تحریک میں عملی حصہ لینے والوں کا نظام الدین کی مسجد میں بڑا مجمع تھا، اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ باآواز نہیں فرما سکتے تھے تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا، اور اس کے

واسطے سے اس پوری جماعت کو کہلوایا کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدوجہد بیکار ہوگی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جدوجہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام اور ایمان محض رسمی اور رسمی ہے، اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علیٰ ہذا اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے۔ الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے، اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات وثمرات حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان اپنا آلہ کار بنا لیتا ہے۔ لہٰذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور خدا نہ کرے آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔

(**ملفوظ نمبر ۳**) ایک بار فرمایا کہ میں ابتداء میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں (یہاں اوراد کی تفصیل ہے اس کے بعد فرمایا) علم بدون ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بدون علم کے بہت سے فتنوں کا دروازہ ہے۔

(**ملفوظ نمبر ٤**) فرمایا کہ دو چیزوں کا مجھے بڑا فکر ہے ان کا اہتمام کیا جائے ایک ذکر کا کہ اپنی جماعت میں اس کی کمی پا رہا ہوں ان کو ذکر بتلایا جائے۔ دوسرے اہل اموال کو مصرف زکوٰۃ سمجھایا جائے ان کی زکوٰتیں اکثر برباد جا رہی ہیں مصرف میں خرچ نہیں ہوتیں۔ (مضمون طویل ہے)

(**ملفوظ نمبر ٥**) فرمایا علم سے عمل پیدا ہونا چاہئے اور عمل سے ذکر پیدا ہونا چاہیے جب ہی علم، علم ہے اور عمل، عمل ہے، اگر علم سے عمل پیدا نہ ہوا تو سراسر ظلمت ہے۔ اور عمل سے اللہ کی یاد دل میں پیدا نہ ہوئی تو پھس پھسا ہے، اور ذکر بلا علم بھی فتنہ ہے۔

(**ملفوظ نمبر ٦**) فرمایا کہ ذکر اللہ شر شیاطین سے بچنے کے لئے قلعہ اور حصن حصین ہے لہٰذا جس قدر غلط اور برے ماحول میں تبلیغ کے لئے جایا جائے شیاطین جن وانس کے برے اثرات سے اپنی حفاظت کے لئے اسی قدر زیادہ ذکر اللہ کا اہتمام کیا جائے۔

(**ملفوظ نمبر ۷**) فرمایا مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر

کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارنپور یا رائپور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا، دوسروں سے بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے دین کے کام کے لئے پھرنے والوں کو چاہیے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا کریں۔

(**ملفوظ نمبر ۸**) ارشاد فرمایا کہ علم و ذکر کو مضبوطی سے تھامنے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے (اس کے بعد طویل ارشاد علم و ذکر کی حقیقت میں ہے جس میں یہ فرمایا کہ علم نام صرف جاننے کا نہیں) دیکھو یہود اپنی شریعت اور اپنے آسمانی علوم کے کیسے عالم تھے کہ حضور اقدس ﷺ کے نائبوں کے نائبوں تک کے حلیے نقشے حتیٰ کہ ان کے جسم کے تل کے متعلق بھی ان کو علم تھا لیکن کیا ان باتوں کے صرف جاننے نے ان کو کوئی فائدہ دیا؟

یہ چند ملفوظات مختصر لکھوائے ہیں، حضرت دہلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہما کی تقاریر ان کے ملفوظات اور ارشادات اور مکاتیب کثرت سے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت دہلویؒ کے ایک مکتوب کے چند فقرے نقل کراتا ہوں جو میوات کے کارکنوں کے نام لکھا گیا اور حضرت دہلویؒ کے مکاتیب میں طبع شدہ ہے "دوستو اور عزیزو! تمہارے ایک ایک سال دینے کی خبر سے جو ابھی سے مسرت ہو رہی ہے وہ تحریر سے باہر ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اور توفیق مزید عطا فرمائے۔ میں چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

(الف) اپنے اپنے حلقے کے ان لوگوں کی فہرست جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث صاحب کو کہ جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں یا چھوڑ چکے ہیں۔

(ب) دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں؟

(ج) ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں ان کی نگرانی اور جدید مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہے۔

(د) تم خود بھی ذکر اور تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں اگر نہیں ہو تو بہت جلد اب تک کی غفلت پر

نادم شروع کر دو، الف سے مراد یہ کہ جن کو بارہ تسبیح بتائی ہیں وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں اور انہوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے یا خود اپنی تجویز سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کیا ہے ہر ہر شخص سے دریافت کر کے نمبر وار تفصیل سے لکھو۔

(ہ) اپنے مرکزوں سے ہر ہر نمبر کے متعلق نمبر وار تفصیل کے ساتھ کارگزاری میرے اور شیخ الحدیث صاحب کے پاس روانہ کرنے کا اہتمام ہو۔

(و) جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائپور جا کر گذاریں۔

(ز) میرے دوستو! تمہارے نکلنے کا خلاصہ تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم، تبلیغ یعنی تبلیغ کے لئے باہر نکالنا۔ اوران کو ذکر و تعلیم کا پابند کرنا۔ (مکاتیب)

## مولانا محمد یوسفؒ اور علم و ذکر کی اہمیت

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ یقین اور نماز کو اس کام کی بنیاد سمجھتے ہوئے علم و ذکر کو دعوت و تبلیغ کی تحریک کے دو بازو قرار دیتے تھے اور ہمیشہ اپنی تقریروں اور مکاتیب میں اس کی طرف پوری طرح متوجہ فرماتے تھے۔ اپنے ایک اہم مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں "علم و ذکر اس کام کے دو بازو ہیں، ان میں کسی ایک کی کمی اور سستی اصل کام کے لئے سخت مضر اور کمزور کرنے والی ہے، ہر ایک اپنی جگہ نہایت ضروری و لابدی ہے۔ علم و ذکر کے مراکز خانقاہیں اور مدارس ہیں، ہم اپنے دونوں بازوؤں کو قوی کرنے کے اندر ہر طرح ہر وقت اہل علم علماء صلحاء مشائخ کے محتاج ہیں وہ ہمارے بالخصوص ان دو اہم امور میں مقتدا ہیں چونکہ ان کے پاس علم نبوت اور جواہر نبوت موجود ہیں، ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم اس علم و ذکر کی وجہ سے ان کی خوب قدر کریں۔ ان کی خدمت کریں ان کی صحبت کو اپنے لئے باعث اصلاح و نجات سمجھیں، اسی بنا پر تبلیغ کے اہم نمبروں میں سے ہے علماء اور مشائخ کی زیارت اور ان سے دعاؤں کو لینا ان کے سامنے حالات تبلیغ سنانا اور مفید مشورہ حاصل کرنا۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سوانح حضرت جی میں لکھتے ہیں "ایک دفعہ میں نے مولانا سے اپنی درسی مصروفیات کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں پڑھانے سے اس قدر تھک گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کر کے کچھ دن تبلیغ میں لگا دوں تو

فرمایا ہرگز نہیں تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے اور تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے، لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالف ہیں حالانکہ یہ غلط ہے، ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حد یہ ہے کہ خود پڑھاتے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو۔ (سوانح یوسفی عزیزی)

## اہل علم کی مجلس میں علم وذکر کے متعلق استفادہ کریں

حضرت دہلویؒ اپنے ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں اپنے وقتوں کو صبح وشام اور کچھ حصہ شب کا اپنی حیثیت کے مناسب ان دو چیزوں (تحصیل علم وذکر) میں مشغول رکھنا۔

سوانح حضرت دہلویؒ میں علی میاں لکھتے ہیں " آپ نے میواتیوں کو دیوبند، سہارنپور، رائپور اور تھانہ بھون کی طرف بھیجنا شروع کیا اور ہدایت فرمائی کہ بزرگوں کی مجلسوں میں تبلیغ کا ذکر نہ کریں پچاس ساٹھ آدمی ماحول کے دیہاتوں میں گشت کریں اور آٹھویں روز قصبہ میں جمع ہو جائیں پھر وہاں سے دیہات کے لئے تقسیم ہو جائیں حضرات اکابر کی طرف سے اگر پوچھا جائے تو بتلا دیا جائے، از خود کچھ ذکر نہ کیا جائے" شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں "میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصولوں کے ساتھ مشائخ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آداب خانقاہ کی بجا آوری کرتے ہوئے خانقاہوں میں فیض اندوز ہوں اور جس میں باضابطہ خاص وقتوں میں حوالی کے گاؤں میں تبلیغ بھی جاری رہے اس بارے میں ان آنے والوں سے مشاورت کر کے کوئی طرز مقرر فرما رکھیں، یہ بندہ ناچیز بھی اس ہفتہ بہت زیادہ اغلب ہے کہ چند فقراء کے ساتھ حاضر ہو، دیوبند اور تھانہ بھون کا بھی خیال ہے۔ مولانا یوسف صاحبؒ اپنے منتسبین اور تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والوں کو برابر، دیوبند حضرت مدنیؒ کی خدمت میں اور رائپور حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوریؒ کی خدمت میں حاضری اور وہاں کچھ وقت صرف کرنے اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے پر زور دیتے تھے۔ (حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کا وصال مولانا یوسف صاحب کے دور سے پہلے ہو چکا تھا) اپنے ایک پرانے تعلق رکھنے والے صاحب کو اس سلسلہ میں ایک مکتوب لکھتے ہوئے کتنے اہتمام سے ہدایت فرماتے ہیں۔

”آپ کے لئے باہمی مشورہ سے رائپور کا قیام طے ہوا، نہ صرف ایک چلہ کے لئے بلکہ تین چلوں تک آپ حضرت کے پاس بخوشی رہیں، حضرت عالی کی صحبت مبارکہ کو کیمیا اور اخلاق کے بلند ہونے کا بڑا علاج تصور فرماتے ہوئے وہاں کے آداب کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے ذکر الٰہی کا شوق اور محبت ربانیہ کی پیداوار کی کوشش میں رہیں“

ہم سے تو کچھ نہ ہوسکا آپ ہی اس عظیم ترین دولت کی تحصیل میں لگ جائیں اللہ پاک وہاں آپ کے قیام کو ہماری نجات و مغفرت کا ذریعہ قرار دے۔ حضرت سے بعد سلام مسنون اس عاجز و ناچیز کے لئے دعاء کی درخواست عرض کردیں اور تمام منتسبین و مقیصین بارگاہ کو بھی“

بندہ محمد یوسف غفرلہ (سوانح یوسفیؒ)

## اشکال نمبر ۴: تبلیغ مدارس کے نقصان کا ذریعہ ہے

مخالفت کا پروپیگنڈہ غلط ہے تبلیغی جماعت سے مدارس کو نقصان پہنچ رہا ہے یہ لوگ مدارس کی مخالفت کرتے ہیں یہ اعتراض بھی نہایت ہی لغو اور بے اصل ہے اس پہلے نمبر میں...... مدارس...... علم و ذکر کی جو اہمیت بیان ہو چکی ہے،.... اس کے بعد یہ کہنا کہ مدارس کو نقصان پہنچتا ہے یا یہ لوگ مدارس کی مخالفت کرتے ہیں جتنا بے اصل ہے ظاہر ہے۔ ایک مرتبہ اس ناکارہ سے حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تبلیغی لوگ مدارس کے چندہ کو منع کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ کسی سفیر کی روایت ہوگی، سفراء مدارس اس کے ضرور شاکی ہیں اور میں خود بھی چونکہ مدرسہ والا ہوں اس لئے میرے پاس بھی اس قسم کی شکایتیں سفراء کی طرف سے پہنچتی رہتی ہیں، میں نے عرض کیا کہ اس کی اصلیت یہ ہے کہ تبلیغی اکابر کی طرف لوگوں کی رجوعات کی کثرت اور تبلیغی اجتماعات بہت بڑی مقداروں میں ہونے لگے ہیں، کسی اجتماع کے موقع پر کسی مدرسہ کا سفیر گیا ہوا ہوتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ تبلیغی احباب اپنے اجتماعات میں ہمارے مدرسوں کے لئے تحریک کردیں یا کم از کم ان کو تقریر کا موقع دیں تا کہ وہ اس اجتماع کو وصول کرتے ہوئے اپنے مدرسہ کے لئے چندہ تحریک کریں، اور ان دونوں باتوں کو تبلیغی حضرات قبول نہیں کرتے اور کرنا بھی نہیں چاہئے اس لیے کہ چندہ مانگنا ان کے اصول کے خلاف ہے اور جب وہ عذر کرتے ہیں۔ تو یہ اس کو اس عنوان

سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ مدارس کے خلاف ہیں، میں نے حضرت سے عرض کیا مجھ سے متعدد سفراء نے یہ شکایتیں کیں اور جب میں نے ان سے پوچھا کہ کس نے اور کہاں مخالفت کی تو ان کی نشاندہی پر واقعہ کی تحقیق کی تو یہی معلوم ہوا جو میں نے اوپر عرض کیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ روایت تو ایک مدرسہ کے سفیر ہی کی تھی فقط اس قسم کے اعتراضات زیادہ تر سفراء کی طرف سے آتے ہیں، یا ان لوگوں کی طرف سے جن سے سفراء یہ شکایت کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ چندہ مانگنا ان لوگوں کے اصول کے خلاف ہے، اللہ ان کو اپنے اس عزم پر باقی رکھے۔ یہاں مدرسہ کی مسجد میں چند سال ہوئے مغرب کی نماز کے بعد ایک شخص نے اعلان کیا کہ میں نظام الدین سے آیا ہوں تبلیغ میں جارہا ہوں میرے پاس کرایہ نہیں رہا۔ اہل خیر اپنی ہمت کے موافق کچھ مدد فرمائیں، میں نے اسی وقت اعلان کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے تبلیغ والوں کو چندہ مانگنے کی مرکز سے ہرگز اجازت نہیں اس کو کوئی چندہ نہ دے مدرسہ کی مسجد سے وہ فوراً چلا گیا، مگر معلوم ہوا شہر کی دوسری مساجد میں وہ اسی عنوان سے چندہ کرتا رہا۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں ہے ”جہاں وعظ کہہ کر چندہ مانگا سب اثر گڑ بڑ ہو گیا، بڑے زور وشور کی تقریر گھنٹہ دو گھنٹہ کی محنت ایک لفظ چندہ کے کہتے ہی سب ختم، علماء صرف تبلیغ کریں جب ہی تبلیغ مؤثر ہو سکتی ہے۔ (افاضات)

کلکتہ کے اور ممبئی کے بعض تاجروں سے ایک مدرسہ کے بڑے ذمہ دار نے یہ شکایت کی کہ تبلیغ والوں سے مدارس کے چندہ کو نقصان پہنچتا ہے، ان لوگوں نے مختلف مواقع پر ایک ہی جواب دیا کہ ہم لوگ تو ان مدارس کو چندہ تبلیغ ہی کی برکت سے دے رہے ہیں، آپ دس برس پہلے کی رودادیں نکال کر دیکھ لیں اور اب کی رودادیں نکال کر دیکھ لیں اور موازنہ کریں کہ ہمارے شہروں سے ان دس برسوں میں چندہ میں کتنا اضافہ ہوا۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں حضرت دہلویؒ کا ایک مکتوب درج ہے جو میوات کے چند دینداروں کے نام لکھا گیا ہے، جس میں اس حقیقت کی وضاحت فرمائی تھی۔ ”دین کے ادارے اور جتنے بھی ضرورت کے امور ہیں ان سب کے لئے تبلیغ (صحیح) اصول کے ساتھ ملک ملک پھرتے ہوئے کوشش کرنا بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے ہے اور بمنزلہ بارش کے ہے، اور دیگر جتنے بھی امور ہیں وہ اس زمین مذہب کے اوپر بمنزلہ باغات کی پرورش کرنے کے ہیں، باغات کی ہزاروں اقسام ہیں کوئی کھجوروں کا ہے کوئی اناروں کا ہے، کوئی

سیبوں کا، باغ ہزاروں چیزوں کے ہو سکتے ہیں، لیکن کوئی باغ دو چیزوں کے اندر پوری پوری کوشش کرنے کے بغیر نہیں ہو سکتا پہلی چیز زمین کا ہموار اور درست ہونا، زمین کے ہموار کرنے میں کوشش کئے بغیر یا زمین میں کوشش کر کے خود ان باغات کی مستقل پرورش کئے بغیر کسی طرح باغات پرورش نہیں پا سکتے۔ سو دین میں تبلیغی امور کی کوشش یہ تو زمین مذہب ہے، اور سب ادارے باغ ہیں، اب تک زمین مذہب ایسی ناہموار اور ہر طرح کی پیداوار اور باغات سے اس قدر نا مناسب واقع ہو رہی ہے کہ کوئی باغ اس پر نہیں لگتا حضرت دہلوی کی رائے یہ تھی جس کو انہوں نے مختلف عناوین سے ملفوظات میں مکاتیب اور ارشادات میں ظاہر کیا ہے کہ ان کی تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ ایک جگہ حضرت دہلویؒ کا ایک مکتوب نقل کیا ہے علی میاں حضرت دہلویؒ کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ مولانا مدارس دینیہ کے وجود کو مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری سمجھتے تھے اور اس سایہ رحمت کے مسلمانوں کے سروں سے اٹھ جانے کو موجب وبال اور قہر سمجھتے تھے، لوگوں کی ناقدردانی اور غفلت سے دینی مدارس اور مکاتیب کی ایک بڑی تعداد میوات میں معطل ہو گئی تھی۔ شیخ رشید احمد صاحب کو اسی خط میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں ''لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے میں آپ ہمت فرمادیں کہ سینکڑوں مدرسوں کا سست پڑ جانا یا بند ہو جانا اہل زمانہ کے لیے نہایت وبال اور نہایت باز پرس کا خطرہ رکھتا ہے۔ کہ قرآن دنیا سے مٹتا چلا جائے اور ہمارے پیسوں میں اس کا کوئی حصہ اور ہمارے دلوں میں اس کا کوئی درد نہ ہو یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔''

(سوانح مولانا محمد الیاس صاحبؒ)

## اشکال نمبر ۵: جماعتوں میں علماء کی اہانت ہوتی ہے۔

یہ اعتراض بھی بہت کثرت سے آرہا ہے کہ تبلیغ والے علماء کی اہانت کرتے ہیں۔ جہاں تک علماء کی اہانت کا تعلق ہے اس دور فساد میں کون سا طبقہ کون سی جماعت ایسی ہے جو علماء کی اہانت نہیں کر رہی ہے، اگر ان میں سے کچھ لوگ تبلیغی جماعت میں بھی شریک ہو جائیں تو اس چیز کو تبلیغی جماعت کی طرف منسوب کرنا صریح ظلم ہے علماء کی اہانت کے متعلق تو یہ ناکارہ اپنے رسالہ ''اعتدال'' میں تقریباً پچاس صفحے پر بہت تفصیل سے گفتگو کر چکا ہے، اس میں اس اعتراض کو بھی اور

اس کی وجوہ کو بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے جہاں تک تبلیغی جماعت کا تعلق ہے میرے علم میں تو یہ ہے کہ علماء کے احترام کی مرکز اور اکابر تبلیغ کی طرف سے بہت تاکید ہوتی ہے، اگر اس کے خلاف کسی کا قول یا فعل ہو تو اس کا ذاتی فعل یا قول ہے۔ میں اس سے پہلی فصل میں جہاں مدارس کے نقصان کا بیان کر چکا ہوں وہاں بہت سے تاجروں اور رئیسوں کا مقولہ جو متعدد علماء بلکہ خود مجھ سے بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جی ہم لوگ تو آپ سے بہت خفا اور دور رہتے تھے۔ اس تبلیغ کی بدولت آپ تک پہنچنا ہوا۔ یہ مقولہ بلا تصنع بلا مبالغہ سو آدمیوں سے زائد سے میں نے سنا ہوگا۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ ممبئی شہر میں علماء حقہ میں تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا، اور وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کو اپنی اہلیہ محترمہ کی حج سے واپسی پر ممبئی تشریف لے جانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت قدس سرہٗ پر حملہ کیا۔ میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت اقدس سرہٗ کو اس مکان سے دوسرے مکان میں اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا۔

۳۸ھ میں جب حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ ناکارہ بھی اس میں ہم رکاب تھا تو اہل ممبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے ممبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے۔ علماء دیوبند کا ممبئی میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ممبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا، لیکن اب وہی ممبئی ہے کہ جہاں علماء حقہ کی طلب اور بلانے کے تقاضے اتنی کثرت سے ہوتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا بھی مشکل ہے، جہاں تک تبلیغی اکابر کے ارشادات کا تعلق ہے ان سے انکار یا چشم پوشی انتہائی موجب تعجب ہے، اگر کسی تبلیغ والے میں سے کسی نالائق نے جو پہلے سے علماء کا مخالف ہو علماء کی شان میں خلاف کہہ دیا ہو تو یہ بھی دیکھنا ہے کہ تبلیغ سے پہلے علماء کے ساتھ کیسا تعلق رکھتا تھا، اگر وہ پہلے سے معتقد تھا اور تبلیغ میں آنے کے بعد یہ حرکت شروع کی تب تو تبلیغ پر یہ الزام سچا ہے اور اگر وہ پہلے سے مخالف تھا تو تم ہی سوچو کہ اس میں تبلیغ پر کیا الزام ہے مجھے اس وقت حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کا ایک لطیفہ یاد آیا "ایک مدرسہ کے طالب علم نے کسی کی چوری کر لی تھی اس نے حضرت قدس سرہٗ سے

شکایت کی کہ حضرت طالب علم بھی چوری کرنے لگے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بالکل نہیں بلکہ چور طالب علمی کرنے لگے۔

## علماء کے متعلق حضرت دہلویؒ کے ارشادات

حضرت دہلویؒ کا ارشاد ہے کہ:

(۱) ہمارے کارکن جہاں بھی کہیں جاویں وہاں کے حقانی علماء اور صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں لیکن یہ حاضری صرف استفادہ کی نیت سے ہو اور ان حضرات کو براہِ راست اس کام کی دعوت نہ دیں۔ وہ حضرات جن دینی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں ان کو تو وہ خوب جانتے ہیں اور ان کے منافع کا تجربہ رکھتے ہیں، اور تم اپنی یہ بات ان کو اچھی طرح سے سمجھا نہ سکو گے یعنی تم ان کو اپنی باتوں سے اس کا یقین نہ دلوا سکو گے کہ یہ کام ان کے دوسرے دینی مشاغل سے زیادہ دین کے لیے مفید اور زیادہ منفعت بخش ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہاری بات کو مانیں گے نہیں اس لیے ان کی خدمت میں بس استفادہ ہی کے لئے جایا جائے، لیکن ان کے ماحول میں نہایت محنت سے کام کیا جائے اور اصولوں کی زیادہ سے زیادہ رعایت کی کوشش کی جائے اس طرح امید ہے کہ تمہارے کام اور اس کے نتائج کی اطلاعیں خود بخود ان کو پہنچیں گی، اور وہ ان کے لئے داعی اور ان کی توجہ کی طالب ہو جائے گی پھر اگر اس کے بعد وہ خود تمہاری طرف اور تمہارے کام کی طرف متوجہ ہوں تو ان سے سرپرستی اور خبر گیری کی درخواست کی جائے، اور ان کے دینی ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات ان سے کہی جائے۔ (ملفوظات)

(۲) ارشاد فرمایا کہ اگر کہیں دیکھا جائے کہ وہاں کے علماء اور صلحاء اس کام کی طرف ہمدردانہ طور سے متوجہ نہیں ہوتے تو ان کی طرف سے بدگمانیوں کو دل میں جگہ نہ دی جائے، بلکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ ان حضرات پر اس کام کی پوری حقیقت ابھی کھلی نہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ دنیا جو حقیر و ذلیل چیز ہے جب اس کے گرفتار اپنے دنیوی مشاغل پر اس کام کو ترجیح نہیں دے سکتے اور اپنے مشاغل وانہماک کو چھوڑ کر اس کام میں نہیں لگ سکتے تو اہل دین اپنے اعلیٰ مشاغل کو اس کام کے لئے کیسے آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں۔ (ملفوظات)

(۳) فرمایا کہ مسلمانوں کو علماء کی خدمت میں چار نیتوں سے جانا چاہئے۔ اول اسلام کی جہت سے، دوم یہ کہ ان کے قلوب واجسام حامل علوم نبوت ہیں۔ اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اور لائق خدمت ہیں، سوم یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں، چہارم یہ کہ ان کی ضروریات کے تفقد کے لیے کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تفقد کر کے ان ضرورتوں کو پورا کر دیں جن کو اہل اموال پورا کر سکتے ہیں تو علماء اپنی ان ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے اور وہ وقت بھی خدمت علم و دین میں خرچ کریں گے تو اہل اموال کو ان کے ان اعمال کا ثواب ملے گا۔ (ملفوظات)

(۴) ایک بار فرمایا کہ جو وفود سہارنپور، دیوبند وغیرہ تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں ان کے ہمراہ تجار دہلی کے خطوط کر دیئے جائیں جن میں نیازمندانہ لہجہ میں حضرات علماء سے عرض کیا جائے کہ یہ وفود عوام میں تبلیغ کے لئے حاضر ہو رہے ہیں، آپ حضرات کے اوقات بہت قیمتی ہیں، اگر ان میں سے کچھ وقت اس قافلہ کی سرپرستی میں دے سکیں جس میں آپ کا اور طلبہ کا حرج نہ ہو تو اس کی سرپرستی فرمائیں اور طلبہ کو اس کام میں اپنی نگرانی میں ساتھ لیں۔ طلبہ کو از خود بدون اساتذہ کی نگرانی کے اس کام میں حصہ نہ لینا چاہئے، اور قافلہ والوں کو یعنی وفود تبلیغ کو نصیحت کی جائے کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں علماء پر اعتراض نہ آنے پائے، بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں، وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جب کہ دوسرے آرام کی نیند سوتے ہیں، اور ان کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر محمول کریں کہ ہم نے ان کے پاس آمد و رفت کم کی ہے اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہیں جو سالہا سال کے لئے ان کے پاس آپڑے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے، پھر فرمایا کہ ہمارا طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہیں۔ ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنی چاہئے اور علماء کا بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا۔ اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں۔ اور ان کے علم و صحبت سے بھی مستفید ہوں۔ (ملفوظات)

(۵) ایک مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب زادمجدہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا تھانویؒ کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے، کیونکہ وہ قریب العہد ہیں، اسی وجہ سے تم میری باتیں جلدی سمجھ جاتے ہو کہ مولانا کی باتیں سن چکے ہو اور تازہ سنی ہوئی ہیں، تمہاری وجہ سے میرے کام میں بہت برکت ہوتی ہے میرا بہت جی خوش ہوا، پھر بہت دعائیں دیں اور فرمایا تم خود بھی رو رو کر اس نعمت کا شکر کرو۔ (ملفوظات)

(۶) فرمایا کہ ہمارے کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لیے خصوصیت کے ساتھ جانا چاہئے علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے۔ الی آخرہ (ملفوظات)

(۷) فرمایا کہ ہمارے اس کام کا اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کے جس طبقہ کا حق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس کو ادا کرتے ہوئے اس دعوت کو اس کے سامنے پیش کیا جائے.... علماء دین کا حق تعظیم ادا کر کے ان کو یہ دعوت دی جائے۔ (ملفوظات)

(۸) ارشاد فرمایا "علماء سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعت کی چلت پھرت اور محنت و کوشش سے عوام میں دین کی طرف صرف طلب اور قدر ہی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ آگے دین کی تعلیم و تربیت کا کام علماء اور صلحاء کی توجہ فرمائی ہی سے ہوسکتا ہے اس لئے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے۔ (ملفوظات)

(۹) کسی سلسلے سے عہد حاضر کے ایک مشہور صاحب علم اور صاحب قلم خادم دین کا ذکر آگیا جن کی بعض علمی کمزوریوں کی بنا پر خاص دین دار حلقوں کو ان پر اعتراض تھا تو فرمایا کہ میں تو ان کا قدردان ہوں، اگر ان میں کوئی کمزوری ہو تو میں اس کا علم بھی حاصل کرنا نہیں چاہتا یہ معاملہ اللہ کا ہے شاید ان کے پاس اس کا کوئی عذر ہو، ہم کو تو عام حکم یہ ہے کہ دعائیں کرو۔

"وَلاَ تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلاًّ لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الآية" (ملفوظات)

(۱۰) فرمایا کہ ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو "جمیع ماجاء به النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم" سکھانا یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا، یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد۔ رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ اس مقصد کے لیے

ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ اور نماز کی تلقین و تعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی ا، ب، ت، ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورے کام نہیں کر سکتے ان سے تو بس اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جدو جہد سے ایک حرکت اور بیداری پیدا کر دیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں علماء و صلحاء کو بیچارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں، ہر جگہ پر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کر سکیں گے، اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی ہی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہوگا۔ البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جو ایک عرصہ سے افادہ و استفادہ اور تعلیم کے اس طریقہ پر عامل ہیں اور اس پر بڑی حد تک قابو پا چکے ہیں۔ (ملفوظات)

(۱۱)**دین علم سے ترقی پاتا ھے**: ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پا سکتا ہے، میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے یہ میرے لئے خسران عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے۔ (سوانح حضرت دہلویؒ)

علی میاںؒ سوانح مذکور میں لکھتے ہیں "مولانا ایک طرف علماء کو عوام سے اس دعوت کے ذریعہ قریب ہونے کی اور ان کا درد اپنے دل میں پیدا کرنے کی تاکید فرماتے تھے دوسری طرف عوام کو علماء کی مرتبہ شناسی، قدردانی اور ان سے استفادہ کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ان کو تاکید اصول کے مطابق علماء کی خدمت میں حاضر ہونے کی فہمائش کرتے تھے ان کی ملاقات اور زیارت کا ثواب بیان فرماتے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے آداب و اصول سمجھاتے تھے۔ ان کو دعوت دینے ان سے فائدہ اٹھانے اور ان کو مشغول کرنے کا طریقہ بتاتے تھے۔ ان کی جو باتیں سمجھ میں نہ آئیں ان کی تاویل اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی عادت ڈالتے، ان کو ان کی خدمت میں بھیجتے تھے اور پھر ان سے پوچھتے تھے کہ کس طرح گئے اور کیا باتیں ہوئیں؟ پھر ان کی تنقیدوں اور تاثرات کی اصلاح اور تصحیح فرماتے تھے۔ اسطرح عوام، تجار اور کاروباری لوگوں کو علماء سے اتنا قریب کر دیا کہ پچھلے برسوں میں کبھی اتنے قریب نہیں ہوئے۔ بدقسمتی سے شہروں میں سیاسی تحریکات اور مقامی

اختلافات کی وجہ سے عوام میں علماء کی طرف سے ایک عام بیزاری پیدا ہونے لگی تھی، اور بغیر کسی استثناء اور تخصیص کے عام حاملین دین اور علماء کے خلاف ایک عام جذبہ عناد پیدا ہونے لگا تھا۔ مولانا کی ان کوششوں اور حکمتِ عملی سے کم سے کم اس دعوت کے حلقۂ اثر میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ سیاسی اختلافات کو عوام دین کے لیے گوارا کرنے لگے، اور سیاسی مسلک کے اختلاف کے باوجود علماء حق کی تعظیم اور قدر واعتراف کی گنجائش نکل آئی، بڑے بڑے تاجر جو علماء سے برسوں سے متوحش تھے، علماء کی خدمت میں مؤدبانہ حاضر ہونے لگے۔ اور اپنے تبلیغی جلسوں اور تقریروں میں ادب واحترام کے ساتھ لے جانے لگے۔ (سوانح حضرت دہلویؒ)

(۱۲) **علماء کی خدمت کرو:۔** ایک طویل ملفوظ جو اپنی بیماری کی حالت میں ان لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے جو وضو کرا رہے تھے فرمایا کہ تم مجھے وضو کراتے وقت بیمار کی خدمت کی نیت کے علاوہ یہ نیت بھی کیا کرو ''اے اللہ! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اس بندہ کی نماز ہم سے اچھی ہوتی ہے تو ہم اس لیے اس کو وضو کراتے ہیں کہ اس کی نماز کے ثواب میں ہمارا حصہ ہو جائے۔'' پھر فرمایا ''یہ میں ان لوگوں کو کہتا ہوں لیکن میں خود اگر یہ سمجھنے لگوں کہ میری نماز ان لوگوں سے اچھی ہوتی ہے تو مردود ہو جاؤں۔'' اس کے بعد دوسری گفتگو کے بعد فرمایا ''تم لوگ ان علماء کی خدمت کرو جو ابھی تک تمہاری قوم کو دین سکھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں میرا کیا ہے؟ میں تمہارے ملک میں جاتا ہی ہوں تم نہ بلاؤ جب بھی جاؤں گا جو علماء ابھی تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں ان کی خدمتیں کرو گے تو وہ بھی تمہاری قوم کی دینی خدمت کرنے لگیں گے۔ (ملفوظات)

(۱۳) **مولانا محمد یوسفؒ اور علماء:** مولانا الحاج محمد یوسفؒ کی سوانح میں لکھا ہے کہ مولانا کی نگاہ میں علماء دین کی سب سے زیادہ قدر تھی۔ آج جس طرح علماء کی ناقدری ان پر بیجا تنقید کا رواج پیدا ہو گیا ہے مولانا اس کو دین کے لیے بڑا مہلک سمجھتے تھے اور ناقدری کرنے والوں کی محرومی کا باعث جانتے تھے، اپنے ایک رفیق کو تحریر کرتے ہیں:

''دیکھیے! خوب سمجھ لیجئے ہم اکابر علماء کے ہر وقت محتاج ہیں ان کے بغیر چارہ کار نہیں ان کے دامن کے ساتھ وابستگی ہماری سعادت ہے، یہ حضرات بہت سی خوبیوں اور علوم نبویہ کے انوارات کے حامل ہیں ان کی قدردانی علومِ نبوت کی قدردانی ہے، جس قدر ہم ان کی قدر و خدمت

کریں گے اوران کی خدمت میں حاضری کو بڑی عبادت سمجھ کران کے ارشادات ونصائح سے مستفید ہوتے ہوئے ان سے مفید مشورے حاصل کرتے رہیں گے اسی قدر علوم ِنبویہ کے انوارات سے منور ہوتے رہیں گے۔'' (سوانح یوسفیؒ)

(۱۴) ایک مرتبہ علماء کو تعلیمی حلقہ کے ختم پر فرمایا ''ہم یہ نہیں چاہتے کہ بخاری پڑھانے والوں کو التحیات پڑھانے پر لگا دیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ التحیات یاد کرانے کی بخاری پڑھانے والوں کے نزدیک بھی انتہائی اہمیت ہو۔ اس لئے کہ یہ بھی حضور ﷺ کے علوم میں سے ایک علم ہے اسے غیر اہم سمجھنے والا کہیں کا نہیں رہے گا، اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ درجہ بھی ماہرین بخاری کی نگرانی میں ہو'' (سوانح یوسفیؒ)

(۱۵) **علماء ہی امانت کے اہل ہیں**: ایک عالم دین کو خط لکھتے ہوئے حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے'' حضرات عالی کو اللہ رب العزت نے ہر طرح کی خوبی سے مالا مال فرمایا ہے، ان کو نورانی روحانی علوم کا سرچشمہ بھی بنایا اور اس زبردست عظمت والی امانت نبوت کا داعی بھی بنایا، اگر حضرات عالی کی توجہات اور دعاؤں سے یہ مبارک قابل رشک اور بہترین گروہ علم کی بلندیوں سے اس مبارک عمل کے دوڑ دھوپ کے میدان میں کود پڑے اور اپنی اس علمی اشتغال والی قربانیوں کیساتھ تھوڑے دنوں اس گھاٹی کو عبور کرے تو یہ امانت مبارکہ اہلوں کے ہاتھ میں آکر سرسبز ہو جائے اور نا اہلیت کی بنا پر جو خطرات لاحق ہوتے ہیں ان سے اس امانت عظیمہ کی حفاظت بھی ہو جائے۔ (سوانح یوسفیؒ)

(۱۶) **بزرگوں سے اچھا گمان رکھیں**: مولانا محمد یوسف صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں'' بزرگان دین سے بدظن نہ ہوں بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں، ان کے پاس جب جائیں تو دھیان میں یہ نہ ہو کہ میں ان کو کچھ دینے جا رہا ہوں بلکہ ہمیشہ یہی خیال رہے کہ مجھے کچھ حاصل کرنا ہے اوران حضرات کو دعوت نہ دیا کریں۔'' (سوانح یوسفیؒ)

(۱۷) **علماء عوام سے دور نہ ہوں**: مولانا محمد یوسف صاحب الوداعی ہدایات میں فرمایا کرتے تھے، خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعا کی درخواست کی جائے۔ اوران کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے۔ (سوانح یوسفی)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری اپنی ابتدائی آمد کی تفاصیل میں مولانا یوسف صاحبؒ کی طرف سے اکرام، اعزاز، خاطر کی تفاصیل لکھنے کے بعد جو قابل دید ہیں مگر بہت طویل ہیں لکھتے ہیں کہ یہ صرف میری ہی خصوصیت نہ تھی بلکہ ان کو کسی طرح سے یہ معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ فلاں عالم ہے بس پھر کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا، میرے ساتھ ایک رفیق تھے، جن میں کوئی ظاہری علامت ایسی نہ تھی جس سے ان کو عالم سمجھا جائے میں نے ان کو مولانا کہہ کر خطاب کیا۔ جس پر حضرت جی متوجہ ہوئے اور اپنی جگہ سے بلوا کر اپنے قریب بٹھایا۔ حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ میں جو دیوبند، سہارنپور جماعتیں بھیجتا ہوں اس لئے نہیں کہ تبلیغ کی جائے ان کو دعوت دی جائے میں تو اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ آج عوام علماء سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ ان سے قریب ہو جاویں اسی میں ان کا فائدہ ہے۔ (سوانح یوسفیؒ عزیزی)

(۱۸) **علماء کا احترام**: مولانا یوسف صاحبؒ کے سلہٹ کی تشریف آوری کی کارگزاری کا ذکر کرنے کے بعد مفتی عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کا برسوں قیام رہا اور حضرت مولانا یوسف صاحب اس قسم کی نسبتوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے جس مقام کو بزرگوں سے نسبت ہوتی وہاں کے اجتماع باوجود کام نہ ہونے کے خصوصی توجہ کے ساتھ مقرر فرماتے۔

چنانچہ انبہٹہ کا اجتماع حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی وجہ سے طے فرمایا۔ سلہٹ کے اجتماع میں حضرت مدنیؒ کے کافی خلفاء شریک ہوئے۔ آپ نے ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا اور مشوروں میں شریک رکھا۔ اور احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کام کی طرف توجہ دلائی۔ (سوانح عزیزی)

(۱۹) **سب سے اہم علم و ذکر**: مولانا محمد ثانی صاحب سوانح یوسفی میں ایک مکتوب مولانا یوسف صاحبؒ کا جناب الحاج فضل عظیم صاحب مراد آبادی ثم المکی کے نام طویل مکتوب میں لکھتے ہیں کہ "سب سے اہم جزو علم و ذکر کا اشتغال ہے: اور اس کے لیے سب سے اہم دو جانبوں کے حقوق کو ادا کرنے پر مداومت پالینا ہے ایک علم و ذکر کی طرف نسبت رکھنے والے بزرگوں کی عظمت کو دل میں محسوس کرنا جو کام کیا جائے اس کی اطلاع کے ذریعے اور مشاورت کے ذریعہ ان کی بڑائی کو پہچاننا اور ان کے حقوق کو ادا کرنا، اور اسی طرح دنیوی امور میں مادی بڑوں کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے مادی کاموں میں ان کی مشاورت کو بھی شامل کرنا۔

**(۲۰) علماء کی خدمت میں حاضری عبادت سمجھی جائے:** ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں (جو بہت طویل ہے) علم کے فضائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے، بہت طویل مکتوب تقریباً ۲۳ صفحے کا ہے، جو نصائح سے لبریز ہے۔ (سوانح یوسفی)

ایک اور جگہ ایک واقعہ لکھا ہے، مولانا یوسف صاحبؒ کے خادم اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوداؤد شریف کا سبق پڑھنے کے لیے حضرت جی (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) کے کتب خانہ میں جا رہے تھے کہ خبر ملی کہ مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی خلیفہ حضرت تھانویؒ تشریف لا رہے ہیں، ہم لوگوں کا پڑھنا ملتوی ہوگیا، اور حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب تشریف لے آئے حضرت مولانا نے حجرے سے باہر آکر استقبال فرمایا اور حجرہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد حضرت مولانا اپنے کتب خانہ سے اپنی تصانیف امانی الحبار اور حیاۃ الصحابہؓ لائے۔ اور خدمت میں پیش فرمائیں۔ موصوف دیکھتے جاتے تھے اور حضرت کی قربانی اور بلند عزمی کا اظہار کرتے جاتے تھے۔ (سوانح یوسفی)

## (اشکال نمبر ۶) تبلیغ اور وعظ میں فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے

جو بہت ہی شروع سے ہو رہا ہے کہ تبلیغ علماء کا کام ہے جاہلوں کا کام تبلیغ کرنا نہیں، یہ اعتراض بہت ہی مختلف عنوانات میں مختلف عبارات میں مجھ تک پہنچتا رہا۔ اور میں مختصر و مفصل سوال کے مطابق جواب بھی لکھواتا رہا۔ یہ اعتراض دراصل تبلیغ و وعظ میں فرق نہ کرنیکی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وعظ درحقیقت صرف عالموں کا کام ہے جاہلوں کو وعظ کہنا جائز نہیں اس کے لیے عالم ہونا بہت ضروری ہے تاکہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ شریعت کے موافق ہو۔

کوئی چیز اس میں قرآن وحدیث کے خلاف نہ کہی جاسکے، اور تبلیغ جس کے معنی صرف پیام پہنچا دینے کے ہیں کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیج دینے کے واسطے اس کا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں جن اکابر کے کلام میں تبلیغ علماء کے ساتھ مخصوص ذکر کی گئی ہے وہ حقیقت میں تبلیغ کے لفظ کو عام سمجھ کر اس کا اطلاق کر دیا گیا ہے ورنہ نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل نہیں وارد

ہوتا۔اس لیے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور ان ہی کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر در شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو، حضرت حکیم الامۃؒ کا ارشاد ہے کہ جو مسائل منصوص صاف صاف شریعت کے ہیں ان کی تبلیغ صرف علماء کے ساتھ خاص نہیں ہر شخص بآواز بلند کہہ سکتا ہے امور اجتہادیہ سے خطاب کرنا البتہ علماء کے ساتھ خاص ہے کہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔ (انفاس عیسیٰ)

تعجب ہے کہ ایک جانب تو ان پر یہ اعتراض ہے کہ جاہلوں کو تبلیغ کے واسطے بھیجا جاتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ لوگ دین کے دوسرے امور کو نہیں لیتے۔ شریعت اور دین ان چھ نمبروں میں موقوف نہیں، بہت سے اوامر، نواہی، منکرات ایسے ہیں جن کی اصلاح بہت ضروری ہے، مگر یہ تبلیغ والے ان کو نہیں چھیڑتے اس کی دراصل وجہ یہ ہی ہے کہ یہ عامی لوگ ہوتے ہیں ان کو وعظ کہنے کی بالکل اجازت نہیں الا یہ کہ ان میں علماء ہوں تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ عالم کا وعظ کہنا حق ہے مگر تبلیغی اسفار میں اور تبلیغی اجتماعات میں وہ بھی اس کے پابند ہیں کہ تبلیغ کے چھ نمبروں کے علاوہ اس اجتماع میں دوسری چیزیں نہ چھیڑیں کہ مسائل میں اختلافات ہوتے ہیں اور اختلافی مسائل میں مناظرہ وغیرہ شروع ہو جاتے ہیں ان کے چھ امور اجتماعی اور متفق علیہ ہیں جن میں کوئی اختلافی چیز نہیں، اور یہ بات کہ تبلیغ کے لئے عالم ہونا ضروری نہیں احادیث کثیرہ اور آثار صحابہؓ سے بہت ہی کثرت سے ثابت ہے۔

## تبلیغ کے لئے عالم ہونا شرط نہیں

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر متعدد اعلانات فرمائے جو کتب حدیث میں کثرت سے موجود ہیں اور ان پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو حاضر ہیں وہ غائبین کو میرا پیام پہنچا دیں، حالانکہ حجۃ الوداع میں سوا لاکھ کا مجمع تھا، کیا سارے ہی عالم تھے۔ ان میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے اس سے پہلے حضور اقدس ﷺ کی زیارت بھی نہیں کی تھی۔ مگر چونکہ صرف ایک خاص پیام پہنچانا تھا اس کے لیے عالم ہونے کی ضرورت نہیں، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے متعدد مواقع میں یہ اعلان

فرمایا کہ حاضرین غائبین کو یہ پیام پہنچا دیں، امام بخاریؒ نے "باب رب مبلغ اوعیٰ من سامع" باب باندھا ہے یہ بہت سے ایسے لوگ جو کم پڑھے ہوں ایسوں کو پیام پہنچاتے ہیں جو زیادہ پڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے حضور اقدس کا یہ پیام نقل کیا ہے کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تم پر ہمیشہ کے لیے ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ اس شہر میں اس دن میں اور اس مہینے میں، پھر یہ اعلان فرمایا کہ جو موجود ہیں وہ غائبین کو میرا پیغام پہنچا دیں۔ بہت ممکن ہے کہ جو موجود ہیں وہ ایسے لوگوں تک میرا پیغام پہنچائیں جو سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں۔ اس حدیث پاک سے معترضین کا یہ اعتراض بھی اڑ گیا کہ جاہلوں کو تبلیغ کے لئے علماء کے پاس بھیجا جاتا ہے حضرت دہلویؒ کا ایک ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کو تبلیغ کا اہل نہیں سمجھتا تو اس کو بیٹھا رہنا نہیں چاہئے بلکہ اس کو تو کام میں لگنے اور دوسروں کو اٹھانے کی اور زیادہ کوشش کرنا چاہیے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بڑا خیر کا کام چند نا اہلوں کے سلسلہ سے کسی اہل تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ پھولتا پھلتا ہے اور پھر اس کا اجر بقاعدہ "من دعا الی حسنة" (الحدیث) کی بنا پر نا اہلوں کو بھی پورا پہنچ جاتا ہے جو اس کام کے اس اہل تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ پس جو نا اہل ہو اسکو تو اس کام میں اور زیادہ زور سے لگنا ضروری ہے میں بھی اپنے کو چونکہ نا اہل سمجھتا ہوں اس لیے اس میں منہمک ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے کام کو اس کے کسی اہل تک پہنچا دے اور پھر اس کام کا جو اعلیٰ اجر اللہ پاک کے یہاں ہو وہ مجھے بھی عطا فرما دیا جاوے۔ (ملفوظات حضرت دہلویؒ)

## تبلیغ خاص انفرادی طور پر ہر شخص کے ذمہ ہے (حضرت تھانویؒ)

اسی طرح امام بخاریؒ نے مستقل ایک باب اور باندھا ہے۔ "باب تحریض النبی صلی الله علیه وسلم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان و العلم و یخبرو امن و رائهم" حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو چند باتیں بتائیں اور یہ فرمایا کہ ان باتوں کو محفوظ رکھو اور اپنی قوم میں جا کر ان کو پہنچا دو۔ امام بخاری نے باب القراءۃ علی المحدث میں ایک صحابیؓ کا واقعہ لکھا ہے جو ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس آپ کا قاصد پہنچا اور انہوں نے آپ کی طرف سے نقل کیا کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا

ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "میرے قاصد نے سچ کہا ہے" انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ کے قاصد نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے اوپر پانچ نمازیں فرض ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سچ کہا، انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ﷺ کے قاصد نے کہا کہ ہمارے اوپر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سچ کہا، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے میں ان چیزوں میں سے کسی میں کمی یا زیادتی نہیں کروں گا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا" اس حدیث پاک میں کمی زیادتی نہ کرنے میں مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ اپنی قوم کے پاس پہنچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔ انفاس عیسیٰ میں حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تبلیغ کی دو قسمیں ہیں خاص و عام، تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح خطاب بغیر المنصوص علماء کا کام ہے اور خطاب بالمنصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کرسکتا ہے۔ فقط

یہی وہ فرق ہے جس کو میں نے شروع میں کہا کہ وعظ صرف علماء کا کام ہے اور مخصوص چیزوں کا پہنچا دینا علماء کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر شخص کو کرنا چاہیے۔ حضرت تھانویؒ نے اپنے وعظ آداب التبلیغ میں بہت تفصیل سے اس کو بیان فرمایا ہے اس میں بھی تبلیغ عام اور خاص کی تفریق فرمائی ہے۔ اور بیان فرمایا ہے کہ تبلیغ خاص کے لئے تو مسئلہ کی حقیقت کا معلوم ہونا اور اس کے بیان پر قدرت ہونا شرط ہے۔ اور تبلیغ عام یعنی وعظ کہنا یہ علماء کا کام ہے۔ خواہ درسیات پڑھ کر عالم ہوا ہو یا کسی عالم سے مسائل سن سن کر عالم ہو گیا ہو اس کو بھی تبلیغ عام کی اجازت ہے بشرطیکہ کسی بڑے نے اس کو اس کام کے لئے متعین کیا ہو، چنانچہ صحابہؓ نے کہاں پڑھا تھا وہ بھی تو سن سن کر تبلیغ کرتے تھے، مگر ہر شخص خود نہ سمجھے کہ میں اس قابل ہوں جب تک کوئی کامل نہ کہہ دے کہ تم کامل ہو، بہجۃ النفوس کا ترجمہ جو مولانا ظفر احمد صاحب نے حضرت تھانویؒ کے ارشاد سے کیا اور وہ بخاری شریف کی احادیث کا انتخاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نیز تبلیغ کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے یہی مراد ہے۔

## وارثین انبیاء علیہم السلام کو تدریس کے ساتھ تبلیغ بھی کرنی چاہیے

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ خواص نے درس وتدریس پر قناعت کر لی ہے عامۂ مسلمین کو امر ونہی کرنے سے پہلو تہی کی جاتی ہے، حالانکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا جن کے یہ حضرات وارث ہیں اصل وظیفہ امر ونہی اور تبلیغ ہی تھا، اصطلاحی درس وتدریس ان کا وظیفہ نہ تھا۔ درس وتدریس دراصل اسی مقصد کا وسیلہ اور ذریعہ ہے تاکہ مبلغ علم صحیح کے ساتھ تبلیغ کر سکے۔ پھر یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے وسیلہ اور ذریعہ کا تو اتنا اہتمام اور اصل مقصد سے اتنی بے پروائی....اور عامۂ مسلمین کو جان لینا چاہیے کہ تبلیغ احکام صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ جس شخص کو جتنا علم احکام کا حاصل ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا اس کے ذمہ فرض ہے۔ مثلاً سب کو معلوم ہے کہ نماز فرض ہے تو جو نماز نہیں پڑھتا اس کو یہ حکم پہنچانا ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے۔ اسی طرح جن کاموں کا گناہ ہونا معلوم ہے ان کا گنا ہونا اس شخص کو بتلایا جائے جو ان میں مبتلا ہے۔ البتہ عام لوگوں کو وعظ کی صورت سے تبلیغ نہ کرنا چاہیے کہ منصب اہل علم کا ہے، جاہل جب وعظ کہنا شروع کرتا ہے تو غلط یا صحیح جو زبان پر آتا ہے کہہ جاتا ہے۔ جس سے گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اس لیے عوام کو وعظ نہ کہنا چاہئے بلکہ گفت وشنید اور نصیحت کے طور پر ایک دوسرے کو احکام سے مطلع کرنا چاہئے کیونکہ تبلیغ احکام فرض ہے اور اس کو اصلاح حال میں بھی بڑا دخل ہے۔ فقط

## (اشکال نمبر ۷) تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی ہے

مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ تبلیغ کو حریف قرار دیا جاتا ہے یہ بھی غلط ہے جیسا مدارس کا فائدہ علیحدہ ہے ایسا ہی خانقاہوں کا فائدہ علیحدہ اسی طرح تبلیغ کا فائدہ بھی مستقل ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اور مدارس اور خانقاہوں کا فائدہ خصوصی ہے کہ مدارس اور خانقاہوں سے وہی لوگ تمتع حاصل کر سکتے ہیں۔ جو مدارس اور خانقاہوں میں جائیں اور تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اس حیثیت سے اس کا فائدہ ان دونوں سے زیادہ اہم اور اتم ہے کہ اس میں ناقدروں، جاہلوں دین سے ناواقف لوگوں کو دین کی طرف کھینچ کر لانا ہے۔ حضرت تھانویؒ کا ارشاد وافاضات میں لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درس وتدریس متعارف مقصود کا

مقدمہ ہے اور اصل مقصود تبلیغ ہے۔ آج کل بڑی کوتاہی ہو رہی ہے کہ درس و تدریس کو اصل سمجھ لیا ہے اور اس کوتاہی اور غلطی کی بدولت اکثر علماء کو جو تبلیغ نہیں کرتے ایک بہت بڑی فضیلت سے محرومی ہو گئی ہے۔ حضرات انبیاء کا درس یہی تبلیغ تھا۔ ابتداء میں درس و تدریس اور بعد فراغ علوم تحصیل اور تبلیغ دونوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں ایک طرف متوجہ ہو کر دوسری طرف سے غفلت کرنا یہ عظیم کوتاہی ہے علماء کو اسطرف ضرور توجہ کرنی چاہئے کہ وہ اپنا وقت تبلیغ میں بھی صرف کیا کریں..... آج کل مدارس میں اس کی بڑی کمی ہے، پڑھنے پڑھانے میں جس قدر مشغولی ہے تبلیغ کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ جس قدر وقت اس میں صرف کرتے ہیں تبلیغ میں اس کا نصف حصہ بھی خرچ نہیں کرتے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ تحریر ہے "ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دین میں تبلیغ اصل ہے اور درس و تدریس اس کے مقدمات، مگر یہ شرط ہے کہ بلاضرورت کسی مفسدہ میں ابتلاء ہو جائے ورنہ سکوت ہی بہتر ہے۔ چنانچہ..... میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا موقع پر خیال رہتا تھا کہ لوگوں کو تبلیغ کرنا چاہئے۔ ایک شخص ریل میں تھا۔ اسکا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بھائی یہ شریعت کے خلاف ہے اس کو درست کر لینا۔ اس نے چھٹتے ہی شریعت کو ماں کی گالی دی، اسی روز سے میں نے بلاضرورت لوگوں کو کہنا چھوڑ دیا۔ کہ ابھی تک تو گناہ ہی تھا اور اس صورت میں کفر تک نوبت آ گئی۔" (افاضات یومیہ حصہ اول)

ایک مرتبہ فرمایا کہ اصل کام دعوت الی اللہ ہے۔ اور اس کے محفوظ اور قائم رکھنے کے لیے مدارس کی ضرورت ہے۔ اب یہ چاہئے کہ جب مدارس سے علم ضروری حاصل کر لیں تو دعوت الی اللہ بھی کیا کریں۔ جس کا آسان ذریعہ وعظ ہے اور پڑھنا پڑھانا اس کا مقدمہ ہے۔ اس لیے یہ شغل بھی ضرور رکھیں جیسے نماز کیلئے وضو اور وضو کے لئے پانی اور لوٹوں کا جمع کرنا ضروری ہے ایسے ہی تبلیغ کے لیے بھی پڑھنا پڑھانا ضروری ہے لیکن اگر کوئی شخص..... وضو اور لوٹوں ہی کے اہتمام میں رہے اور پانی ہی بھرا کرے اور نماز کا وقت گذر جائے تو کیا یہ شخص قابل مدح ہے؟ پس اسی طرح پڑھنا پڑھانا دعوت الی الحق کے صرف مقدمات ہیں۔ مگر اب ان مقدمات میں ایسی مشغولی ہوئی کہ اصل کام کو بھی بھول گئے افسوس جو لوگ اس کے اہل تھے وہ بھی اس کو بھولے ہوئے ہیں کہ وہ مقدمات ہی میں مشغول ہیں مقصود میں وقت صرف نہیں کرتے۔ (التبلیغ نمبر ۲۰ وعظ دعوت الی اللہ)

گذشتہ مضامین میں کثرت سے یہ مضمون لکھا جا چکا کہ حضرت دہلوی اور مولانا یوسف صاحب رحمہما اللہ کے مکاتیب، تقاریر، ملفوظات میں مدارس اور خانقاہوں کی اہمیت جتنی کثرت سے بیان کی گئی ہے وہ ظاہر ہے اور وہ دونوں حضرات اپنی تبلیغ کو مدارس اور خانقاہوں کے لئے بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے فرماتے اور لکھتے رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ مدارس اور خانقاہوں میں وہی شخص جائے گا جس میں طلب ہوگی اور لوگوں میں طلب پیدا کرنے کا واحد ذریعہ یہ عمومی تبلیغ ہی ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں دین کی طلب پیدا ہو اور جب تک دین کی طلب اور تڑپ پیدا نہ ہوگی نہ مدارس کو کوئی پوچھے گا نہ خانقاہوں کو، اگر تبلیغی کارگذاریوں کو معلوم کیا جائے اور ان کی احوال سے تفصیلی علم حاصل ہو تو صرف ایک میوات ہی اس کے لئے شاہد عدل ہے کہ جہاں اسلام سے بھی لوگ واقف نہیں تھے وہاں ان چالیس سال میں کتنے علماء پیدا ہوئے جن کی تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہوگئی۔ کتنے سالکین حضرت اقدس تھانویؒ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ حضرت اقدس رائے پوریؒ کے خلفاء بن چکے ہیں۔ علی میاںؒ حضرت دہلوی کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ:

آپ نے یہ اچھی طرح محسوس کر لیا کہ ایسی حالت میں مسلمانوں میں ایمان یقین روبہ تنزل ہیں دین کی قدر و عظمت دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے، عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، لہٰذا ان تکمیلی شعبوں کا قیام جو دین کی جڑ پکڑ جانے کے بعد کی چیزیں ہیں ذرا قبل از وقت باتیں ہیں، طبائع اور رجحانات کے سیلاب کے رخ کو خداداد فراست و بصیرت سے پہچان کر آپ نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ نئے دینی اداروں کا قیام تو الگ رہا پرانے اداروں اور دینی مرکزوں کی زندگی بھی ایسی حالت میں خطرے سے باہر نہیں۔ اس لیے کہ وہ رگیں اور شرائیں جن سے ان میں خون زندگی آتا تھا مسلمانوں کے جسم میں برابر خشک ہوتی جا رہی ہیں، انکی طلب اور ان کی ضرورت کا احساس اور ان کے قائم ہو جانے کے بعد ان کی قدر اور ان کے خدمت گذاروں کی خدمات کا اعتراف ختم ہو رہا ہے، اس سلسلے میں حضرت کا ایک بہت طویل مکتوب جناب الحاج شیخ رشید احمد صاحبؒ تاجر اسلحہ الٰہی بخش اینڈ کو دہلی کے نام مدارس کی اہمیت اور ان کے بقاء و تحفظ کیلئے تبلیغ کی ضرورت پر تحریر فرمایا جو بہت اہم ہے، اس کے بعد اس خط کی شرح میں علی میاں لکھتے ہیں کہ "مولانا سمجھتے تھے کہ مدارس کا وجود مسلمانوں کیلئے نہایت ضروری ہے اور اس سایۂ رحمت

کے مسلمانوں کے سروں سے اٹھ جانے کو موجب وبال اور قہر سمجھتے تھے۔ لیکن مولانا سمجھتے تھے کہ ان مدارس کا وجود وقیام اس زمین پر ہے جو ہمارے اسلاف تیار کر گئے تھے۔ اصل دین کی تبلیغ اور جدو جہد کی بدولت مسلمانوں میں دین کی جو طلب اور قدر پیدا ہوگئی تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دین کو اپنی نئی نسل میں پیدا کرنے کے لیے اور اس کو دنیا میں قائم و باقی رکھنے کے لیے دیندار مسلمانوں نے جابجا مکاتب و مدارس قائم کئے اور ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھا اس بچی کھچی طلب اور قدر کا نتیجہ ہے کہ ابھی تک یہ مدارس چل رہے ہیں اور ان کو طالب علم مل رہے ہیں، لیکن اس سرمایہ طلب میں برابر کمی آرہی ہے اور اضافہ نہیں ہو رہا ہے یہ صورت حال دین کے مستقبل اور دینی اداروں کے وجود و بقاء کیلئے سخت تشویشناک ہے۔ (دینی دعوت)

## (اشکال نمبر ۸) اہل علم کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنانا

یہ بھی بعض مرتبہ خطوط میں آیا اور سننے میں بھی آیا کہ عالموں کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنایا جاتا ہے۔ بظاہر تو یہ اعتراض یقیناً اہم ہے، مگر درحقیقت امارت کے مناسبات الگ ہوتے ہیں جس کے درمیان میں صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ انتظامی صلاحیتیں غور وفکر وغیرہ امور بھی ضروری ہیں۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امیر بنانا عہد نبوت سے چلتا آرہا ہے۔ نبی کریمؐ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو متعدد سرایا میں امیر بنا کر بھیجا ہے۔ طعن کرنے والوں سے تو کوئی زمانہ خالی ہوتا نہیں بعض لوگوں نے انکی امارت پر اعتراض کیا حضور اقدس ﷺ نے خطبہ فرمایا۔ اور حمد وصلوۃ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ اسامہ کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو اس سے پہلے ان کے والد زید کی امارت میں اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم کہ وہ امارت کا زیادہ مستحق تھا اور مجھے محبوب۔ (بخاری) اعتراضات کی وجوہ میں یہ بھی تھا کہ اس نوعمر لڑکے کو مہاجرین اولین پر امیر بنا دیا (حیاۃ الصحابہؓ) حضور اقدس ﷺ نے حضرت اسامہ کو اپنے مرض وصال میں امیر بنایا۔ جس کی تنفیذ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور اقدس ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کی کتب حدیث و سیر میں مفصل اس کی احادیث موجود ہیں۔ کہ اول تو اس لشکر کو اس حالت میں بھیجنے ہی پر لوگوں کو اشکال تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اصرار کیا کہ جس لشکر کو حضور اقدس ﷺ نے نافذ فرمایا ہے

میں اس کو روک نہیں سکتا تو پھر انصار نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ اگر اس کا بھیجنا ضروری ہے تو پھر ہمارے اوپر کسی ایسے شخص کو امیر بنادیں جو سن رسیدہ ہو، جب حضرت عمرؓ یہ پیام لیکر حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کی داڑھی مبارک کو پکڑ کر کہا تو مر جاوے حضور اقدس ﷺ نے اس کو امیر بنایا اور تو مجھے یہ کہتا ہے کہ میں اسکو اس کی امارت سے ہٹادوں۔ حضرت عمرؓ نے جا کر کہا کہ تمہیں تمہاری مائیں روئیں مجھے تمہاری وجہ سے آج خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پیش آیا۔'' بہت طویل قصہ ہے۔ حیاۃ الصحابہؓ نیز حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہؓ کو امیر بنایا جبکہ ان کے ماتحت حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ مفصل حدیث حیاۃ الصحابہؓ میں ہے، حضور اقدس ﷺ نے جہینہ پر جو وفد بھیجا اس میں عبداللہ بن جحش کو امیر بنایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ تم میں زیادہ افضل نہیں ہے، لیکن بھوک اور پیاس پر زیادہ صبر کرنے والے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہؓ ج ۲)

## امارت کیلئے خاص صفات کو دیکھا جاتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ امارت کے سلسلہ کے درمیان میں صرف افضلیت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اور بھی بہت سی چیزیں اس میں قابل لحاظ ہوتی ہیں۔ حضرت قیس بن سعد کو ایک لشکر کے اوپر امیر بنایا۔ جن میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ بھی موجود تھے۔ (حیاۃ الصحابہؓ جلد ۲)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں یزید بن ابی سفیان کو امیر بنایا اور ماتحتی میں امین ہذہ الامۃ حضرت ابو عبیدہؓ اور امام العلماء حضرت معاذ بن جبلؓ تھے اور یہ دونوں لقب ان دونوں حضرات کیلئے حضور اقدس ﷺ کے ارشاد فرمودہ ہیں مفصل قصہ حیاۃ الصحابہؓ میں ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو مہاجرین اور انصار کی بڑی جماعت پر امیر بنا کر بھیجا۔ اور ان سے فرمایا ''تم نے دیکھ لیا کہ میں نے تمہیں ایسے لوگوں پر امیر بنایا ہے جو اسلام میں تم سے مقدم ہیں اور وہ اسلام کے بارے میں تم سے زیادہ غنی ہیں۔ آخرت کے حاکموں میں سے بننے کی کوشش کیجیو، اور ہر بات کے درمیان میں اللہ کی رضا کا اہتمام رکھیو۔'' (حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت حکیم الامۃؒ کا ارشاد افاضات یومیہ میں منقول ہے کہ محمد بن قاسم حجاج بن

یوسف کے داماد تھے، جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی اس وقت سترہ سال کی عمر تھی لشکر میں بڑے بڑے پرانے تجربہ کار ہمراہ تھے مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے۔ یہ سب برکت ایمان اور فہم صحیح کی تھی، سترہ سال کی عمر اور دوسرے ممالک پر چڑھائی، زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا اس وقت فہم عام تھا۔ اب جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بعد ہوتا جا رہا ہے اس قدر اس میں کمی ہوتی جا رہی ہے فقط درحقیقت امارت کے واسطے صرف مشیخت یا افضلیت یا عملیت کافی نہیں اس میں ان چیزوں سے زیادہ ضرورت بالخصوص اسفار کے موقعہ پر ایسے شخص کی ہوتی ہے جو ہمت، قوت، مشقتوں کے برداشت میں زیادہ تحمل کرنے والا ہو، تبلیغ والے امارت کیلئے خاص طور پر اس کی رعایت ضرور رکھتے ہیں کہ پہلے سے کسی دورہ وغیرہ میں نکل چکا ہو کہ وہ فی الجملہ تجربہ کار ہوتا ہے واقف ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض جماعتوں میں کسی پرانے کارکن کو ایسے اکابر پر بھی امیر بنا دیا جاتا ہے اور بنانا ضروری ہے جو پہلے کسی گشت میں نہ گئے ہوں، کہ وہ اصول طریق کار سے اپنی علوشان کے باوجود ناواقف ہوتے ہیں۔ مقولہ مشہور ہے۔" سل المجرب و لاتسئل الحکیم"

"تجربہ کاروں سے دریافت کرو اہل حکمت سے نہ پوچھو"

کہ بات تجربہ کار سے پوچھنی چاہئے۔ بہت سے طبیب و ڈاکٹر جن کی ڈگریاں اونچی ہوتی ہیں لیکن علاج ان سے کم ڈگریوں والوں کا بوجہ ان کے تجربات کے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ پہلے سفر حج یعنی ۱۳۳۸ھ میں شریف کے اخیر زمانہ میں مدینہ کا راستہ نہایت مخدوش تھا۔ جس کی وجہ سے مدینہ پاک قافلے بہت کم گئے۔ ہم لوگوں کا پہلا سفر حج تھا۔ اس لیے حضرت اقدسؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو مدینہ کئی دفعہ حاضر ہو چکا ہوں۔ قیام کی نیت سے جا رہا تھا مگر قیام کی تو حضرت مولانا محب الدین صاحب اجازت نہیں دیتے۔ تم لوگوں کا پہلا حج ہے معلوم نہیں پھر حاضری ہو نہ ہو۔ اس لیے تم ہو آؤ، مدینہ پاک کے اس سفر میں اس سیہ کار کو حضرت نے امیر بنا دیا حالانکہ اس قافلہ میں مجھ سے زیادہ علم والے فضل والے بڑے بڑے بوڑھے بھی موجود تھے۔ اس کی تفصیل میرے رسالہ آپ بیتی میں گذر چکی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ الزام بھی دہرایا گیا کہ تبلیغ والوں کا یہ عذر کہ کوئی اہل نہیں تھا اس واسطے نا اہل ہی کو امیر بنا دیا۔ اور اس پر بہت فقرے کسے گئے کہ جب کوئی اہل نہیں تھا تو کیا

ضرورت تھی کہ جماعت نکالی جاتی یہ بھی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ جب تبلیغ کی اہمیت اس کی ضرورت اور احتیاج کثرت سے معلوم ہو چکی تو پھر یہ اشکال کہ نااہل کو کیوں امیر بنا دیا مسئلوں سے ناواقفیت ہے، علماء کے نزدیک بالاتفاق امیوں کی نماز امی امام کے پیچھے جائز ہے اس وجہ سے کہ جماعت میں کوئی قاری یا عالم نہیں جماعت کا چھوڑنا جائز نہیں، امارت تو معمولی چیزیں ہیں اور عارضی، حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے تو اپنے ملفوظات میں کثرت سے تحریر فرما دیا کہ مشائخ بعض اوقات نااہل کو بھی اجازت دے دیتے ہیں، میرے رسالہ آپ بیتی نمبر ۵ میں یہ مضمون بہت تفصیل سے گذر چکا ہے۔ حضرت تھانویؒ ایک طویل گفتگو میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر امامت کیلئے کوئی وجہ کافی نہ ہو تو یہی وجہ کافی ہے کہ امام کو باوجود نااہل ہونے کے جب لوگ اہل سمجھ کر امام بناتے ہیں تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس کو لوگوں کے گمان کے موافق اہل ہی کر دیں۔ اکثر واقع ہوا ہے کہ مشائخ نے کسی ایسے شخص کو اجازت دی جس میں اہلیت نہ تھی مگر حق تعالیٰ نے ان کے فعل کی برکت سے اس کو اہل کر دیا۔ (مجالس الحکمۃ)

## انجن کی طاقت

حضرت دہلویؒ کا نکاح ۱۳۳۰ھ میں ہوا جب کہ عمر ۲۷ سال کی تھی، اور نکاح میں اعلیٰ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رائپوری حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب حضرت حکیم الامت تھانویؒ وغیرہ اکابر موجود تھے۔ حضرت دہلویؒ کو امامت کیلئے بڑھا دیا تو مولانا بدر الحسنؒ نے جو خاندان کے بڑے تھے مزاحاً کہا کہ انجن تو اتنا چھوٹا اور اتنے بھاری بھاری ڈبے تو حضرت حکیم الامۃ نے فرمایا تھا کہ یہ تو انجن کی طاقت پر منحصر ہے فقط نوعمر امیر بھی بسا اوقات قافلہ کو زیادہ قابو میں رکھ سکتا ہے۔

## (اشکال نمبر ۹) حضرات اکابر حضرت مدنیؒ و تھانویؒ تبلیغ کے حق میں نہ تھے

ایک اعتراض کثرت سے کانوں میں پڑا کہ حضرت حکیم الامۃ اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہما اس موجودہ تبلیغ کے خلاف تھے، حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق تو آئندہ مستقل نمبر آ رہا ہے کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے تو کثرت سے ان تبلیغی مجامع میں شرکت فرمائی۔ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں ۴۰ھ میں تو اس ناکارہ کی طباعت بذل کے

سلسلے میں بہت کثرت سے حاضری ہوئی، اس وقت تک تو یہ تبلیغ شروع نہ ہوئی تھی اس کے بعد ۴۶ھ سے حجاز سے واپسی کے بعد حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال ۱۲ رجب ۶۲ ۱۳ھ تک بہت ہی کثرت سے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کی نوبت آئی۔ مہینہ تو شاید ہی کوئی گیا ہو مگر دو مہینے مسلسل کبھی ایسے نہیں گزرے ہوں گے کہ تھان بھون کی حاضری نہ ہوئی ہو۔ میں نے اس دوران میں حضرت کی مجلس میں کوئی مخالفت نہیں سنی۔

## مولوی الیاس نے یاس کو آس میں بدل دیا (حضرت تھانویؒ)

البتہ لوگوں سے میرے کان میں پڑا، مگر حضرت قدس سرہٗ کے اجل خلفاء کی تحریرات مستقل نمبر میں آگے آرہی ہیں جن سے ان حضرات کا اس تبلیغ کے ساتھ شغف وانہماک معلوم ہوگا، اس کے بالمقابل یہ مقولہ حضرت حکیم الامۃ کا متعدد لوگوں سے میرے کان میں پڑا کہ ''مولوی الیاس صاحب نے تو یاس کو آس سے بدل دیا حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی سوانح میں علی میاں نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحب نے جب حضرت حکیم الامۃ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی تو مولانا نے فرمایا کہ دلائل کی ضرورت نہیں دلائل تو کسی چیز کے ثبوت اور صداقت کیلئے پیش کیے جاتے ہیں میرا تو اطمینان عمل سے ہو چکا ہے۔ اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں آپ نے تو ماشاء اللہ یاس کو آس سے بدل دیا مولانا کو ایک بے اطمینانی یہ تھی کہ علم کے بغیر یہ لوگ فریضہ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے۔ لیکن جب مولانا ظفر احمد صاحب نے بتلایا کہ یہ مبلغین ان چیزوں کے سوا جن کا ان کو حکم ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے۔ اور کچھ اور نہیں چھیڑتے تو مولانا کو مزید اطمینان ہوا۔'' اور یہ مضمون گذشتہ مضامین حضرت تھانویؒ کے مختلف ملفوظات میں گذر چکا ہے کہ وعظ عالموں کا کام ہے تبلیغ ہر شخص کر سکتا ہے تبلیغ اور تذکیر کے فرق کے بیان میں حضرت تھانوی کے مختلف مضامین اس سلسلے میں گذر چکے ہیں، اگر کسی موقع پر حضرت حکیم الامت نے کوئی نکیر فرمائی ہوگی تو یقیناً اس روایت پر کہ جاہلوں کا وعظ نقل کیا گیا ہو، یا کسی مبلغ یا کسی خاص جماعت کی بے عنوانی نقل کی گئی ہوگی اس پر حضرت کا نکیر فرمانا برمحل ہے۔ تقریباً آٹھ سال ہوئے ایک صاحب کا خط میرے پاس آیا تھا جس میں یہی استفسار کیا گیا تھا کہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کیا اس تحریک کے مخالف تھے۔ اور یہ کہ میرے شیخ مجھے اس میں شرکت کی اجازت نہیں

دیتے اور میں اس کو بہت ضروری سمجھتا ہوں ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میرا وہ خط اسی زمانہ میں چند سال ہوئے ایک رسالہ ''چشمہ آفتاب'' میں طبع ہوگیا تھا، جس کو اس رسالہ سے یہاں نقل کراتا ہوں۔

## ایک اہم مکتوب

عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق مخالفت میرے علم میں نہیں۔ بلکہ میرے علم میں یہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ متعدد مرتبہ نظام الدین تشریف لے گئے بلکہ میوات بھی تشریف لے گئے اور چچا جان یعنی مولانا محمد الیاسؒ صاحب بھی کثرت سے تھانہ بھون حاضر ہوتے تھے، تھانہ بھون کی حاضری میں یہ ناکارہ بھی اکثر ساتھ ہوتا تھا اور چچا جان ہر حاضری پر اپنی مساعی کا تذکرہ کرتے تھے اس پر حضرتؒ اظہار مسرت بھی فرماتے تھے اور دعائیں بھی دیتے تھے یہ تو اس ناکارہ کا مشاہدہ ہے۔''

البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت قدس سرہٗ کے بعض خلفاء اور خواص اس کو پسند نہیں فرماتے اس کے متعلق میرا خیال ہے کہ ان حضرات کو قریب سے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی روایات پر رائے قائم فرماتے ہیں۔ نیز چونکہ اس کی کوئی منظم جماعت نہیں، بلکہ خود آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ ان حضرات کی کوشش رہتی ہے کہ ہر جگہ سے آدمی نکلیں نئے آدمی اصول سے واقف نہیں ہوتے ان سے بے اصولیاں بھی ہوتی ہیں، اس ناکارہ کو شروع ہی سے بہت قریب سے دیکھنے کی نوبت آئی ہے۔ اب ان جماعتوں کے کارنامے بہت کثرت سے دیکھنے اور سننے کے مواقع پیش آتے ہیں میرے نزدیک یہ تحریک موجودہ حالت کے لحاظ سے نہایت ہی مفید اور بے انتہا ثمرات کا موجب ہے، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بے نمازی بے دین دیندار بن گئے جو لوگ علماء اور مدارس کے بہت خلاف تھے وہ سینکڑوں کی تعداد میں اہل علم سے متعلق اور مدارس کے معین بن گئے''۔

''نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عرب ممالک اور دوسرے یورپ کے بہت سے شہروں میں ہزاروں آدمی دین کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جن ممالک میں مساجد ویران پڑی تھیں ان میں باقاعدہ نماز بلکہ تراویح کا اہتمام ہوگیا۔ کوتاہیوں سے انکار نہیں لیکن کوتاہیوں سے کون سا مجمع یا ادارہ خالی ہے نفع نقصان کی مجموعی حالت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے ہمارے مدرسہ کے ناظم الحاج مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں وہ تو بیعت کے وقت بھی ہر مرید کو اس کی تاکید فرماتے ہیں۔ اسی

طرح دوسرے، بہت سے مشائخ بھی اپنے مریدین کو اس کی تاکید فرماتے ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پاکستانی بھی ،حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں۔اس مرتبہ سفر حج سے واپسی پر خود اس ناکارہ کی موجودگی میں انہوں نے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اپنے مدرسہ میں بلا کر اس کی تاکید اور تحریک پر تقریر کروائی۔

ابھی مولانا عبیداللہ صاحب بھی مدینہ منورہ سے پاکستان کے راستے سے واپس آئے انہوں نے بھی بتایا کہ مفتی صاحب نے بہت اصرار سے اپنے مدرسہ کے لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا اور خود انہوں نے بھی ان کی تقریر کے بعد زوردار تائید فرمائی اس سب کے باوجود آپ کے متعلق میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ کو شیخ اس کی اجازت نہ دیں تو آپ کو ان کی منشاء کے خلاف شرکت نہیں کرنی چاہئے۔البتہ اگر آپ کو شیخ خوشی سے اجازت دیں تو ضرور شرکت فرمائیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر آپ اپنے شیخ کی رضا کے تحت شرکت نہ فرماویں تو مخالفت بھی نہ فرماویں، اس لیے کہ میری رائے یہ ہے کہ عنایت الٰہی اس تحریک کی طرف متوجہ ہے کہ مبشرات نبی کریم ﷺ کی طرف سے اس جماعت کے متعلق تواتر سے نقل کئے جارہے ہیں اور نبی کریمؐ کی طرف سے لوگوں کو اس میں شرکت کے واسطے ترغیبات وتاکیدات خوابوں میں کثرت سے کی جارہی ہیں جس کی نظیر لیلۃ القدر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے۔"اری رویا کم قد طواطئت فی السبع الاواخر الحدیث" جس کو شیخین نے تخریج کیا ہے، کی روشنی میں کثرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حمایت کرنا جو اتنی کثرت سے سننے میں آرہا ہے کہ اس کا احصاء دشوار ہے۔اس کے علاوہ بہت سے امور ایسے ہیں کہ جن کی بناء پر یہ ناکارہ مخالفت کو خطرناک سمجھ رہا ہے، عدم شرکت دوسری چیز ہے کوئی شخص اپنے اعذار کی وجہ سے یا اپنے شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے شرکت نہ کرے، اس میں بندہ کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں، لیکن مخالفت دوسری چیز ہے یہ اس ناکارہ کا ناقص خیال ہے واللہ اعلم بالصواب۔البتہ کوئی منکر صریح دیکھی جائے تو اس پر نکیر دوسری چیز ہے۔ یہ ناکارہ اپنے ہجوم مشاغل اور کثرت امراض کی وجہ سے طویل تحریرات سے معذور ہے اس لیے آپ کو اس خصوصی تعلق پر جو مدرسہ کی وجہ سے اس ناکارہ سے بھی ہے مختصراً اپنی رائے لکھ دی ہے۔"ان کان صوابا فمن اللہ و ان کان خطاً فمنی و من الشیطان." فقط والسلام

(شیخ الحدیث حضرت مولانا) محمد زکریا صاحب مظاہر علوم سہارنپور

بقلم محمد اسماعیل سورتی ۳ ج ۴ ۱۳۸۴ھ

## افراد کے معاملات کو جماعت پر محمول نہ کیا جائے

اگر حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے کبھی کسی مبلغ یا جماعت کے متعلق کوئی تنقید فرمائی ہو تو مجھے اس سے انکار نہیں، حضرت قدس سرہٗ کی تنبیہات اور اصلاحات سے کون ناواقف ہے اور اس سے طلبہ علماء بالخصوص حضرت کے خدام اور مجازین میں کون سا مستثنیٰ ہے، خود حضرت قدس سرہٗ کا ارشاد مبارک ہے فرمایا کہ مشکل سے کوئی شخص ہوگا جو میری لڑائی سے (مراد روک ٹوک ہے) بچا ہوگا، ورنہ قریب قریب سب ہی سے لڑائی ہو چکی ہے۔ (افاضات) خوان خلیل کے ضمیمہ پر جام نمبر ۸ کے حاشیہ میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ باوجود درجہ مجازیت کے بھی انسان سے لغزش ہو سکتی ہے۔

## حضرت مولانا تھانویؒ کی تربیت کے چند دلچسپ واقعات

اس وقت ایک موقع نظر کے سامنے بھی ہے، الامداد بابت محرم ۱۳۳۶ھ میں ایک صاحب پر جن کے مجاز ہونے کی عبارت میں بھی تصریح ہے کس قدر لتاڑ پڑی ہے..... ایک صاحب نے جو مولوی اور مجاز تھے ایک عریضہ لکھ کر خدمت والا میں پیش کیا جس میں یہ مضمون تھا کہ ”میں اپنے وطن جاتا ہوں اور وہاں فتنے بہت ہیں آپ کچھ فرما دیجئے تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے“ فرمایا کہ میں کیا کہہ دوں۔ ان صاحب نے اس کا جواب دینے میں گنجلک (ٹال مٹول) کی آپ نے فرمایا کہ صاف جواب دو اس تحریر کا کیا مقصود ہے۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا لفظ کہہ دیجئے کہ حق تعالیٰ مددگار ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو ایسا امر ہے کہ میں اس کے دریافت کرنے میں آپ کا حاجت مند ہوا اور آپ میرے کہنے سے پہلے ان کو جانتے ہیں پھر مجھ سے یہ لفظ کیوں کہلایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، تم کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آیا۔ اگر دعا کرانی تھی تو صاف لفظوں میں کہا ہوتا کہ دعا کر دیجئے۔ اس کے بعد ایک صاحب نے ان صاحب کی سفارش کرنی شروع کی تو ان پر بھی لتاڑ پڑی ”الامداد“ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط اس سے بھی بڑھ کر جناب الحاج حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت قدس سرہٗ کے کتنے اخص الخواص مقرب اور معالج جن کے متعلق حضرت حکیم الامۃ نے لکھا ہے ”دیکھئے حکیم مصطفیٰ صاحب کتنے محبوب“ معتمد کتنے مقرب کتنے مخصوص اس کے باوجود حکیم مصطفیٰ صاحب نے جب کہ حضرت حکیم الامۃ لکھنؤ شفاء الملک صاحب کے زیر علاج تھے تو

حکیم صاحب نے اپنے کسی دوست کے ذریعہ سے شفاء الملک سے حضرت حکیم الامۃ کے مرض کی تشخیص کے متعلق استفسار کیا تھا کہ کیا مرض ہے اس پر حضرت حکیم الامۃ نے اس دخل در معقولات پر جتنا سخت خط حکیم مصطفیٰ صاحب کو لتاڑ کا لکھا ہے وہ میری تو نقل کی ہمت نہیں پڑتی افاضات یومیہ جلد نہم حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۳۳ میں نقل کیا ہے کہ اس سے یہ سمجھا ئے گا کہ حضرت قدس سرہٗ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب سے ناراض ہو گئے تھے یا وہ معتوب بن گئے تھے۔ حضرت تھانویؒ اپنے بڑے بھانجے مولانا سعید احمدؒ کے متعلق فرماتے تھے کہ مجھے ان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی جس کو عشق کہہ سکتے ہیں۔ لیکن میں نے ان ہی کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا..... سہارنپور کے ایک جلسہ میں مولانا کا نہایت اعلیٰ درجہ کا وعظ ہوا جس سے سامعین بیحد متاثر ہوئے حضرت نے بعد وعظ مولانا کو کسی معمولی سی بات پر برسر مجمع نہایت سختی کے ساتھ زجر و توبیخ فرمائی تا کہ ان میں عجب و پندار پیدا نہ ہو، بعد میں حضرت والا نے خود بھی یہی مصلحت بتائی۔ (اشرف السوانح)

کیا ان تین واقعوں سے یا اس قسم کے دوسرے واقعات سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت قدس سرہٗ اپنے سارے مجازین اور سارے اعزہ سے خفا تھے یا سب کو نکال دیا تھا اسی طرح اگر کسی مبلغ یا کسی جماعت کے متعلق کسی لغزش پر جو حضرت قدس سرہٗ تک صحیح یا غلط طریقہ پر پہنچی اور حضرت نے لتاڑا ہو تو برمحل ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے یہ کہہ دینا کہ حضرت اس جماعت سے خفا تھے۔ کوئی بھی عقل سلیم مان سکتی ہے، بالخصوص جب کہ لوگوں کی عادت اکابر کی خدمت میں غلط واقعات پہنچانے کی مشہور و معروف ہے خوان خلیل کے قصہ کے سلسلہ میں حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا یہ مقولہ بھی درج ہے کہ معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دکھاتے ہیں۔ فقط

حضرت حکیم الامۃ کی افاضات یومیہ میں بیسیوں قسم کے اس نوع کے واقعات ہیں اس لیے اکابر کی طرف سے اگر کسی آدمی پر کسی جماعت پر کوئی ڈانٹ پڑے تو وہ وقتی چیز ہوتی ہے۔ اس کو اس شخص یا جماعت کی طرف سے کلیہ پر حمل کرنا یا جہالت سے ہو سکتا ہے یا عناد سے۔

## میری ڈانٹ اس لئے ہے کہ یہ حضرات مجھ سے بہتر ہو جائیں (حضرت تھانویؒ)

خود حضرت تھانویؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن لوگوں پر ڈانٹ ڈپٹ روک

ٹوک زیادہ کرتا ہوں یہ واقعہ ہے کہ ان کے متعلق یہ جی چاہتا ہے کہ یہ مجھ سے اچھے ہو جائیں۔ گو عام لوگ اس کو عدم مناسبت اور بے تعلقی کی دلیل سمجھتے ہیں۔ (افاضات یومیہ)

ابو داؤد شریف میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ مدائن (شہر کا نام) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ احادیث نقل کیا کرتے تھے جو نبی کریم ﷺ بعض لوگوں کے متعلق غصہ میں فرمایا جو لوگ یہ حدیثیں سنتے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ کے پاس جا کر نقل کرتے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ کہتے تھے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہٗ کو اپنی احادیث کا زیادہ علم ہے، لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ کے پاس جا کر کہتے کہ ہم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہٗ سے تمہاری حدیثیں نقل کیں، انہوں نے نہ تو تصدیق کی نہ تکذیب کی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا آپ میری ان احادیث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جو خود آپ نے بھی حضرت اقدس ﷺ سے سنی ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ناراضی کے درمیان میں بعض لوگوں کے متعلق کچھ فرما دیتے تھے اور بعض اوقات بعض لوگوں کی کسی مسرت کی بات پر مسرت کا اظہار فرما دیتے تھے تم اس قسم کی روایات نقل کرنے سے یا تو رک جاؤ جن کی وجہ سے بعض لوگوں کی محبت اور بعض لوگوں کے دل میں ناراضی پیدا ہو اور آپس میں اختلاف پیدا ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ میں ایک آدمی ہوں دوسرے آدمیوں کی طرح سے مجھے بھی غصہ آجاتا ہے پس جس آدمی کو میں نے غصہ میں کچھ کہا ہو، یا اللہ! تو اس کہنے کو لوگوں کیلئے رحمت اور قیامت کے دن برکات کا سبب بنا! تو تم ایسی حدیثیں نقل کرنے سے رک جاؤ، ورنہ میں امیر المؤمنین کے پاس تمہاری شکایت لکھوں گا۔ (بذل ج۵)

## مشائخ کی مجلسوں میں ایک تکلیف دہ گروہ

خود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے افاضات یومیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مشائخ کے یہاں جو مقربین بصیغۂ اسم مفعول ہوتے ہیں ان میں ایک دو مکربین بصیغۂ اسم فاعل بھی ہوتے ہیں، ہر وقت شیخ کو اور دوسرے متعلقین کو کرب میں رکھتے ہیں، جھوٹ، سچ لگاتے رہتے ہیں، جس سے چاہا شیخ کو ناراض کر دیا جس سے چاہا راضی کر دیا، بحمد للہ ہمارے بزرگ اس سے صاف ہیں حضرت مولانا محمد

قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تو کسی کی شکایات سنتے ہی نہ تھے جہاں کسی نے کسی کی شکایات شروع کی فوراً فرمادیا کرتے تھے کہ خاموش رہو میں سننا نہیں چاہتا، اسکے بعد کسی کی ہمت ہی شکایت کی نہ ہوتی تھی، اور حضرت حاجی صاحبؒ سب سن کر فرمادیتے تھے کہ تم نے جو کچھ بیان کیا اور فلاں شخص کی شکایت کی سب غلط ہیں۔ میں جانتا ہوں اس شخص کو وہ ایسا نہیں، ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت گنگوہیؒ کا اس بارے میں کیا معمول تھا۔ فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا تھا کہ آپ سے لوگ دوسروں کی شکایت بیان کرتے ہیں آپ پر کوئی اثر ہوتا ہے فرمایا کہ ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں سمجھ لیتا ہوں کہ دونوں میں رنجش ہے۔ مگر سن لیتے تھے سب۔" افاضات یومیہ میں لکھا ہے کہ میں تو واقعات میں علماء تک کی روایات کا بھی اعتبار نہیں کرتا۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ فتویٰ تو صحیح دیں گے مگر واقعات میں اکثر ان کا بھی معمول احتیاط کا نہیں، اس پر چاہے کوئی برامانے یا بھلا جو بات تھی صاف عرض کردی۔"

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ آج کل بزرگوں کے پاس مقربین یہ سوغاتیں لے کر جاتے ہیں کہیں اس کی شکایت کہیں اس کی شکایت کسی نے دو حضرات سے جا کر یہ کہہ دیا کہ دیکھئے آپ کے سفر حجاز کے بعد ہی اس نے (یعنی حضرت تھانویؒ) حدیث کا دورہ شروع کرادیا۔ احقر نے عرض کیا کہ شاید مثنوی شریف کے درس کو کسی نے حدیث کا دورہ سمجھ لیا ہو فرمایا یہ بھی عجیب بات ہے کہ خرگوش کو اونٹ سمجھ لے پھر فرمایا کہ اگر شروع ہی کر دیتا تو کیا گناہ تھا۔ مگر لوگوں میں یہ سخت عیب کی بات ہے کہ بزرگوں کے بھی کان بھرتے ہیں۔ بزرگوں کے پاس یہ سوغاتیں لے کر جاتے ہیں۔

(احسن العزیز)

میرا مقصد ان چیزوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ مشائخ کے یہاں روایات غلط اور صحیح پہنچتی ہی رہتی ہیں۔ اور اس بناء پر اگر کسی شخص کی کوئی تعریف یا کسی کی کوئی مذمت کی ہو تو ان کو کلیہ بنا لینا ہرگز مناسب نہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ نے تو جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ صاحبِ سر النبی ﷺ کو بھی اس پر ڈانٹ دیا کہ ایسی روایات نقل نہ کیا کریں یہ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء جن کی تفصیل آگے آرہی ہے اس کام میں بہت شرکت فرمارہے ہیں۔

اور حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مختصر لفظوں میں بہت اچھی بات

لکھی کہ ''آپ لوگوں سے اس قسم کے استفسارات تعجب خیز ہیں یہ تبلیغ آج سے نہیں، ایک زمانہ دراز اس پر گذر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے جب علماء اس میں شریک ہیں، انہوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہوگا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ولائح ہے اس کے بعد اب سوال کی کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔

## (اشکال نمبر ۱۰) حضرت مدنیؒ کو تبلیغ کے کام سے اتفاق نہ تھا

حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے متعلق میرے کان میں کبھی کبھی پڑا کہ حضرت بھی اس کے مخالف تھے۔ اس روایت پر تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی اسے لیے کہ حضرت قدس سرہٗ کی اس تبلیغ کے ساتھ دل چسپی شغف، ترغیبات، تحریر و تقریر اتنی شائع ہو چکی ہیں کہ اس کے بعد اس قسم کی روایات حضرت کی طرف منسوب کرنا عناد کے سوا کچھ نہیں، اس جماعت کے جلسوں میں کثرت سے حضرتؒ کی شرکتیں بھی ہیں تقریریں بھی ہیں اور شرکت کیلئے تاکیدیں بھی ہیں ان سب کا احاطہ اس مختصر رسالہ میں تو بہت دشوار ہے۔

حضرت کی تقریریں مستقل بھی رسائل میں شائع ہو چکی ہیں ان سب کا اس مختصر رسالہ میں نقل کرنا تو بہت دشوار ہے، حضرت شیخ الاسلام کی تبلیغی تقریروں کے نام سے بھی ایک مستقل رسالہ شائع ہو چکا اور مختلف اخبارات و رسائل میں بھی کثرت سے ان کے اقتباسات شائع کیے گئے نمونہ کے طور پر صرف ایک دو خطوط نقل کراتا ہوں، ان میں سب سے اہم بندہ کے نزدیک وہ خط ہے جو حضرت الحاج حکیم محمد اسحاق صاحب کٹھوری ممبر شوریٰ دار العلوم کے نام لکھا اور حضرت شیخ الاسلام کی تقریروں کے رسالہ میں چھپا ہوا ہے، وہ یہ ہے۔

## نمبر ا: مکتوب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج مبارک یہ بات معلوم کر کے تعجب ہوا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تبلیغی جماعتیں شہر میرٹھ اور اس کے گردونواح میں تبلیغی سرگرمیوں کیلئے آتی ہیں مگر آپ حضرات اور آپ کے احباب واعزہ ان کی ہمدردی، رہنمائی، ہمت افزائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے برخلاف اس کے وہ اشخاص جن کو اپنے بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ان کو قومی اور وطنی تحریکات سے کوئی دل چسپی ہے وہ ان جماعتوں سے ہمدردی کرتے ہیں میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کا کیا راز ہے۔

میرے محترم بزرگ! یہ جماعت تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہے بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے۔ اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہو اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہو اور ان کو مذہبی احساسات کی سرگرمی کی طرف سے چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے نتائج اور ثمرات کی قوی امیدیں پیدا ہوتی ہیں، بنابریں میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جاویں۔ والسلام ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۶صفر ۱۳۶۱ھ

## نمبر۲ مکتوب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا مکتوب پروفیسر سید احمد شاہ صاحب مرادآبادی کے نام۔

محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ تبلیغی خدمات کے انجام دینے اور اس کے لئے مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدایات حاصل کرنے کا مقصد مبارک مقصد ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور پھر توفیق عطا فرمائے کہ آپ اس مبارک مقصد کو بلکہ اپنی خاندانی وراثت کو بخیر و خوبی انجام دیں۔ مولانا محمد الیاس صاحب کو علیحدہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بلا سفارش اس کام کو مکمل طریقہ پر انجام دیں گے اور بالفرض آپ ضرورت ہی سمجھیں تو اس عریضہ کو ان کی خدمت میں پیش کر دیں اور میرا سلام اور استدعاء دعوات صالحہ انجام دیں۔ فقط: والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

## تیسرا مکتوب علماء افغانستان کے نام

جس کے متعلق سوانح یوسفی میں لکھا ہے یہ تو معلوم ہو چکا کہ حضرت مدنیؒ تبلیغی جماعت کی حمایت میں ہمیشہ سینہ سپر رہے ہیں، اور جہاں جہاں بھی ان کی مدد و اعانت کی ضرورت پڑی مدد اور سرپرستی، افغانستان میں حضرت مدنی کے تلامذہ اور تعلق رکھنے والے مشائخ بکثرت تھے۔ جب یہ تبلیغی جماعت افغانستان جانے لگی تو حضرت مدنیؒ نے بعض ذی اثر علماء کو خطوط تحریر فرمائے تا کہ جماعت کو کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ "طال شوقی الی لقائکم ایها الغائبون عن نظری" بخدمت عالی جناب ذولجاہِ والاکرام مولانا فضل ربی و حضرت علماء کابل لا ذالت شموس فیوضکم و بلور معالیکم لامعة ازیں بعد ادائے مراسم اسلامیہ و سنن نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ عرض آنکہ حاملین

عریضہ ہمارے چند احباب خدمات عالیہ میں حاضر ہو رہے ہیں، ان کا مقصد کوئی سیاسی اور ملکی نہیں ہے فقط خدمات دینیہ اور فرائض تبلیغیہ ادا کرنا ہے اور مسلمانانِ افغانستان کو وہ مقصد یاد دلانا جس کو عام مسلمانوں نے بھلا دیا ہے مقصود ہے۔ امید آنکہ آپ حضرات ان کی امداد و اعانت میں کوتاہی روا نہ رکھیں گے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ممکن تسہیلات سے درگذر نہ فرمائیں گے۔ والسلام خیراندیش ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

صدر مدرس دارالعلوم دیوبند صدر جمعیۃ علماء ہند

۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

افغانستان کی یہ پہلی جماعت تھی جو اگست 57ء میں گئی تھی۔ اور اس کے امیر مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی تھے گیارہ افراد پر مشتمل تھی جن کے اسماء سوانح یوسفی میں درج ہیں، اور اسی میں اس جماعت کے کارناموں کی تفصیل ہے۔ (سوانح یوسفی از مولانا محمد ثانی حسنی)

## اہل تبلیغ بھی تو انسان ہیں

بنگلور میں ایک زمانہ میں تبلیغ کے خلاف بہت زور باندھے گئے اور کہا گیا کہ یہ مدرسوں کو فضول بتاتے ہیں اور بعض اہل مدارس کی طرف سے تبلیغ کے خلاف اشتہارات لکھے گئے جو حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں فیصلہ کے لیے بھیجے گئے۔ جس پر حضرت قدس سرہٗ نے یہ مضمون تحریر فرما کر بھیجا تھا جو اخبار ''روشنی'' بنگلور مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔

''اہل مدارس کی مختلف تحریریں اور پوسٹر دربارہ جماعت تبلیغ ومخالفت ان دنوں نظر سے گذریں۔ جن میں حد اعتدال اور توسط سے تجاوز کرتے ہوئے افراط غلو سے کام لیا گیا ہے تبلیغ دین اور تعلیم دینی ہر دو امور ضروریات اور فرائض اسلامیہ سے ہیں ان کے کارکنوں کو ہمیشہ حدود شرعیہ کے اندر کام انجام دینا چاہیے، کوئی کام خواہ کتنا ہی اہم اور ضروری کیوں نہ ہو اگر حدود شرعیہ سے بالاتر ہو کر عمل میں لایا جائے گا تو ضرور بالضرور اس میں خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوں گے اسی لیے میں ہر دو فریق سے نہایت ادب اور محبت سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اعتدال اور توسط کو اختیار فرمائیں اور بے جا الزامات تراشی اور بے اعتدالیوں سے درگذر فرما کر اپنے اپنے فرائض وواجبات میں منہمک ہو جائیں زمانہ سعادت صحابہ کرامؓ سے لیکر آج تک ہمیشہ کارکن اشخاص اور جماعتوں سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں مگر ان کی غلطیوں کی وجہ سے وہ ضروری چیزیں

ممنوع نہیں قرار دی گئیں بلکہ اصلاح کی گئی اور ان غلطیوں کو چھانٹ دیا گیا۔ اہل تبلیغ بھی ہماری طرح انسان ہیں ان میں نا تجربہ کار اور نو آموز افراط وتفریط کرنے والے اشخاص بھی ہیں۔ ان کی کسی کوتاہی پر نفس تبلیغ پر نکیر کرنا غلطی سے خالی نہ ہوگا اور یہی حال تعلیم کا بھی ہے اس لیے میں تمام بھائیوں سے امیدوار ہوں کہ ہر ایک دوسرے کی عزت افزائی کی کوشش کرے، اور گندگی اچھال کر مسلمانوں میں مزید تفریق پیدا نہ ہونے دے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي السَّبِيلَ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ. ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری سوانح یوسفی میں لکھتے ہیں "اور حضرات کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں ہاں حضرت مدنیؒ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب بھی سہارنپور تشریف لے جاتے تو دیو بند ضرور جاتے اور بہت دیر تک نہایت ادب اور احترام سے بیٹھے رہتے تھے، حضرت مدنیؒ کو بھی ان سے اسی قدر تعلق تھا جب اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے تو پھر مصافحہ کرنے والے سے پوچھا کرتے تھے کہیے! آپ نے چلہ دیا یا نہیں؟ اگر وہ انکار کرتا تو آپ اس سے چلہ لکھواتے۔

## حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا اہم حصہ

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی تبلیغی اجتماعات میں تقریریں نہایت کثرت سے ہوئیں ان میں سے چند مطبوعہ بھی ہو گئیں جو بڑی طویل ہیں ان کو اس رسالہ کا جز بنانے میں تو یہ مختصر رسالہ بہت ہی طویل ہو جائیگا، اگر کوئی صاحب خیر ان کو ایک جگہ طبع کرا دے تو علاوہ اس کے کہ نہایت افادہ اور لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت شیخ الاسلام کو تبلیغی جماعت سے کتنا تعلق تھا۔

## حضرت مدنی رحمۃ اللہ کی ایک تقریر کا خلاصہ

ایک مختصر رسالہ حضرت شیخ الاسلام کی اہم تقریروں کے نام سے چھپا ہے۔ اس میں دو تقریریں مفصل طبع کی گئی ہیں۔ دوسری تقریر کا آخری حصہ نقل کراتا ہوں، یہ تقریبا ۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء بعد نماز جمعہ بمقام ارکوم ضلع شمالی کا آرٹ مدارس میں ایک تبلیغی اجتماع میں فرمائی، تاثر کا یہ عالم تھا کہ سارا مجمع رو رہا تھا۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ یہ حضرت کا سب سے آخری سفر تھا اور آخری ہی تقریر تھی اس کے آخری حصہ کے الفاظ یہ ہیں:

بھائیو! آپ کی یہ مجلس تبلیغ کی ہے یہ تبلیغ اصل میں وظیفہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ کام جو تم کرتے ہو معمولی نہیں میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا نے تم کو کیسی خدمت سپرد کی ہے۔

حقیقت میں کام لینے والا اللہ ہے، اگر وہ نہ چاہے تو تم کیا کرتے؟ وَمَا تَشَآؤنَ اِلَّا اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْن

ارشاد ہے: "یَمُنُّوْنَ عَلَیْکُمْ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَیَّ اِسْلَامَکُمْ بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیْکُمْ اَنْ هَدٰکُمْ لِلْاِیْمَانِ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْن" خدا کا فضل ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں اس چیز کو ڈالا ہے۔ اسی ہندوستان میں ہمارے باپ دادا اور بہت سے لوگ گذر گئے جو آپس میں لڑتے رہے اور دنیا کے پیچھے پڑے رہے لیکن ان کو تبلیغ کا کبھی خیال نہیں آیا۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے زمانے کے علماء اور اہل خیر کو اس کی توفیق دی۔ تم بہت سے بندگانِ خدا کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر رہے ہو، جو کلمہ اور نماز نہیں جانتے تھے کیا وہ مستحق دوزخ نہیں تھے؟ تم ان کو سمجھا کر اللہ کے راستے پر چلاتے ہو تو کیا دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل نہیں کر رہے ہو؟ اللہ جس کو چاہتا ہے اٹھاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گراتا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمہ کنی

منت شناس ازو کہ بخدمت بد اشتت

خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس کی توفیق دی یہ بات ضرور ہے کہ بہت سے لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے، تم کیا ہو؟ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی بات نہ مانی اور آپ کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا؟ تم گھبراؤ نہیں پریشان نہ ہو اگر بیوقوف اور جاہل برا بھلا کہیں، طعنہ دیں تو سن لو یہ تو سنت ہے آنحضرت ﷺ کی اور سنت ہے انبیاء سابقین کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لقد اوذیت فی الله و ما اوذی احد مثلی و لقد اُخِفت فی الله و ما اخیف احد مثلی" (الحدیث) اگر تمہیں کامیابی نہیں ہوئی اور کوئی بھی سیدھا نہیں ہوا تو اس کے باوجود تمہارا درجہ بڑا ہے اور تمہیں پورا اجر ملے گا۔ تم اطمینان رکھو تمہارا کام اللہ کے دربار میں مقبول ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر فتح کرنے کیلئے بھیجتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چاہتے ہیں قتال شروع کردوں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں جا کر ٹھہرو، اور لوگوں کو "لا الہ الا اللہ" کی طرف بلاؤ اگر مانیں تو دوسرا معاملہ کرنا اس لیے کہ "لان یهدی الله بک رجلا خیر لک من الدنیا و ما فیها" ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے دوسری روایت میں ہے کہ تم کو جوان اونٹوں کے ملنے سے بھی یہ بہتر ہے۔

بھائیو! تم نے جو قدم اٹھایا ہے وہ مبارک ہے اللہ پاک تمہاری جدوجہد سے لوگوں کو

فائدہ پہنچائے۔ اور تم سے اسلام کی خدمت لے۔ تم ہرگز تنگدل مت ہو، تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں، کیا تم کو خبر ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرب سے کیوں نکلے؟ وہ عراق میں پہنچے، شام، ایران، افغانستان، سندھ، یوپی، بہار اور جنوب میں دکن تک پہنچے؟ یہاں تک کیوں پہنچے ان کا مقصد کیا تھا؟ ملک فتح کرنا تھا؟ یا دولت لوٹنی تھی؟ ہرگز نہیں ان کا اصلی مقصد صرف "لا الہ الا اللہ" کی دعوت دینا تھا، دنیا کو سچے دین پر لانا تھا اللہ کے بچھڑے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانا تھا اور دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرنا تھا، بعد والوں نے بے وقوفی کی کہ دنیا کے پیچھے پڑ گئے تاریخ گواہ ہے کہ ہند میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کی تعداد صرف چار یا پانچ لاکھ تھی، مگر تقسیم ہند کے وقت دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان تھے۔ ہمارے بزرگ اسلاف نے اور اولیاء کرام نے تبلیغ دین کیلئے بہت ہی کوششیں کیں، ایک انگریز اسمتھ لکھتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر نوے لاکھ مسلمان ہوئے۔ ان کے پاس کیا تھا؟ کوئی فوج تھی؟ فقط اللہ کی معرفت کا خزانہ تھا۔ ہر جگہ اللہ کے سچے بندے گذرے ہیں جنہوں نے دین کی تبلیغ کی، میں نے تاریخ ترکی میں دیکھا کہ ترک قوم کے تین لاکھ خاندان ایک دن میں مسلمان ہوئے اللہ کا کرم کہ تبلیغ کی کوشش وہ پھل لائی کہ ایک زمانہ میں بعض حکام کو یہ تدبیر کرنی پڑی کہ وہ اپنی رعایا کو مسلمان ہونے سے روکیں 100 ھ میں خلافت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانہ میں خراساں کے حاکم کو یہ خطرہ ہوا کہ جزیہ بند ہونے سے خزانہ خالی ہو جائے گا اس لیے اعلان کرنا پڑا کہ کسی کا اسلام اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک وہ ختنہ نہ کرالے، بوڑھوں کے لیے تکلیف دہ بات تھی اس لئے اس حکم کے جاری ہونے سے اسلام کی ترقی رک گئی، اب خلیفہ کو اطلاع ملی کہ والی خراساں نے اسلام پر پابندی لگادی ہے تو آپ نے اس کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کر دیا اور فرمایا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے آئے تھے کہ ان پر اسلام کو موقوف رکھا جائے؟

میرے بھائیو! ہمارے اسلاف کی کوششوں سے اہل اللہ علماء کرام اور عام مسلمانوں کی کوششوں سے دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان ہو گئے، اگر غلط کاری نہ ہوئی ہوتی تو یقیناً ہندوستان کا اکثر حصہ مسلمان ہو جاتا، میرے بزرگو! اللہ نے آپ کے دلوں میں تبلیغ کی محبت ڈالی یہ مبارک کام ہے اور آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ آپ کو اس سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا کرے اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنے بھائیوں

کی بھی، اللہ آپ کو مزید ہمت عطا فرمائے۔ بھائیو! تنگدل نہ ہو، اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو، سب کو اللہ کی رضا و خوشنودی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاؤ خود بھی عمل کرو، رسول اللہ ﷺ کی صورت بناؤ سیرت اختیار کرو۔ **واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین**

## حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حفظ الرحمٰنؒ اور مفتی کفایت اللہؒ کی سرپرستی

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کی تبلیغی اجتماعات میں بہت کثرت سے شرکت ہوئی ہے، جن کو تتبع اور تلاش کیا جائے تو بہت ہی وقت لگے گا، میرے روزنامچوں میں بھی بہت سے اجتماعات ایسے ملیں گے جن میں حضرت شیخ الاسلام کی شرکت ملے گی، سوانح یوسفی میں ڈاسنہ کے اجتماع میں جو ۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ جنوری ۵۶ء منگل کی دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام نے شرکت فرمائی۔ اس کے متعلق سوانح کے حاشیہ میں یہ لکھ دیا گیا غالباً حضرت مدنیؒ کی یہ شرکت تبلیغی اجتماعات میں اپنی زندگی کی آخری شرکت تھی یہ اندازہ سے لکھا گیا۔ اس لیے کہ ایک ہی سال بعد حضرت شیخ الاسلام کا وصال ہو گیا لیکن آرکاٹ کے جس اجتماع کی شرکت کا ذکر اوپر گذرا وہ اس کے بعد کی ہے حضرت مدنی قدس سرہٗ نے ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں کے بعد جب کہ نظام الدین کے حضرات کو جلسے کرنے مشکل ہو رہے تھے، بہت کثرت سے اجتماعات میں شرکت فرمائی، سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں ایسے پر خطر دور میں ادھر ادھر جانا دشوار تھا، ذرا قدم نکالا موت نے آدبوچا۔ بڑے سے بڑے ہمدرد تعلق والے آنکھیں پھیر لیتے حتیٰ کہ بعض ایسے اہم ترین اور مخلص ترین اور پرانے تعلق رکھنے والے اصحاب جو اس وقت صاحب اختیار تھے، جن کا حکومت میں اثر و رسوخ تھا انہوں نے بھی ایسے پر خطر دنوں میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا......... لیکن اس اندھیری رات میں روشنی کی ایک ایسی شمع بھی چلی جس نے روشنی دی۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کا تو کہنا ہی کیا کہ وہ برابر مرکز اور مرکز والوں کی سرپرستی فرماتے رہے اور ان کی ہمت کو شکستہ ہونے سے بچائے رکھا لیکن مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے بھی اپنی مجاہدانہ زندگی اور دیرینہ تعلق و احساس فرض کی صفت کا پوری طرح مظاہرہ کیا۔ (مولانا کے متعلق مضمون ان کے بیان میں آ رہا ہے) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا احمد سعید صاحبؒ بھی ان خطرناک ایام میں جماعت کی بہت زیادہ معاونت فرماتے رہے۔

# دیگر اکابر کی نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق آراء وارشادات

(الف) حضرت اقدس قدوۃ الاتقیاء رأس الاصفیاء شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ کے متعلق تو شاید ہی کسی کو اس سے انکار کی جرأت ہو کہ حضرت قدس سرہ' کا نظام الدین کثرت سے تشریف لے جانا، اور تبلیغی اسفار اور اہم امور میں مشوروں میں شرکت بہت کثرت سے ہوتی تھی خود اس ناکارہ کے ذریعہ سے حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ نے حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہٗ کے دور میں اور اس کے بعد مولانا الحاج محمد یوسفؒ کے دور میں کئی باران اکابر کو رائپور میں اجتماعات کرانے کے لیے بلایا، اور حضرت رحمۃ اللہ کے دور میں بار بار، رائپور میں تبلیغی اجتماعات حضرت کے ارشادات پر ہوئے۔

حضرت رائپوریؒ کی دہلی میں تشریف بری بھی بہت کثرت سے ہوتی تھی۔ جس کے دوران میں تبلیغی مشورے حضرت دہلویؒ کے دور میں بھی اور مولانا محمد یوسفؒ کے دور میں بھی حضرت رائپوریؒ سے ہوا کرتے تھے، باوجود اس کے کہ حضرت دہلویؒ کی یہ تمنا رہتی تھی کہ حضرت رائپوریؒ کی تشریف بری اس سے بھی زائد ہو۔ جس کے متعلق آپ بیتی نمبر ۴ میں ایک طویل قصہ بھی لکھوا چکا ہوں کہ حضرت دہلویؒ کی اس تمنا اور خواہش پر کہ حضرت کی تشریف آوری میں اضافہ ہو جائے حضرت کا یہ ارشاد کہ ''میری آمد توان (اس ناکارہ کی طرف اشارہ فرما کر) پر موقوف ہے'' اس پر چچا جان نوراللہ مرقدہ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ جب حضرت کی تشریف آوری اتنی آسان ہے پھر اتنی تاخیر کیوں ہوتی ہے۔ سوانح حضرت دہلویؒ میں لکھا ہے کہ مولانا کے نزدیک ملک کی جہالت وغفلت دینی بے حمیتی اور جذبات کی خرابی تمام فتنوں کی جڑ اور ساری خرابیوں کا سرچشمہ تھی اور اس کا علاج صرف یہ تھا کہ میوات کے لوگ اپنی اصلاح وتعلیم اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کی طاقت اور جذبات پیدا کرنے کے لیے باہر اور خصوصاً یوپی کے شہروں میں جائیں۔ اور اس کے لیے سب سے پہلا سفر اپنے وطن کاندہلہ کا رمضان میں تجویز ہوا جس کی تفصیل سوانح حضرت دہلوی میں موجود ہے۔ اس کے بعد دوسرا سفر رائپور کا تجویز ہوا، اور شوال میں ۱۰-۱۱، آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر رائپور تشریف لے گئے۔ رائپور بھی اطمینان کی جگہ تھی اور دینی وروحانی مرکز تھا۔ نیز مولانا عبدالقادر صاحب جانشین حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے رائپوری

سے یکجہتی اور یگانگت کی بنا پر وہاں سے بھی کوئی تکلف اور اجنبیت نہیں تھی۔ (سوانح حضرت دہلویؒ)

یہ میوات کی جماعتوں کے یوپی میں آنے کی ابتدائیں ہیں۔ اس کے بعد متعدد مرتبہ رائپور میں اجتماعات ہوتے رہے اور حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ باغ کے اپنے تمام لوگوں کو اجتماع میں شرکت کیلئے اہتمام سے بھیجتے تھے۔ یہ ناکارہ بھی رائپور کے متعدد اجتماعات میں شریک ہوا۔ سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے تقسیم ہند کی لائی ہوئی مصیبت اور وحشت پیدا کرنے والے دور میں اجتماعات کی ابتداء ایسے مقام سے کی جہاں پر ذکر کی فضا قائم تھی اور برسوں سے اللہ اللہ کرنے والے وہاں پر موجود تھے۔ اور ایک ایسے مرد خدا اور بزرگ شخصیت کا سایہ تھا جس نے برسوں ایمان و یقین اور یاد الٰہی کا سبق دیا۔ تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلا اجتماع رائپور میں ہوا۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کی شب میں مولانا محمد یوسف صاحب نظام الدین سے سہارنپور تشریف لے گئے اور لکھنؤ سے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی پنجاب میل سے سہارنپور پہنچے۔ دوسرے دن صبح ان سارے حضرات کی رائپور روانگی ہوئی۔ رائپور میں ایک طویل اجتماع تھا جس کے سلسلہ میں یکشنبہ کی شب میں جامع مسجد میں ایک جلسہ ہوا۔ یہ جلسہ اپنی نوعیت کا ایک کامیاب بنیادی جلسہ تھا۔ اس سے آئندہ اجتماعات اور جلسوں کی راہ ہموار ہوئی مشرقی پنجاب کے بہت سے پناہ گزیں جنہوں نے رائپور میں آ کر قیام کر لیا تھا وہ بھی اس میں شریک ہوئے یہی وہ سفر ہے جس میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری نے مولانا محمد یوسفؒ سے پاکستان کے سفر اور دورہ پر اصرار فرمایا۔

دوسرا اجتماع رائپور کا پہلے سے طے شدہ نہ تھا پہلے سے کسی کو خبر تھی، اور نہ کوئی اس کے لیے انتظام ہی کیا گیا تھا، مولانا محمد یوسفؒ حضرت رائپوری صاحبؒ سے ملنے کی خاطر رائپور تشریف لے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل فیض آباد ضلع سہارنپور بہت دنوں سے حضرت شیخ الحدیث سے فیض آباد آنے کی درخواست اور اصرار کر رہے تھے مگر حضرت رائپوری نے حضرت شیخ الحدیث کو سفر کی مشقت کی خاطر فیض آباد جانے کی رائے نہ دی اور جو حضرات فیض آباد لیجانے پر مصر تھے ان سے یہ فرمایا کہ تم لوگ رائپور میں رہو اور حضرت شیخ سے یہیں نیاز حاصل کرو ۱۶ محرم ۱۳۷۳ھ بروز شنبہ مولانا محمد یوسف صاحب سہارنپور تشریف لے گئے مع دوسرے رفقاء کے انہوں نے جب

حضرت شیخ کو سہارنپور میں نہ پایا تو اسی وقت رائپور تشریف لے گئے اس طرح اس وقت رائپور میں اہل تعلق کا ایک اجتماع ہو گیا، حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہ نے اہل رائپور کو حکم دیا کہ وہ قرب و جوار میں آدمیوں کو بھیج کر لوگوں کو جمع کریں، اور بدھ کی صبح کو جامع مسجد رائپور میں ایک تبلیغی اجتماع کر لیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے عرض کیا کہ میں اس وقت حضرت کی صرف زیارت کے لیے آیا ہوں، مگر حضرت رائپوری نے حکم فرمایا، اصرار فرمایا، مولانا محمد یوسف صاحب اس پر آمادہ ہو گئے اور بدھ کی صبح کو تقریباً چھ گھنٹے جامع مسجد رائپور میں اجتماع ہوا قرب و جوار کا یہ کامیاب اجتماع تھا حضرت شیخ اور مولانا کی تشریف بری کو سن کر بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے مولانا نے اس اجتماع میں چار گھنٹہ تقریر فرمائی۔ اور تقریر کے بعد دو گھنٹے تشکیل ہوئی۔ (سوانح یوسفی)

حضرت رائپوری نور اللہ مرقدۂ اور حضرت دہلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہما کی سوانح عمریوں میں بہت کثرت سے ان دونوں حضرات کی رائپور میں حاضری اور اجتماعات کے تذکرے ہیں، اور حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدۂ کی بھی اعلیٰ حضرت دہلوی کے زمانے میں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانے میں نظام الدین کی تشریف بری اور کئی کئی دن قیام اور اہم امور میں مشوروں کا ذکر ہے۔ چونکہ گلالتہ کا اجتماع حضرت دہلوی نور اللہ مرقدۂ کی وصال کے بعد اہم اجتماع تھا جس میں شرکت کے لیے حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدۂ رائپور سے اہتمام کے لیے تشریف لے گئے۔ سوانح یوسفی میں اس اجتماع کی تفصیل بہت ہی طویل لکھی ہے، لکھا ہے کہ مراد آباد کے ستر ۷۰ نفر پیدل چل کر اس جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ لیکن ذوق و شوق اور کیف و سرور اتنا تھا کہ تکان کا پتہ بھی نہ چلا، سہارنپور سے شیخ الحدیث صاحب اور رائپور سے حضرت رائپوری ۲۹/ شوال کو نظام الدین پہنچے اور ہر دو حضرات یک شنبہ کی صبح کو نظام الدین سے گلالتہ تشریف لے گئے۔ اسی دن اجتماع تھا اور جوالا پور ضلع سہارنپور کا اجتماع تو حضرت اقدس رائپوری ہی کی سفارش پر تجویز ہوا تھا جس کی تفصیل سوانح یوسفی میں ہے۔

حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا وصی اللہ کا مکتوب گرامی:

(ب) حضرت مولانا وصی اللہ خلیفہ اجل حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدۂ کے مکتوب کا مختصر حصہ حضرت حکیم الامۃ کے بیان میں گذر چکا۔ پورا مکتوب یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایسے استفسارات پہلے یہاں آئے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے، اب آپ نے بھی کیا ہے۔ آپ جیسے حضرات سے یہ امر تعجب خیز ہے۔ یہ تبلیغ آج سے نہیں ایک زمانہ دراز اس پر گذر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے۔ جب علماء اس میں شریک ہیں انہوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہوگا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ولائح ہے۔ اس کے بعد اب سوال کی اور پھر ہم جیسے لوگوں سے کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ کام مقصود ہے اور اس کو شرعی طریقہ سے کرنا ہے اور علماء دونوں کو جانتے ہیں پھر ان کی تقلید کو جو ضروری سمجھ رہا ہے اس پر ان کی تقلید ضروری ہے، جو کام کرتا ہے اس کی اہمیت کو وہ عمل سے پہلے اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کو سمجھ لیتا ہے۔ بس یہ دونوں پہلو پیش نظر ہیں پھر اب سوال کی حاجت نہیں۔ سوال عمل سے پہلے ہوتا ہے اور اب سوال سے کیا فائدہ؟ اب تبلیغ اپنے عروج پر ہے وہ روز بروز بڑھتی ہی رہے گی۔ جو اس کے موافق ہو خلوص سے اس کو عمل میں لائے۔ سوال سے تردد کا پتہ چلتا ہے کہ اب عمل کے جواز ہی میں تردد ہے یا سب کو اس میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ بہت سے کام ہیں اور ضروری ہیں سب کو کرنا ہے۔ ایک جماعت اس کے لیے ہونا بھی ضروری ہے اور بس اور حدود شرع کا پاس ولحاظ ہر جماعت کے لیے ضروری ہے۔ والسلام

وصی اللہ عفی عنہ (چشمۂ آفتاب)

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفۂ خاص مولانا ڈاکٹر صلاح احمد صاحب صدیقی جو رسالہ "معرفت حق" جو حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خانقاہ سے نکلتا ہے اس کے مدیر بھی ہیں ان کے داماد جناب شمس الرحمٰن صاحب کا خط میرے پاس آیا۔ جنہوں نے اپنی تبلیغی مساعی جمیلہ ہر ہفتہ دو گشتوں میں شرکت، مرکز میں شب گذاری اور روزانہ بعد فجر کی تعلیم کے اپنے متعلق ہونا، اور ہفتہ واری تقریر اپنے ذمہ ہونا وغیرہ وغیرہ امور کی تفصیل لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب میری جماعت کی آمد و رفت پر کبھی کچھ نہیں فرماتے، بلکہ کبھی کبھی بہت ہی فراخدلی سے کہتے ہیں کہ یہ بھی بہت بڑا اور ضروری کام ہے اور ہمارا ہی کام ہے فقط۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو ان کی سرپرستی کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کے داماد صاحب کی مساعی جمیلہ کا اجر ڈاکٹر

صاحب کو بھی عطا فرمائے، اور ان سب اجور کا مجموعہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو عطا فرمائے کہ یہ سب حضرت شاہ صاحب ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

## مولانا اسعد اللہ صاحب خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا مکتوب

(ج) مکتوب مولانا اسعد اللہ صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی نور اللہ مرقدہٗ، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

محترمی ومکرمی مولانا صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کئی روز ہوئے آپ کے جوابی گرامی نامے نے عزت بخشی۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اختلافات کے متعلق میں نے آپ کے استفسار پر کافی غور کیا اور اس سلسلے میں اپنی معلومات کو ذہن میں یکجا کرتا رہا۔ پھر میں نے آپ کے گرامی نامہ کا جواب لکھنے کے لیے محمد اللہ سے کہا۔

(۱) جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے حضرت نے کسی کو میرے سامنے تبلیغ سے نہیں روکا اور نہ منع کیا۔

(۲) چند ہی دنوں کی بات ہے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے یہاں مولانا عبید اللہ صاحب سرگرم کارکن تبلیغ سے تبلیغی تقریر کرائی اور حضرت مفتی صاحب موصوف اپنے یہاں کام کرتے رہتے ہیں علاوہ ازیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے بہت سے متوسلین اور معتقدین تبلیغ میں عملی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تبلیغ میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں، میرے عوارض مجھے اجازت نہیں دیتے کہ میں علمی شرکت کروں، پھر گاہے بہ گاہے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ اور اب سے چار پانچ سال قبل سہارنپور کی جامع مسجد میں جمعرات کے ہفتہ واری اجتماع میں پابندی سے شریک ہوتا تھا۔ نیز میں اپنے تمام احباب ظاہر و باطن کو ادھر متوجہ کرتا رہتا ہوں۔ اور وہ لوگ جو مجھ سے بیعت ہوتے ہیں انہیں تو میں بتاکید تبلیغ میں شرکت کے لیے کہتا رہتا ہوں۔ ادھر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے حضرت کے یہاں برابر تبلیغ کا کام ہوتا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی حضرت نے کسی مبلغ کے متعلق کچھ فرمایا ہو نفس تبلیغ پر حضرت نے میرے علم کے مطابق کبھی نکیر نہیں فرمائی اور جب آپ خود تحریر فرما رہے ہیں، دوسری طرف جو احقر نے اس دعوت و تبلیغ کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں سنت

رسول اللہ ﷺ کے مطابق زندگی گذارنے کا واحد ذریعہ یہی تبلیغ ہے۔ اب اس کے بعد مزید استفسار کی کیا گنجائش رہی؟ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ آزمائشی حالات نے تبلیغ کی ضرورت کو ہمیشہ سے زائد ثابت کر دیا۔ نیز اس کا نفع ظاہر و باہر ہے۔ اللہ کے حکم سے رسولوں نے تبلیغ کی ان کے بعد برابر ان کے صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین، علماء اور اولیاء وصوفیاء رحمہم اللہ ہمیشہ تبلیغ کرتے رہے۔ مجھے امید ہے بلکہ یقین ہے کہ اب آپ کو اطمینان ہو جائے گا، اور کوئی خلش باقی نہیں رہے گی۔ تبلیغ نے تمام دنیا کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کر دی ایسی صورت میں اس کا تعاون ضروری ہے۔ مجھے حضرت شیخ مدظلہ سے معلوم ہوا کہ حضرت پھول پوری قدس سرہ تبلیغ کے بڑے زبردست حامی تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ تو انتہائی شد ومد کے ساتھ تحریک تبلیغ کے حامی تو تھے ہی نیز دورہ کے اساتذہ حضرت مولانا امیر احمد صاحب، مفتی مظفر حسین صاحب اور دوسرے مدرسین عملاً شرکت کرتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ دراصل تبلیغ کا سرچشمہ اور منبع مظاہر علوم بذات خود ہے اس تحریک کے موسس مئوید اور سرپرست سب ہی مظاہر علوم کے سرپرست رہے۔ حضرت شیخ ہر ماہ کافی روپیہ مبلغین کے دعوت طعام وغیرہ میں خرچ فرماتے ہیں۔

والسلام فقط

(حضرت مولانا) محمد اسعد اللہ (رحمہ اللہ) بقلم محمد اللہ

## حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تائید

(د) حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی صدر مہتمم دار العلوم دیوبند کی شرکت ان تبلیغی اجتماعات میں اتنی کثرت سے ہوتی رہتی ہے کہ ان کی تفاصیل کا احصاء مشکل ہے۔ حضرت قاری صاحب کی کئی تقاریر مستقل طور پر ایک رسالہ میں جس کا نام ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں شائع ہو چکی ہیں۔ اگر حضرت قاری صاحب کے تبلیغی اسفار کی تفصیل کو کوئی جمع کرنا چاہے تو رسالہ دار العلوم سے معلوم ہو جائے گا کہ کہاں کہاں کے اجتماعات میں حضرت قاری صاحب کی شرکت ہوئی ہے۔ میوات کے متعدد اجتماعات میں یہ ناکارہ بھی حضرت قاری صاحب کے ساتھ شریک ہوا، اور سہارنپور کے سالانہ اجتماع میں ہمیشہ قاری صاحب کی تشریف آوری اور کئی کئی گھنٹے اس تبلیغی جماعت کی حمایت اور اس میں شرکت کی تاکید تقریروں میں تو یہ ناکارہ خود بھی شریک ہوا قاری صاحب کی بھوپال

کے اجتماع کی ایک تقریر جس کو مولوی محمد احسن ندوی نے ضبط کیا تھا اور اس کو ''نشان منزل'' نے طبع کیا تھا۔ جس کی نقل ''حقیقت تبلیغ'' مرتبہ جناب الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگونی میں ہے کہ ہندوستان میں اس وقت دعوت و تبلیغ کے کام کو چند سال قبل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا خدا تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک پر اس کا القاء کیا انہوں نے تبلیغ کے لیے جماعتوں کا طریقہ اختیار کیا مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعتی طریقہ اختیار فرمایا میں نے شاید کہیں لکھا ہے کہ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر بطور فن کے القاء کیا۔

اس میں تعلیم و تربیت سیر و سیاحت روح کی دل چسپی بدن کی ورزش ہر ایک چیز موجود ہے۔ آج کے دور میں یہ کام بڑا ہی مفید اور لازمی ہے۔ اسی وجہ سے یہ کام تیزی سے پھیل رہا ہے اور اس خاموش تبلیغ سے ایک عظیم انقلاب آ رہا ہے، ہندوستان کے ہر خطہ میں اور ہندوستان سے باہر جہاں بھی گیا وہاں میں نے تبلیغی جماعتیں اور تبلیغی مراکز دیکھے، رسمی انداز میں اس عالمگیر طریقہ پر کام نہیں ہو سکتا اور اس کے ساتھ ساتھ نہ فتنہ و فساد ہے اور نہ واویلا و شور، آپ نے کہیں نہیں سنا ہوگا کہ ان جماعتی لوگوں نے کبھی عذر کیا، کہیں فساد برپا کیا یہ خاموش تبلیغ ہے جو عالم گیر طریقہ سے ساری دنیا میں پھیلتی جا رہی ہے اور اس کی مقبولیت روز بروز بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ تبلیغ کے کام میں آدمی کو اس کے گھر سے نکالا جاتا ہے وہ گھر کے ماحول سے نکل کر خدا کے گھر میں پہنچتا ہے۔ وہاں اسے دوسرا ماحول ملتا ہے۔ گھر کے ماحول اور اس کے ماحول میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہاں سے داعی اور عامل دونوں بننا پڑتا ہے...... وہ داعی بن کر آتا ہے اور عامل بن کر جاتا ہے۔ آج کے دور میں، بہت سی تحریکیں چل رہی ہیں لیکن یہ تحریک اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں نہ عہدے ہیں نہ منصب ہیں، نہ کرسیاں ہیں اور نہ سیٹیں ہیں۔ بلکہ اپنے ہی مال کا خرچ ہے اپنی جیب پر بار ہے۔ یہ تحریک موجودہ دور میں دین کے تحفظ کے لیے ایک بڑی پناہ گاہ ہے...... آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں، اس دور میں مسلمانوں کے لیے صرف دو پناہ گاہیں ہیں ایک دینی مدرسے دوسرے یہ تبلیغی کام۔

قاری صاحب کا ایک بہت طویل وعظ ۴۴ صفحہ کا ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟'' کے نام سے بلفظہ شائع کیا گیا ہے جس میں قاری صاحب نے ان سب اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اس وقت ان کے کان میں پڑے تھے اور ان کو یاد رہے تھے اس کے بعد فرمایا خلاصہ وعظ کا یہ ہے کہ اصلاح نفس کے چار طریقے ہیں۔ جو میں نے اوپر بیان کئے اور اس کام میں اصلاح نفس کے تقریباً چاروں طریقے موجود

ہیں۔ جو جتنی محنت کرے گا اتنی ہی ترقی حاصل کرے گا۔ اس لیے کہ جب آپ عمل کریں گے تو اس پر اس کام کے ثمرات بھی ضرور مرتب ہوں گے۔ اب تک معترضین کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا وہ ان کے اعتراض کو مان کر کے اور اگر غور کیا جائے تو سرے سے ان کے اعتراضات ہی قابل تسلیم نہیں اس لیے کہ اس میں بڑے اور پرانے لوگ بھی تو موجود ہوتے ہیں جن سے کام کے اصول معلوم ہو سکتے ہیں اور اصول سے کام کرنے میں ترقی ہوگی۔ بعض ارباب درس وتدریس ہوتے ہیں اور بعض اہل فتویٰ ان سے آپ کو روکتے بھی نہیں ہیں۔

اگر کسی کو علم حاصل کرنا ہو تو ان سے کر سکتا ہے، مسائل معلوم کرنا ہوں تو ان سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ کام کرنے والوں کے لیے یہ سب باتیں ہیں اور محنتیں ہیں اور نہ کام کرنے والوں کے لیے یہ سارے اعتراضات ہیں۔ بہر حال نسخہ ہے مکمل، ہاں دل ہی اگر نہ چاہے تو اور بات ہے کسی نے صحیح کہا کہ: اگر تو نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

تو بات بتلانے والوں نے بتلا دی، اعلان کرنے والوں نے آواز بھی لگا دی، منزل بھی بتلا دی ثمرہ بھی بتلا دیا کہ یہ سامنے آئے گا، اب ان حضرات کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ آپ کی طرف چلیں بھی، آپ چلیں گے اور کام کریں گے تو اس کا پھل پائیں گے ظاہر ہے کہ نفع عام ہے اس لیے اس میں ضرورت ہے کہ سب چلیں، اگر آپ تعلیم میں شرکت کر سکتے ہوں تو تعلیم میں شریک ہوں، گشت میں شرکت کر سکتے ہوں تو گشت میں شریک ہوں، اور اگر کچھ اوقات لگا سکتے ہوں تو اوقات بھی لگائیں اور بھائی اس سے کنارے رہنا بڑی ہی محرومی کی بات ہے۔ فکری طور پر ہو، عملی طور پر جس درجہ میں بھی ہو اس میں شریک رہنا چاہیے۔

## سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ مجاز حضرت تھانویؒ کی تائید

(ہ) حضرت مولانا الحاج سید سلیمان ندوی خلیفہ حضرت تھانویؒ کی شرکت لکھنو کے قیام میں پھر بھوپال کے قیام میں پھر پاکستان کے قیام میں ان تبلیغی اجتماعات میں بہت کثرت سے ہوئی ہے حجاز کے تبلیغی اجتماعات میں بھی حضرت سید صاحب کی شرکت ہوتی ہے اور تقریریں بھی فرمائی ہیں۔ مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں صاحب نے جو حضرت دہلوی کی سوانح عمر لکھی ہے اس پر حضرت سید صاحب کا مبسوط مقدمہ ہے جس کے متعلق سید صاحب کی سوانح ''تذکرہ سلیمان'' میں لکھا ہے کہ یہ بلند پایہ مقدمہ بھی اپنی

جامعیت علمیت اور افادیت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے۔ بیس صفحات میں اتنے ہی اہم مضامین کی وسعتوں کو سمیٹ لینا یہ حضرت ہی کا حصہ تھا، صرف عنوانات کے شمار ہی سے اس کی گونا گونی کا اندازہ لگایئے جو یہ ہیں: (۱) امت مسلمہ کا فریضہ (۲) دولت وسلطنت مقصود اصلی نہیں (۳) امت مسلمہ جانشین ہے (۴) تعلیم وتزکیہ میں تفریق (۵) تعلیم وتزکیہ کی یکجائی (۶) فلاح دونوں کی یکجائی میں ہے (۷) مزاج نبوت قوام ملت ہے (۸) صاحب سوانح اس معیار سے (۹) سلسلہ، ولی اللٰہی، صاحب (۱۰) سوانح کا سلسلہ نسب (۱۱) اس عہد میں تبلیغی ناکامی کے وجوہ (۱۲) انبیاء کے اصول دعوت (تذکرہ سلیمان) یہ تو اجمالی عنوانات ہیں۔ ان میں سے عنوان نمبر ۸ ''صاحب سوانح اس معیار سے'' کے ذیل میں مقدمہ لکھا ہے کہ ''آئندہ اوراق میں جس داعی حق اور دعوت حق کی تصویر کھینچی گئی ہے میری آنکھوں نے اس کے چہرے کے خدوخال کا مشاہدہ کیا تھا، اس کے ظاہر وغائب کے حالات دیکھتا اور سنتا رہا اور جن کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی ان کو ان اوراق کے پڑھنے سے اس کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ اور اسی ضمن میں اس کے اصول وطریق دعوت اور خود حقیقت دعوت کے سارے حالات واضح ہو جائیں گے۔

اسی مقدمہ کے عنوان نمبر ۵، انبیاء کے اصول دعوت کے ذیل میں تحریر فرمایا: ''تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو حضور ﷺ کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک عرض ہے یعنی حضور انور ﷺ اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپؐ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپؐ اور آپؐ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے۔ اور کلمۂ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے۔ مکہ معظمہ سے سفر کر کے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبد یا لیل وغیرہ رئیسوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے۔ اور ان کی ترشی وتند جوابوں کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔

آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت مند ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان واسلام کی دولت مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی، صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں امن وامان واطمینان ہوا تو اسلام کے سفیر مصر وایران وحبش کے بادشاہوں اور عمان وبحرین اور یمن اور حدود شام کے رئیسوں کے پاس اسلام کا پیغام لے کر پہنچے۔ اور مختلف صحابہؓ نے عرب کے مختلف صوبوں اور قبیلوں میں جا کر اسلام کی

تبلیغ کی، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ گئے، حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے یمن کا رخ کیا، یہی حال ہر دور کے علماء حق اور ائمہ دین کا رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ داعی اور مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہنچائے۔ بعض صاحبوں کو خانقاہ نشینوں کے موجودہ طرز سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خاصان حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے حالاں کہ یہ سراسر غلط ہے، ان بزرگوں کی سیرتوں اور تذکروں کو کھول کر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ کہاں کے رہنے والے تھے، فیض کہاں سے پایا اور جو پایا اس کو کہاں کہاں بانٹا اور کہاں جا کر زیر زمین آرام کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیا ریلوں، لاریوں، موٹروں اور سفروں کے دوسرے سامان راحت سے محروم تھی۔ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سیتان میں پیدا ہوئے، چشت واقع افغانستان میں دولت پائی اور راجپوتانہ کے کفرستان میں آ کر حق کی روشنی پھیلائی، فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ سندھ کے کناروں سے دہلی تک اور دہلی سے پنجاب تک آ گئے۔ اور ان کے مریدوں میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء علیہ الرحمۃ اور پھر ان کے خلفاء کے احوال اور ان کے سفر کے مقامات اور ان کے مزارات کی جائے وقوع کو دیکھئے کہ وہ کہاں کہاں ہیں کوئی دکن میں ہے کوئی مالوہ میں ہے کوئی بنگال میں ہے کوئی صوبجات متحدہ میں ہے (مقدمہ سوانح) سید صاحب اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

## سید سلیمان ندوی رحؒ کا اہم مکتوب

"از بھوپال یکم ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ" عزیزم مکرم حیاکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ مکی زندگی سے مدنی زندگی بمشکل کامیاب ہوسکتی ہے، اور پچھلے فرسودہ نظام زندگی کی بنیاد پر تجدید کی دیواریں کھڑی نہیں ہوسکتی، خود مسلمان بننا دوسرے کو مسلمان بننے کی دعوت دینا وقت کی اہم پکار ہے۔ اور اس نفرت کے بجائے محبت کے جذبہ سے انجام دینا سب سے اہم ہے۔ (تذکرہ سلیمان)

اسی سوانح میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ "حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت کا ایک بڑا مرکز بھوپال بھی تھا اور تبلیغی حضرات کئی وجوہ سے حضرت والا سے خاص تعلق رکھتے تھے اس لیے جب تک حضرت بھوپال میں مقیم رہے تبلیغی کاموں کی گویا سرپرستی فرماتے رہے اور غالباً حضرت ہی کے ایماء سے مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی بڑی گرم جوشی سے تبلیغی وفود میں حصہ لیتے رہے اور اپنے مواعظ حسنہ

کے ذریعہ ریاست کے چپہ چپہ تک اسلام خالص کی دعوت پہنچائی۔

صاحب سوانح ایک جگہ لکھتے ہیں کہ وصال سے صرف چار یوم قبل مغرب کے بعد جب حضرت والا حسب معمول نماز سے فارغ ہو کر چارپائی پر لیٹے تھے کہ سفیر شام مع چند رفقاء کے تشریف لائے۔ اس کے بعد سفیر نے جماعت تبلیغ کے متعلق حضرت والا کی شخصی رائے دریافت فرمائی، ارشاد ہوا کہ تبلیغی جماعت دین خالص کی داعی ہے۔ (تذکرہ سلیمان)

مولانا الحاج علی میاں صاحب حضرت دہلوی کے لکھنو کے سفر کی تفاصیل لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ سید سلیمان صاحب ایک روز پہلے لکھنو تشریف لا چکے تھے اور مولانا کے ساتھ ہی مقیم تھے، سید صاحب کو اس سے چند گھنٹے پہلے کے لیے تھانہ بھون کے اسٹیشن اور تھانہ بھون سے کاندھلہ تک ریل میں مولانا سے گفتگو کا اتفاق ہوا تھا اور آپ نے اگلے روز پھاٹک حبش خان کے جلسہ میں مولانا کی دعوت کی ترجمانی اور اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا، اس موقع پر آٹھ نو دن شب و روز ساتھ رہا۔ آخری روز جمعہ کے دن جو خاص مصروفیت کا تھا امیر الدولہ اسلامیہ کالج تشریف لے گئے جہاں ایک بہت بڑا اجتماع آپ کے انتظار میں تھا وہاں پہلے مولانا سید سلیمان صاحب نے ایک پر اثر تقریر کی آپ کے بعد مولانا نے ارشاد فرمایا (سوانح حضرت دہلویؒ) یہ ناکارہ بھی حضرت دہلوی کی معیت میں ندوۃ العلماء میں مقیم رہا۔ سید صاحب بہت اہتمام سے حضرت دہلوی کی نجی تقاریر اور اجتماعات میں نہایت ہی سکون و وقار کے ساتھ شریک رہتے اور بہت غور سے تقاریر خاص طور سے نجی مجالس کی سنتے۔ ایک دفعہ میرے سامنے حضرت دہلوی سے فرمایا تھا کہ آپ کے ارشادات میں مجھے حکیم الامۃؒ کے ارشادات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ ۴۹ء میں مولانا سید سلیمان ندوی حج کو تشریف لے گئے، مولانا سید سلیمان ندوی سے عرب کے علماء بہت پہلے سے واقف تھے ان کے حجاز پہنچنے سے تبلیغی جماعت کے افراد نے بڑا فائدہ اٹھایا اور کئی ایسے اجتماع کیے جن میں عرب کے علماء بکثرت شریک ہوئے اور حجاز و یمن اور شام و عراق کے علاوہ سوڈان، مصر، مراکش، ٹیونس کے علماء بھی شریک ہوئے۔ اس سلسلے کا پہلا اجتماع حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں ہوا تھا، اور سید صاحب نے ایک ایسے اجتماع کو خطاب کیا جس میں مصر، سوڈان، مراکش، ٹیونس کے فاضل علماء اور خواص جمع تھے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے نہایت اچھے پیرائے اور علمی اسلوب میں بڑے سلجھے ہوئے انداز سے دعوت و تبلیغ پر روشنی ڈالی۔ اجتماع

کے اختتام پر سب ہی علماء اور خواص نے اپنے اپنے پتے دیے، علماء نے کام کو خوب سراہا اور اس کام سے اپنے تعلق کا اظہار کیا۔ (سوانح)

## اطاعت امیر کا ایمان افروز تذکرہ

(نوٹ:۔ ان سطور کی پروف ریڈنگ کے دوران ۱۵۔ اپریل ۲۰۰۴ کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی وفات کی حسرت آیات کی خبر مولانا شفیق الحسن ناصر کے ذریعہ ملی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون)

مفتی زین العابدین صاحب لائل پوری نے اس سفرحج کا قصہ اپنے گرامی نامہ میں تفصیل سے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ سید سلیمان ندویؒ جب ۱۹۴۹ء میں ہند سے حجاز تشریف لے گئے ہم مکہ معظمہ تین دن مسلسل حاضر ہوتے رہے، تیسرے دن حضرت نے پوچھا آپ کہاں کے ہیں تو بندہ نے عرض کیا کہ پنجاب کا ہوں، حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈابھیل میں دورہ پڑھا پھر امرتسر میں پڑھاتا رہا، اس کے بعد سات چلے تبلیغ میں لگائے، پھر ایک سال نظام الدین گذارا، پھر ان حضرات نے یہاں ۱۹۴۷ء میں بھیج دیا۔ اب یہاں اس طرح حجاج میں اور بقیہ وقت یہاں کے عربوں میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ تیرا نام بمبئی میں معلوم ہوا تھا۔ اور یہ بھی کہ یہاں کے امیر جماعت تم ہو۔ میں نے عرض کیا مجھے امیر بنا رکھا ہے تو فرمایا کہ میرا یہاں کو پورا وقت آپ کے حوالہ ہے میں خود کوئی پروگرام نہیں بناؤں گا۔ چنانچہ اس پر اس شدت سے عمل فرمایا کہ ایک دن میں مدرسہ صولتیہ میں لیٹا ہوا تھا، ایک ساتھی نے آکر اٹھایا کہ شیخ عمر بن حسن رئیس امر بالمعروف نجد شیخ عبداللہ بن حسن شیخ الاسلام کے بھائی تشریف لائے ہیں، میں حیران ہو کر اٹھا ان سے باہر آکر ملا پھر اندر لے گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا، میں شیخ سید سلیمان ندوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں یہاں کا وقت تبلیغ میں دے چکا ہوں، میرے امیر سے پوچھیں اگر وہ قبول کرلیں تو مجھے قبول ہے۔ چنانچہ میں اسی وقت شیخ عمر بن حسن کی کار میں ان کے ساتھ بیٹھ کر سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے استفسار کر کے ان کی دعوت قبول کی۔ اور ان کے چلے جانے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت ان بڑے لوگوں سے تو براہِ کرم آپ خود طے فرمالیا کریں تو فرمایا بالکل نہیں جو طے کرنا ہے تجھے کرنا ہوگا۔ فقط

جناب الحاج عبدالوہاب صاحب روحِ رواں تبلیغ پاکستان اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے ساتھ ہر اتوار کو تشریف لے جاتے تھے، اور بندہ کی باتوں کو سنتے تھے، اور بندہ کا نام ''بلبل ہزار داستان'' رکھا ہوا تھا، فرماتے تھے کہ جب تم لوگ آ جاتے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں خیر ہی خیر ہے اور جب تم چلے جاتے ہو تو سمجھتا ہوں کہ دنیا میں شر ہی شر ہے فقط۔

## خلیفۂ حضرت اقدس تھانویؒ مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق

(و) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم خلیفہ حضرت اقدس حکیم الامۃ تھانوی نوراللہ مرقدہما جب تک سہارنپور مقیم رہے میوات کے جلسوں میں کثرت سے تشریف لے جاتے رہے۔ حضرت مولانا کی ایک دفعہ طبیعت ناساز تھی حکیم کو دکھانے دہلی تشریف لے گئے چونکہ نظام الدین ہی قیام کرتا رہتا تھا اس وقت حضرت دہلویؒ میوات کے ایک سخت ترین سفر پر جا رہے تھے جو پہاڑ پر تھا، حضرت دہلوی نے مولانا کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی، باوجود یہ کہ مولانا بیمار بھی تھے اور حکیم کے پاس علاج کے لیے تشریف لے گئے تھے مگر ساتھ ہو لیے۔ جمعہ کا دن نہایت گرمی کا وقت پہاڑ تک سواری مل گئی، مگر پہاڑ پر پاؤں چڑھنا پڑا چچا جان تو مشاق تھے ہمیشہ کے عادی تھے مولانا مرحوم کو اس قسم کے سفر کا کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا دونوں اکابر نہایت مشقت کے ساتھ جمعہ کی عجلت کی وجہ سے تیزی سے پہاڑ پر چڑھ رہے تھے پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ ایک ناواقف میواتی نے دوسرے کو آواز دے کر کہا کہ ارے فلانے دیکھ تو مولبی گنجی کھانے کے شوق میں کیسا بھاگ رہے ہیں۔ (گنجی میوات کا ایک خاص کھانا ہے جو ان کے یہاں بہت پسندیدہ ہے اور یوپی والوں کو اس کا کھانا مشکل ہے۔) ''تجلیات رحمانی''

یعنی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت کے کام سے آپ کو بڑی دل چسپی تھی، تبلیغ کو آپ اس دور میں جہاد اکبر سمجھتے تھے۔ امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مولانا کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلوص اور للّٰہیت کے صمیم قلب سے قائل تھی، فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ حرکت ہو رہی ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلوص اور للّٰہیت کی برکت ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب حضرت مولانا کے خاص تلامذہ میں سے تھے انہوں نے دورہ کی اکثر کتابیں مولانا مرحوم سے پڑھی تھیں۔ تبلیغی جماعت کے بعض دوسرے سرکردہ حضرات مولانا کے تربیت یافتہ اور تلامذہ تھے۔ مولانا انعام

الحسن صاحب مولانا عبید اللہ صاحب حضرت مولانا سے پڑھے ہوئے ہیں۔ مولانا سعید احمد خاں صاحب امیر جماعت سعودی عرب حضرت کے تلمیذ خاص اور بڑے تعلق والے تھے، مولانا اپنے تلامذہ و متعلقین کو تبلیغی سلسلہ میں شرکت کا حکم اور مشورہ دیتے۔

مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی نے تحریر کیا کہ میں مدرسہ سے رخصت لے کر تین چلوں پر مشرقی پاکستان چلا گیا تھا اور اب جماعت تبلیغی کے ہمراہ مکہ مکرمہ جارہا ہوں، اس کے جواب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا جو کام آپ کر رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانے میں جہادِ اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ایک صاحب نے کراچی سے مولانا کو لکھا کہ میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جو دعوت الی اللہ کے لیے جاتی ہے شرکت برابر کرتا رہتا ہوں مگر پچھلی اتوار کی شام کو تبلیغی جماعت کے ایک صاحب جو عالم معلوم نہیں ہوتے تھے انہوں نے اپنے بیان میں فرمایا کہ گشت میں جانے والوں کو سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے، حالاں کہ مسجد الحرام خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے والوں کو صرف ایک لاکھ کا ثواب، یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ حالاں کہ حضرت تھانویؒ کے وعظ آداب التبلیغ میں پڑھا تھا کہ یہ تبلیغ فرض کفایہ ہے تو جب فرض عین نہیں تو انہوں نے یہ کیسے بیان کر دیا؟ جس پر حضرت مولانا نے مختصراً تحریر فرمایا کہ ایسے جزوی امور کو ترک کر دیجئے جو بات شریعت کے موافق نظر آئے اس پر عمل کرتے رہیں۔ (تجلیات رحمانی)

ایک شخص نے تبلیغ میں مسلسل چلوں کا ذکر کیا تو فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں یہ بہت بڑا فریضہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ پسماندگان کے حقوق کا بھی خیال فرمانا ضروری ہے۔ (تجلیات رحمانی)

## حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی

(د) حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حال ناظم جامعہ اسلامیہ کراچی خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متعلق حضرت ناظم صاحب مظاہر علوم اور اس ناکارہ کے خطوط میں گذر چکا ہے کہ حضرات دہلی کی آمد پر حضرت مفتی صاحب ان لوگوں کو اپنے مدرسے میں بلاتے ہیں اور مدرسین وطلبہ کو جمع فرما کر ان حضرات سے تبلیغی تقریریں اہتمام سے کراتے ہیں اور بعد میں خود بھی اس کی تائید میں تقریر فرماتے ہیں، واقعات بالا تو خود میرے مشاہد ہیں وہاں کے طلبہ کے خطوط سے بھی اکثر حضرت مفتی صاحب کی مستقل تقریر اس جماعت کی تائید و نصرت و شرکت میں ہونی

معلوم ہوتی رہتی ہے۔

یہ چند نمونے میں نے حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء کے نقل کرائے ہیں۔ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اگر حضرت حکیم الامۃ اس جماعت سے خفا تھے تو حضرت کے اجل خلفاء میں سے کسی کو بھی ناراضی کی خبر نہ ہوئی اور یہ سب حضرات نہایت جوش وخروش کے ساتھ اس میں شرکت بھی فرماتے رہے شرکت کے تقاضے بھی پورے کرتے رہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کے بھانجے نے ایک مستقل چلہ اس میں دینے کا وعدہ فرما رکھا تھا جو مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے پورا نہ ہوسکا اور وہ جب چچا جان کی بیماری میں ایک دن تشریف لے گئے اور چچا جان نوراللہ مرقدہٗ نے ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا تو اپنی سخت مجبوری اور ضرورت کے باوجود مستقل قیام فرمالیا اور وصال تک وہیں موجود رہے، اور اس زمانہ میں تبلیغی اجتماعات میں کثرت سے شرکت فرماتے رہے اور ملفوظات بھی جمع کرتے رہے۔ اور اس کا اطمینان بھی دلاتے رہے کہ آپ کے بعد یہ کام انشاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ جیسا کہ ملفوظات حضرت دہلوی میں تفاصیل سے موجود ہے، میں نے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے خلفاء آراء اور ارشادات اسی وجہ سے لکھوائے ہیں کہ لوگ حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے اس چیز کو پھیلاتے ہیں کہ حضرت حکیم الامۃ ناراض تھے۔ تعجب ہے کہ اس مجہول روایت کی اطلاع حضرت کے اجل خلفاء کو نہ ہوئی۔

بالخصوص مولانا ظفر احمد صاحب کو جو ہر وقت کے تھانہ بھون کے حاضر باش خانقاہ کے مفتی اعظم اور حضرت قدس سرہٗ کے مسودات اور ارشادات کو لکھنے والے اور حضرت کی خدمت میں رہ کر اعلاء السنن وغیرہ کی تصانیف کرتے رہے۔ ان کو حضرت تھانوی کی ناراضی کا شائبہ بھی ہو جاتا تو حضرت دہلوی کے اخیر زمانہ میں اس طرح موجودہ تبلیغ کے اندر سرگرمی سے منہمک نہ ہوتے۔ ان کے علاوہ آراء دیگر مشائخ اور علماء کی نمونہ لکھواتا ہوں۔

## مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب اور تبلیغی جماعت

(الف) حضرت مولانا الحاج شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی نقشبندی، بھوپالی، مولانا الحاج عمران خاں صاحب کی وجہ سے وہ بھوپال کی مرکزی جماعت کے روح رواں ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے

اخص الخواص مریدین میں ہیں۔ تبلیغ کی سرپرستی فرماتے رہے، خاص طور سے بھوپال کے اجتماع میں کثرت سے دعائیں اور مشورے بھی فرماتے رہے، حضرت مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں چند روز قیام کے دوران میں حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات حضرت پیران پیر کے مواعظ کی طرح سے تاریخ وار مجالس کے ساتھ جمع کیے۔ جن کا نام ''صحبتے با اہل دل'' ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں، اٹھارویں مجلس ۳/ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ آج حضرت کی طبیعت کچھ مضمحل تھی، کمر میں کئی دن سے درد تھا آج اس میں غالباً زیادتی ہوگئی اشراق پڑھ کر خلاف معمول لیٹ گئے اور آنکھ لگ گئی۔ مولانا انعام الحسن صاحب چند رفقاء و خدام کے ساتھ ملنے آئے، یہ معلوم کر کے کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں راقم سطور کے پاس اندر مہمان خانہ میں آ گئے، کچھ دیر کے بعد جلسہ (اجتماع بھوپال) میں شرکت کرنے والے مہمانوں اور خانقاہ میں آنے والوں کا ہجوم ہو گیا، اندر کا دلان بالکل بھر گیا۔ حضرت بیدار ہو گئے مولانا کے میرے پاس تشریف رکھنے کا علم ہوا تو بجائے باہر خانقاہ میں جانے کے اندر تشریف لے آئے اور دالان کے کنارے جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں اس کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ حاضرین نے صدر مجلس میں تشریف رکھنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا مجھے یہیں راحت ہے، بے تکلفی بڑی راحت کی چیز ہے۔

مولانا انعام الحسن صاحب اور ان کے بعض رفقاء نے یورپ میں تبلیغی اثرات جماعتوں کی نقل و حرکت اور مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہونے کا ذکر کیا یہ بھی تذکرہ فرمایا کہ جماعت کے لوگوں نے پیرس میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی اس مرتبہ رمضان المبارک میں وہاں تراویح ہوئی، ۶۰/۷۰ آدمی تراویح میں شریک ہوتے تھے، اخیر عشرہ میں ایک صاحب نے اعتکاف بھی کیا، خط میں تھا کہ پیرس کی تاریخ میں شاید یہ پہلا اعتکاف ہے، حضرت نے ان واقعات پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ خدا کی شان ہے کہ کفر و ظلمت کے مرکز میں یہ تبدیلیاں ہو رہی ہیں اور اسلام اور ایمان کے مرکزوں میں اور بزرگوں کے خاندانوں میں جہاں پشتوں سے دینداری اور بزرگی چلی آ رہی تھی مغرب کی نقالی دین سے بے رغبتی بلکہ دین کی تحقیر اور شعائرِ اسلام سے وحشت اور ان کے ساتھ تمسخر کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ ''ع چو کفر از کعبہ بخیزد کجا ماند مسلمانی'' فرمایا کہ ہم تو اسی وقت سے معتقد ہیں کہ جب نظام الدین کی یہ مسجد بہت مختصر اور کچی پکی تھی۔ اور کچھ معذور و اپاہج میواتی وہاں پڑے رہتے تھے،

ہمیں تو یہ باغ اسی وقت لہلہاتا نظر آتا تھا۔ میں ایک مرتبہ نظام الدین کی زیارت کے لیے گیا، زیارت سے فارغ ہو کر جانے لگا تو کسی نے کہا کہ ایک چھوٹی سی مسجد اور ہے وہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ اور ایک بزرگ رہتے ہیں وہاں بھی چلئے۔ میں حاضر ہوا اور ان بزرگ (مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ) کا دریافت کیا، کہا گیا کہ وہ اس وقت مسجد سے باہر گئے ہوئے ہیں ظہر کی نماز کے وقت ملیں گے۔ میں ٹھہر گیا اور ظہر کی نماز کا وقت آیا وہ تشریف لائے، میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی یا تو اپنے والد صاحب کے پیچھے (ایسے اطمینان کی) نماز پڑھی تھی یا ان کے پیچھے۔ پھر میں نے مولانا یوسف صاحب کا دور بھی دیکھا، ایک دن میں نے اسے کہا کہ میں نے آپ کو اس وقت دیکھا تھا جب صفوۃ المصادر پڑھتے تھے۔ بڑی سادگی سے بولے اب بھی وہی پڑھ رہا ہوں۔ (صحبتے با اہل دل)

بھوپال کا رسالہ ''نشان منزل'' میں وقتاً فوقتاً حضرت شاہ صاحب کے ارشادات اس جماعت و تبلیغ کی حمایت میں شائع ہوتے رہے ہیں جو میری نگاہ سے بھی وقتاً فوقتاً گذرتے رہے ہیں۔ اس وقت یہ خیال بھی نہیں تھا کہ ان چیزوں کو کسی وقت نمایاں کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی دیکھنا چاہے تو نشان منزل کا رسالہ میں بہت کثرت سے ملے گا۔ بھوپال کا سالانہ اجتماع بہت مشہور ہے۔

(ب) جناب الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی کی شرکت میوات کے جلسوں میں کثرت سے ہوئی، اور بعض اجتماعات میں یہ ناکارہ بھی شریک تھا۔ مفتی محمود صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب کے ساتھ میوات کے بعض اجتماعات میں میں بھی شریک ہوا ہوں۔ مفتی صاحب اور مولانا الحاج احمد سعید صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء کی تقریریں میوات کے بعض جلسوں میں بندہ نے خود سنی ہیں۔ بہت ہی شدومد سے لوگوں کو اس کام میں شرکت کے لیے تقاضا اور دعوت دیا کرتے تھے۔ سوانح یوسفی میں ایک جلسہ کا مختصر ذکر ہے اس میں لکھا ہے کہ قصبہ نوح ضلع گوڑگانواں میں ایک تبلیغی اجتماع ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ بروز یک شنبہ ہوا۔ اس جلسہ میں مرکز کے اکابر کے علاوہ مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی شریک ہوئے۔ اس تبلیغی اجتماع میں مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے تبلیغ کی ضرورت اور افادیت پر کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ اس اجتماع میں میوات کے اہل تعلق اور کثیر تعداد میں میواتی شریک ہوئے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ مولانا عبدالرشید صاحب مسکین بھوپال کے مشہور عالم اور ملی کارکن نے

مولانا محمد الیاس صاحب کی زندگی میں مفتی کفایت اللہ صاحب کی وساطت سے بھوپال میں تبلیغی کام کی دعوت دی تھی (سوانح یوسفی)

حضرت دہلویؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں آج یہ بندہ اس دعوت کو لے کر مدرسہ امینیہ گیا تھا جس میں اللہ کے فضل اور لطف اور رحمت نے بہت امید افزاء صورت پیدا فرما دی، حضرت مفتی صاحب نے تمام مدرسین اور طلباء کو جمع فرمایا اور میری تحریض کے بعد مولوی فخر الحسن صاحب نے تحسین فرمائی ان کے بعد حضرت مفتی صاحب نے باوجود وقت کے تنگ ہونے کے اس کی صورت ثابت فرمائی۔ عنوان بہت ہی اچھا اختیار فرمایا، حضرت دہلویؒ اپنے ایک اہم مکتوب میں علی میاں کو تحریر کرتے ہیں کہ اس وقت ایک اہم ضرورت جو درپیش ہے وہ یہ کہ مبلغین کی معتد بہ جماعت کراچی پہنچ رہی ہے۔ وہاں سے ایک تار جناب کی دعوت کا آیا ہوا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حیدرآباد سندھ میں ایک جلسہ ہونے والا ہے اس میں اکابر مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا طیب صاحب وغیرہما اکابر علماء امت شرکت فرمارہے ہیں اس میں آپ کی شرکت کی شدید ضرورت ہے، آپ اللہ سے مانگتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ فرماتے ہوئے اور استقلال اور دل جمعی کے ساتھ دعوت دینے کے عزم سے حیدرآباد سندھ تشریف لے جاویں۔ (مکاتیب)

۱۳۶۰ھ میں قصبہ نوح میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا۔ میوات کی سرزمین میں اس سے پہلے اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ شرکاء جلسہ کا اندازہ پچیس ہزار کا کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب جو اس اجتماع میں شریک تھے فرماتے تھے کہ میں ۳۵ سال سے ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی جلسوں میں شریک ہو رہا ہوں لیکن میں نے اس شان کا ایسا بابرکت اجتماع آج تک نہیں دیکھا۔ (سوانح یوسفی)

مراد آباد کے اجتماع میں حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہٗ تشریف نہ لا سکے ان کی جگہ نیابت میں جناب الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب نے شرکت فرمائی۔ (سوانح یوسفی)

## مولانا محمود حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی تصدیق

(د) جناب الحاج مفتی محمود حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی شرکت موجودہ تبلیغ کے اجتماعات میں اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات میں بہت کثرت سے رسائل اور اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں اور بہت سے مضامین ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں شائع ہو چکے ہیں۔ ایک تحریر ان

کی کسی شاکی کی شکایات کے جواب میں رسالہ ''حقیقت تبلیغ'' مؤلفہ الحاج ابراہیم یوسف باوا رنگونی میں ہے، وہ کسی معترض کے خط کے جواب میں ہے جس کا نام مجھے معلوم نہیں، خط بہت طویل ہے جو حقیقت تبلیغ میں چھپا ہوا ہے اور اس سے رسالہ ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں ماشاء اللہ ترقی پذیر ہیں جماعتیں یوں بھی تمام سال قریہ قریہ گشت کرتی رہتی ہیں۔ خصوصاً یہاں بھوپال میں کثرت سے سالانہ اجتماع اور ہفتہ وار اجتماع کو دیکھنے کا موقع ملتا رہا۔ لیکن اس ضمن میں چند امور ہمیشہ کھٹکتے رہے اور دل کلیۃ جماعت کے طریق کار سے متفق نہ ہوا، لیکن گذشتہ ماہ نومبر ۱۹۶۳ء میں لکھنو کے سالانہ اجتماع میں آپ کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ یہ عاجز کسی غلطی یا وسوسۂ شیطانی میں مبتلا ہے، اس بنا پر اسی وقت سے یہ خلش تھی کہ حضرت محترم سے اپنے رفع شکوک و دفع وسواس کے لیے اس باب میں استفسار کر کے اصلاح حاصل کروں گا، آگے اشکالات کی فہرست ہے جو مفتی صاحبؒ کے جواب سے خود سمجھ میں آتی ہے۔

## اہم مکتوب

مکرم و محترم زیدت مکارمکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! گرامی نامہ صادر ہوا مگر رمضان المبارک میں اتنی طویل تحریر کا پڑھنا مشکل، پھر جواب اس سے زیادہ مشکل، تاہم پڑھا، معلوم ہوا کہ وقتی اور کوئی فوری چیز جواب طلب نہیں۔ مکرما! تبلیغ کا جو نقشہ آپ نے کھینچا ہے، میں نے اس سے قبل کبھی نہیں سنا اور دیکھنے کی تو آج تک نوبت نہیں آئی، میں نے خود طویل طویل سفر کئے ہیں، یہاں بھی ہمیشہ ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کرتا ہوں ۳۵ برس سے شرکت کا موقع ملتا رہتا ہے، سہارنپور، دیوبند، رائپور، لکھنؤ وغیرہ کے اکابر ارباب مدارس و ارباب خانقاہ کا جو کچھ اس کام سے تعلق ہے وہ بھی براہِ راست معلوم ہے، مشائخ کرامؒ اپنے زیر تربیت سالکین کو کس طرح اس کام کی ترغیب دے کر کام میں لگاتے ہیں، وہ بھی معلوم ہے اس کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے بیان کو غلط کہا جائے ہوسکتا ہے کہ بعض کم فہم کم علم ناتجربہ کار لوگوں کے ذاتی اعمال و کردار سے کوئی صورت رونما ہو جائے یا کچھ اصحاب اغراض لوگ ان ناتجربہ کار لوگوں کا اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے غلط طور پر استعمال کر لیں جس سے اس قسم کے فتنے پیدا ہوں، آپ کی تحریر کردہ صورت حال یقیناً بہت دکھ اور اذیت کی چیز ہے یہ بھی یقینی امر

ہے کہ اس قسم کی چیزوں (تعزیہ داری وغیرہ اور مدارس وخانقاہوں کی مخالفت یا توہین) کی ذمہ دار حضرات کی طرف سے ہرگز اجازت نہیں، ایسی چیزیں تبلیغ کے کام اور دین کو سخت نقصان پہنچانے والی ہیں، تبلیغی نمبروں میں ایک نمبر اکرام مسلم بھی ہے اصولی حیثیت سے وہ بہت قابل اہتمام ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی طرف سے سخت ہدایت ہے کہ جس بستی میں جماعت جائے وہاں کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں ضرور حاضر ہو اور ان کے اصولوں کی پابندی کرے، ان کو ہرگز دعوت نہ دے ان سے صرف دعا کی درخواست کرے، علماء اور طلباء کو ہدایت ہے کہ اس کام کی وجہ سے درس ومطالعہ تکرار کا حرج ہرگز نہ کریں۔ سالکین کو ہدایت ہے کہ اپنے اوراد ووظائف اور تسبیحات کو ہرگز ترک نہ کریں بلکہ زمانہ خروج میں شدت کے ساتھ پابندی کرے، راتوں میں تہجد اور ذکر وگریہ کی عام فضا اذکار ومراقبات کا اہتمام، مواخات ومؤاسات، ایثار وہمدردی، تواضع وانکسار، احتساب وانضباطِ اوقات، حقوق اللہ وحقوق العباد کی نگہداشت وغیرہ یہ وہ دینی امور ہیں جو خانقاہوں کا طرۂ امتیاز ہیں اور حق تعالیٰ نے مشائخ پر ان کا انعام فرمایا ہے۔

تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات کی پوری کوشش ہے کہ اللہ پاک ان امور کی طرف سے تمام مسلمانوں کو متوجہ فرمائے اور سب کے نفوس میں ان کو راسخ فرمادے تو پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ جماعت خانقاہوں کے کام کو قدر کی نظر سے نہیں دیکھتی، علم وذکر کا نمبر اخلاص نیت کا نمبر آخر کس لیے ہے؟ جگہ جگہ جماعت نے مدارس دینیہ قائم کئے اور کر رہی ہے، خود مرکز نظام الدین دہلی میں عربی مدرسہ ہے جہاں چھوٹی بڑی سب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ میں نے خود تبلیغ کے لیے جن اکابر علماء ومشائخ کو نکلتے اور ترغیب دیتے ہوئے دیکھا ہے چند کے نام یہ ہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند وصدر مدرسہ امینیہ دہلی میں جو میوات کے علاقہ میں ان کے ساتھ تھا۔ اور ان کو بہت نزدیک سے دیکھا ہے کہ ان کو تبلیغی کام سے کس قدر گہرا تعلق تھا، مفتی اشفاق الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ فتح پوری دہلی، مفتی جمیل احمد صاحب مفتی تھانہ بھون، مولانا اسعد اللہ صاحب مجاز حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ، مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند مجاز، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا ابوالحسن ندویؒ، حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ وغیرہم۔ جب ایک کام اس

قدر عالم گیر ہو اور مسلمانوں کے گروہ دین سیکھنے کے لیے نکلیں تو ان سے بے اصولی اور غلطی ہونا بھی مستبعد نہیں، خاص کر ایسی حالت میں کہ ہر جماعت کو امیر عالم بھی میسر نہ آئے نہ ان کی غلطی کو سراہا جائے گا نہ ان کی غلطی کی وجہ سے تبلیغ سے بددل ہو کر کام کو چھوڑا جائے گا نہ تبلیغ کے فوائد وضرورت سے صرف نظر کیا جائے گا۔ بلکہ خود غلطی سے بچتے ہوئے دوسروں کو غلطی سے بچانے کی کوشش کی جائے گی اور اس کی بڑی ذمہ داری ان علماء حضرات پر ہے جو غلطیوں کو دیکھ کر دلوں میں اعتراضات کا پہاڑ قائم کرلیں۔ اور اس کام سے دور ہی دور رہیں۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس کام کو اپنا کام تصور کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ شرکت کریں اور کم علم وفہم بھائیوں سے جو غلطی ہو اس کو شفقت ومحبت کے ساتھ ان پر ترس کھاتے ہوئے ''الدین النصیحۃ'' کے پیش نظر بلطائف الحیل اصلاح فرمائیں وقت ملاقات اگر آپ زبانی تذکرہ فرماتے تو کچھ مزید عرض کرتا۔ والسلام

کوئی بات ناگوار خاطر گذرے تو معاف فرمائیں اس تحریر میں جو غلطی دیکھیں اصلاح فرمائیں اور مطلع فرمائیں شکر گذار رہوں گا۔ والسلام

احقر محمود عفی عنہ، مدرسہ جامع العلوم کانپور

مفتی صاحب کے ۹ خطوط بہت مفصل مکاتیب محمودیہ کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں بھی طبع ہو چکے ہیں جو رسالہ ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں بھی طبع ہوئے ہیں، مکتوب ہذا ان نو مکاتیب میں سے آٹھواں ہے۔ اس کی تمہید میں ناشر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب کی شخصیت ان چند برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہے جو ایام طالب علمی اور تبلیغ کے ابتدائی دور سے ہی کام میں دلچسپی اور حصہ لیتے رہے اور جہاں بھی رہے اپنے تعلیم وتدریس اور افتاء جیسے مشاغل کے ساتھ مرکز سے وابستہ رہے اور اسی کے زیر سایہ کام کرتے رہے اور اب بھی دار العلوم دیوبند میں وقتاً فوقتاً طلبہ میں خطاب فرمایا کرتے ہیں، اور اس حیثیت سے بھی اور اس حیثیت سے کہ وہ ملک کے سب سے بڑے دینی ادارے کے صدر مفتی ہیں اور ان کے پاس تبلیغی جماعت سے متعلق بھی سوالات آتے رہتے ہیں جن کے جوابات ان کو دینے پڑتے ہیں ان خطوط کی صورت میں اس گرانقدر عطیہ پر بہت ہی مشکور وممنون ہیں۔ ''فجزاہ اللہ خیر الجزاء'' اس مجموعہ کے علاوہ مفتی صاحب کے دوسرے خطوط بھی متعدد رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

## مولانا حفظ الرحمٰن ناظم جمعیۃ علماء اسلام کی توثیق

(ہ) مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم عمومی علماء تبلیغی اسفار میں بہت کثرت سے شرکت کرتے تھے، مجھے بھی مولانا مرحوم کے ساتھ میوات کے بعض جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی، لیکن ۴۷ء کے ہنگامے میں جتنی کثرت سے مولانا نے اجتماعات میں شرکت کی اس کا بیان سوانح یوسفی میں اس طرح لکھا ہے کہ "۴۷ء میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی مجاہدانہ زندگی اور دیرینہ تعلق احساس فرض کی صفت کا پوری طرح مظاہرہ کیا...... مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کے ہمراہیوں کی خبر گیری شب و روز رکھی۔ مولانا محمد یوسف صاحب ہمیشہ ان کے اس احسان کا ذکر کرتے رہے کہ جب کہ سب کی ہمتیں چھوٹ چکی تھیں اور اپنے بھی پرائے ہو رہے تھے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی جماعت بتا بتا کر جہاں یہ جماعت جانا چاہتی بھیجتے اور اس کی حفاظت کا سامان کرتے۔ جماعت جب بھی کسی جگہ کے لیے پروانۂ راہداری مانگتی تو باوجود یہ کہ مولانا انتہائی مشغول ہوتے لیکن پروانۂ راہداری فوراً لکھ دیتے کہ یہ جماعت ہماری جماعت ہے اس پرچہ کو لے کر جماعت جہاں بھی جانا چاہتی چلی جاتی۔ کہیں بھی پولیس مزاحم نہ ہوتی اس کے علاوہ خود مولانا اپنا وقت نکال کر گشت کرتے ہوئے نظام الدین کثرت سے جاتے......

بعض اوقات جماعت کی طرف سے امور پیش آتے جو مولانا کو الجھن میں ڈال دیتے لیکن کسی وقت بھی ہمدردی اور شفقت کا ہاتھ نہ اٹھاتے اپنے رویہ میں ادنیٰ سا فرق نہ آنے دیتے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کا ایک خاص مزاج تھا۔ وہ کسی ایسے اجتماع یا جلسے میں شریک نہ ہوتے جو صرف سیاسی ہو یا جس میں شرکت کرنے سے تبلیغی کام پر اثر پڑے۔ اس نازک موقعہ پر ایسے کئی حالات پیش آئے۔ ایک مرتبہ میوات میں گھاسیڑہ کے مقام پر ہندو مسلمانوں کا حکومتی پیمانہ پر ایک جلسہ کیا گیا، جس میں گاندھی جی سردار پٹیل اور پنڈت نہرو بھی شریک تھے۔

چونکہ یہ میوات کا علاقہ تھا اور مولانا محمد یوسف صاحب سے تعلق رکھنے والے اس کے باشندے تھے اور وہی لوگ فساد سے زیادہ متاثر تھے۔ لیکن یہ جلسہ خالص سیاسی طرز کا تھا...... اس لیے اس جلسہ میں شرکت نہ کرنے کا ارادہ کر لیا، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب

بستی نظام الدین تشریف لے گئے اور مولانا سے فرمایا کہ آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں، لیکن مولانا نے ان حضرات کے احترام کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اپنی عدم شرکت کا اظہار فرمادیا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مولانا کے صریح انکار اور اپنی پوزیشن کی نزاکت کے باوجود کسی قسم کی ناراضگی یا بیزاری کا اظہار نہیں کیا اور آئندہ بھی کبھی اس ناگواری کو زبان پر نہ لائے۔ اور دبی زبان سے بھی کبھی ذکر نہ کیا بلکہ ہر آڑے وقت برابر جماعتوں کی ہر طرح مدد کی اور جو بھی رکاوٹیں پیش آئیں ان کو دور کیا، یہی وہ مولانا کا طرز عمل تھا جس نے مولانا محمد یوسف صاحب کے دل کو تشکر اور ممنونیت سے بھر دیا تھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا بھی وہ احسان ہے جس کو ہمیشہ یاد کیا گیا اور مرکز کے ہر بڑے چھوٹے نے اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ (سوانح یوسفی)

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی طرف سے ابتداء میں تو اپنی جماعت کے اندر بھی لیکن اب اپنی جماعت میں تو علی الاعلان یہ الزام نہیں رہا، لیکن مخالفین کا مکالمۃ الصدرین کی ایک عبارت کو بہت جلی قلموں سے شائع کرتے ہیں کہ اہل تبلیغ کو حکومت (انگریزوں) کی طرف سے روپے ملتے ہیں، اب تو وہ حکومت بھی نہیں رہی وہ دور بھی ختم ہوگیا۔ لیکن چونکہ اس عبارت سے اب بھی غلط فہمی پھیلاتے ہیں اس لیے مجھے مستقل نمبر پر جو ۱۳ نمبر میں آرہا ہے لکھنا پڑا۔ لوگ مولانا کی طرف نسبت کئے ہوئے جھوٹے الفاظ کو بہت کثرت سے شائع کرتے ہیں اور مولانا مرحوم کی مؤکد تردید کو جو مولانا نے ”وَكَفىٰ بِاللهِ شَهِيدًا“ کے ساتھ کی ہے نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے تو ہمیشہ اس جماعت کو اپنی جماعت بیان کیا اور ۴۷ء کے ہنگامہ میں جہاں کہیں پروانۂ راہداری کی ضرورت پیش آئی یہی الفاظ کہ ”یہ ہماری جماعت ہے“ لکھ کر دیے۔

## مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ

(و) مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مستقل سوانح لکھی ہے جس میں اس کام کی اہمیت اس کے دینی منافع اور مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علماء کے ساتھ احترام کا معاملہ اور ان کے واقعات بہت کثرت سے لکھے ہیں، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

”حضرت جی فرمایا کرتے ہیں کہ موجودہ مغربیت کا توڑ تبلیغی جماعتوں کی بے حد وحساب نقل وحرکت

اور ان چھ نمبروں کی اشاعت پر ہے۔ اس پر عاجز نے بہت سوچا بالآخر شرح صدر ہو گیا اور اب میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا و آخرت کی کامیابیاں ادھر ہیں۔ مجھے جملہ اکابر کی آراء نہ مقصود ہیں اور نہ تتبع و تلاش کی فرصت ہے، جن حضرات کی تبلیغ کے ساتھ اہمیت حافظہ میں محفوظ تھی وہ لکھوا دیا ورنہ اگر تتبع کیا جائے تو علماء کرام اور اہل الرائے سینکڑوں نہیں ہزاروں ملیں گے جنہوں نے اس مبارک کام کو سمجھا، دیکھا اور اس کی اہمیت کو محسوس کیا۔ اس کے خلاف اگر چند اکابر یا علماء اس کی مخالفت نہ کریں تو کوئی اشکال کی بات نہیں، دین کا کون سا کام ایسا ہے جس میں اختلاف نہیں ہے۔ البتہ میرے ذہن میں پختہ ہے کہ جن حضرات نے مخالفت فرمائی ہے وہ صرف غیر محقق روایات پر مبنی ہے۔ خود نظام الدین جا کر یا اجتماعات میں شرکت کر کے ملاحظہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔ اسی لیے جب مجھ سے کوئی شخص کوئی اعتراض کیا کرتا ہے تو میرا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے نظام الدین میں کتنا قیام کیا اور اس مبارک کام میں کتنے چلے دیے تاکہ میں اندازہ کر سکوں کہ یہ آپ کی اپنی رائے ہے یا محض روایات پر مبنی ہے۔

## ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم اور لندن کا پہلا گشت

(د) ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم صدر جمہوریہ ہونے سے پہلے بلکہ ۴۷ء کے ہنگامہ سے پہلے بہت کثرت سے نظام الدین تشریف لاتے تھے اور لندن میں جو سب سے پہلا تبلیغی گشت ہوا اس کی سرکردگی بھی ڈاکٹر صاحب ہی نے کی تھی کہ ڈاکٹر صاحب اپنی کسی ضرورت سے لندن گئے ہوئے تھے وہاں تبلیغی جماعت سب سے پہلے پہنچی چونکہ بہت پہلے سے اس جماعت سے واقف تھے، جامعہ ملیہ میں یہ جماعت کثرت سے جاتی رہتی تھی اس لیے ڈاکٹر صاحب نے لندن میں سب سے پہلا گشت اس جماعت کو کرایا۔ ایک کتاب ہے ''بیس بڑے مسلمان'' اس میں ڈاکٹر صاحب کا ایک خط نقل کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے ''اس اہم کام (تبلیغ دین) کی انجام دہی کا جو نظم مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے قائم فرمایا ہے اس کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ مجھے پچھلے دنوں نصیب ہوا اس کام کی سچی روح مجھے اس نظم میں کار فرما دکھائی دیتی ہے۔ ایمان اور یقین بحث اور دلیل سے پیدا نہیں ہوتے کسی کو یہ دولت نصیب ہو تو دوسروں تک بھی اسے منتقل کر دیتا ہے اپنے دل کی آگ سے دوسروں کے سینے بھی گرماتا ہے اور

اپنے عمل کی بھی بے چینی سے بے عملوں کی عروق مردہ میں بھی خون زندگی دوڑا دیتا ہے۔ فقط

ڈاکٹر ذاکر حسین کے متعلق میں نے اپنے حافظہ سے لکھا تھا کہ لندن کا سب سے پہلا اجتماع ان کی سرکردگی میں ہوا، ایک دوست نے بتایا کہ سوانح یوسفی میں اس واقعہ کو بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والوں میں کئی ایسے اہل علم اور مغربی علوم سے واقف اور یورپ کے تمدن سے گہری واقفیت رکھنے والے حضرات تھے۔ ان میں سرفہرست ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب شیخ جامعہ ملیہ اور حال صدر جمہوریہ ہند ہیں۔ مدتوں سے یہ حضرات مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں آتے جاتے تھے اور حضرت مرحوم سے گہرا تعلق ہوگیا تھا۔ اور اس تحریک کے مؤیدین میں سے تھے۔

۲۰ جنوری ۱۹۴۶ء میں ان ہی دو (ڈاکٹر ذاکر صاحب اور جناب راحت رضوی صاحب) کے ذریعہ لندن میں تبلیغ کا ابتدائی گشت شروع ہوا جو لوگ لندن کی ہماہمی سے واقف ہیں وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس ملک میں خالص دینی اور تبلیغی کام جب کہ اس میں گشت جیسے عمل کو ایک ضروری جزو قرار دیا گیا ہے کتنا مشکل اور نامانوس ہوگا، اس زمانہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ایک تعلیمی کانفرنس میں لندن گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے لندن میں اس گشت کا افتتاح کیا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب علمی دنیا میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں اور عالم گیر شہرت کے مالک ہیں اس لیے لندن کے رہنے والوں نے ادھر توجہ کی اس گشت کے امیر و قائد راحت رضوی صاحب لکھنوی ہوئے۔ یہ گشت بڑا مبارک ثابت ہوا اور اس سے مقامی کام کی ابتداء ہوئی۔

## (اشکال نمبر ۱۱) تبلیغ میں جبر سے کام لیا جاتا ہے

ایک اعتراض یہ بھی کثرت سے کانوں میں پڑتا رہا کہ اہل تبلیغ لوگوں پر جبر کرتے ہیں اور زبردستی کرتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جبر و زبردستی میں اور اصرار و الحاح میں بہت فرق ہے عوام کے سمجھنے کی چیز تو نہیں مگر علماء کے سمجھنے کی چیز ضرور ہے کہ اکراہ کی کیا تعریف ہے۔ مجھے سینکڑوں نہیں ہزاروں جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی۔ اصرار اور ترغیبیں تو بہت کثرت سے سننے میں آئیں۔ لیکن زبردستی کرتے تو میں نے دیکھا نہیں اور اصرار کو زبردستی کہنا مشکل ہے۔ حضرت دہلوی کا

ارشاد ہے کہ جن لوگوں کے حقوق خدمت تم پر ہیں اور جن کی اطاعت کرنا تمہارے لیے ضروری ہے ان کی خدمت وراحت کا انتظام کرکے اوران کو مطمئن کرکے اس کام میں نکلو اور اپنا رویہ ایسا رکھو کہ تمہارے علم واصلاح کے ذوق میں ترقی دیکھ کر تمہارے سرپرست اس مشغلہ میں تمہارے لگنے سے نہ صرف یہ کہ مطمئن ہوں بلکہ خواہاں اور راغب ہو جائیں۔ (ملفوظات حضرت دہلویؒ)

حضرت دہلوی اپنے ایک ملفوظ میں ارشاد فرماتے ہیں: ''اہل علم ایک سلسلہ یہ شروع فرما دیں کہ پہلے سے طے کرلیں کہ آئندہ جمعہ فلاں مسجد یا فلاں گاؤں میں پڑھنا ہے اور اپنے متعلقین کو بھی اس کی اطلاع دیدیں۔ وہاں پہنچ کر نماز سے پہلے تبلیغی گشت اور لوگوں کو آمادہ کرکے مسجد میں لائیں پھر تھوڑی دیر کے لیے انہیں روک کر دین کی اہمیت اوراس کے سیکھنے کی ضرورت ان کو سمجھا کر دین سیکھنے کے واسطے تبلیغی جماعتوں میں نکلنے کی دعوت دیں اوران کو سمجھائیں کہ اس طریقہ پر وہ چند روز میں دین کا ضروری علم وعمل سیکھ سکتے ہیں۔ اگر اس دعوت پر تھوڑے تھوڑے آدمی بھی تیار ہو جائیں تو کسی مناسب جماعت کے ساتھ ان کے بھیجنے کا بندوبست کریں۔

حضرت دہلویؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں'' آپ لوگ خوب یقین فرمالیجئے کہ ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ نہ کسی کی دل آزاری کو پسند کرتی ہے اور نہ کسی فتنہ فساد کے الفاظ سننا چاہتی ہے۔ آپ لوگوں نے بدعتی کے لفظ سے بعض جگہ کے لوگوں کو یاد کیا ہے آئندہ سے ایسے الفاظ سے احتراز چاہیے۔ (طویل مکتوب)

مولانا محمد یوسف صاحب نے کارکنوں کے لیے ہدایات کا جو بہت طویل مکتوب لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں'' مطالبہ اور تشکیل کے وقت محنت ساری دعوت کا مغز بنتی ہے۔ اگر مطالبوں پر جم کر محنت نہ ہوئی تو پھر کام کی باتیں رہ جائیں گی۔ اعذر کا دل جوئی اور غیب کے ساتھ حل بتائیں، صحابہ کی قربانیوں کے قصوں کی طرف اشارے کریں اور پھر آمادہ کریں۔ (سوانح یوسفی)

مولانا محمد یوسف صاحب اپنے ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں، کارکنوں کو تشکیل کی صورت میں لکھنے کے بعد...... اپنی دعوت میں تو چار ماہ کا مطالبہ رکھیں لیکن اس پر زور اتنا دیں جتنی لوگوں میں استعداد ہو اگر وہ اس دعوت کے بعد صرف ایک گھنٹہ روز کا بھی لگانے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کی قدر کریں، اور اس وقت کو اتنا قیمتی بنائیں کہ اس کے سامنے اس

محنت کی قیمت اچھی طرح کھل جائے۔ (سوانح یوسفی عزیزی)

## جبر بھی کسی حد تک جائز ہے

یہ تو نظام الدین کے حضرات کا عمل ہے لیکن میرے نزدیک اگر جبر بھی دین کے کاموں میں ہوتو اپنی استطاعت اور قدرت کے موافق کوئی مضائقہ نہیں۔ "لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن" کافروں کے حق میں ہے کہ ان کو زبردستی تلوار کے زور سے مسلمان نہیں بنایا جا سکتا، لیکن مسلمان کے بارے میں حضور ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده" (الحدیث) مشہور ہے کہ اگر کوئی ناجائز بات ہوتے دیکھے اور قدرت ہوتو ہاتھ سے روکے اور ہاتھ سے قدرت نہ ہوتو زبان (ڈانٹ) سے روکے اور یہ بھی طاقت نہ ہوتو دل سے اس کا برا سمجھنا تو ایمان کا سب سے کم ترین درجہ ہے۔ حضور اقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے "مثلی کمثل رجل استوقد نارا" (الحدیث) مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ میں ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میری مثال اس شخص کی ہے جس نے ایک آگ جلائی جب وہ خوب روشن ہوگئی تو اس کے اوپر پروانے وغیرہ گرنے لگے آگ میں جلنے لگے۔ اور آدمی ان پروانوں کو ہٹاتا ہے اور وہ پروانے اس شخص پر زبردستی گرتے ہیں اور آگ میں گھستے ہیں۔ پس اسی طرح میں بھی تمہاری کمریں پکڑ کر آگ سے ہٹاتا ہوں اور تم آگ میں گھسے جاتے ہو۔ یہ بخاری کی روایت ہے اور مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ آگ سے ہٹ جاؤ اور تم اس میں گھسے چلے جاتے ہو یہ تبلیغ والے حضور ﷺ کی اتباع میں لوگوں کو جہنم سے ہٹا رہے ہیں۔ کھینچ رہے ہیں کیا بے نمازی اور بے دین جہنم میں نہیں گر رہے؟ کیا اسی کو زبردستی کہا جاتا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد ہے کہ ترک تبلیغ کے لیے محض ناگواری مخاطب عذر نہیں، حق تعالیٰ فرماتے ہیں: "اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحاً اَنْ كُنْتُمْ قَوماً مُسْرِفِيْن" کیا ہم تم کو نصیحت کرنے سے پہلو تہی کریں گے کہ تم لوگ حد سے نکلنے والے ہو، حالاں کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ تو امر بالمعروف واجب نہیں۔ وہ اس سے پاک ہیں کہ ان پر کوئی بات واجب ہو، بس یاد رکھئے کہ امر بالمعروف کے لیے عذر صرف یہ ہے کہ لحوق ضرر کا اندیشہ ہو اور ضرر بھی جسمانی محض فوت منفعت عذر نہیں۔ جو شخص خدا سے بیگانہ ہے اگر اس کو احکام

الٰہی کی تبلیغ نا گوار ہے تو ہماری جوتی سے، ہم تبلیغ سے کیوں رکیں بس ہم کو خدا پر نظر رکھنا چاہیے اور صرف اس کی رضا کا طالب ہونا چاہیے، چاہے تمام عالم ناراض ہو جائے۔ (انفاس عیسیٰ)

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ہم کسی کو نصیحت کرتے ہیں تو وہ برا مانتا ہے ناک منہ چڑھاتا ہے اور ہمارے درپے ایذا ہو جاتا ہے تو کیا پھر بھی ہم امر بالمعروف کریں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ امر بالمعروف شروع کر دیں جب کام شروع کر کے گاڑی اٹکے گی اس وقت استفسار کر لینا ابھی سے اعذار کا حکم دریافت کرنے کا آپ کو حق نہیں، بلکہ اس وقت اعذار کا حکم دریافت کرنا گویا جان بچانے کی تدبیریں ڈھونڈنا ہے۔ (انفاس عیسیٰ)

## ایک سالک پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا اصرار

حسن العزیز میں ایک دیہاتی کا طویل قصہ نقل کیا ہے کہ وہ حضرت کی خدمت میں بیعت کی نیت سے حاضر ہوا۔ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے اس کے حال کے اعتبار سے اس کو پندرہ دن قیام ضروری بتایا اس نے کہا کہ کھیتی باڑی کی وجہ سے نہیں رہ سکتا۔ حضرت نے پوچھا کہ کوئی اور بھائی وغیرہ بھی ہے، اس نے عرض کیا کہ ہیں اور اگر کچھ دن یہاں رہوں گا تو ناراض ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ اب یہاں تو ناراض نہیں ہو رہے جب جاؤ گے تو اکٹھے ناراض ہو لیں گے، کم از کم پندرہ دن تو ٹھہرو تا کہ اتنے دن کا گھسا ہوا شیطان دل کے اندر سے نکلے اور اتنے دن بھی بہت کم ہیں ورنہ قاعدہ سے تو یہ چاہیے تھا کہ جتنے دن تک وہ شیطان دل میں گھسا ہوا رہا کم از کم اتنے دن تو اس کے نکلنے کے لیے چاہئیں۔ پھر اس نے مغرب کے بعد بیعت کی درخواست کی اور اصرار کیا، حضرت نے فرمایا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ابھی بیعت کی ضرورت نہیں اس پر اس نے بیچ میں کہہ دیا کہ میری حالت تو ایسی ہو گئی ہے نماز چھوڑنے کو جی چاہتا ہے، اس پر حضرت بہت برہم ہوئے اور دیر تک نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹتے رہے کہ اچھا جنون ہے اگر ایسا ہی جنون ہے تو کبھی گوہ کھانے کو جی نہ چاہا ابھی سر پر لگ جائے تو دماغ روشن ہو جائے اپنے پاس سے دھکا دے کر نالائق پاجی کہہ کر اٹھا دیا۔

اگر تبلیغ والے یوں کہیں کہ جس گھر میں دو آدمی ہوں نمبروار ایک آدمی تبلیغ میں جاتا رہے دوسرا گھر کا کام کرتا رہے تو اس پر کیا الزام ہے رسالہ کے خاتمہ پر تکملہ میں حضرت حکیم الامۃ کے

ایک خلیفہ مولانا عبدالسلام کا تفصیلی قصہ آرہا ہے کہ حضرت حکیم الامۃ نے باوجود والد صاحب کی ناراضی کے جانے کی اجازت نہ دی، اگرچہ تبلیغ والے والد صاحب کی ناراضگی پر ان کو راضی کرنے کی تاکید کرتے ہیں اور یہ ناکارہ تو والد صاحب کی اجازت کے بغیر جانے کی اجازت ہی نہیں دیتا۔ اگرچہ میں تبلیغ کو اتنا ہی ضروری سمجھتا ہوں جتنا اصلاح نفس لیکن تبلیغ پر اعتراض کرنے والوں کو پہلے حکیم الامۃ پر اعتراض کرنا ہوگا کہ انہوں نے باپ کی ناراضی کی بھی پرواہ نہ کی۔

ایک شخص نے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی خدمت میں دو ماہ رہنے کی خواہش ظاہر کی کہ ایک بیوی دو بچے ایک میں چار آدمی ہیں، حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے ان کو لکھا کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ بیوی کو دو ماہ کے اس کے باپ کے گھر ان سب کی خوشی سے چھوڑ دیا جائے، اس طرح آسانی سے موقع مل سکتا ہے۔ (تربیت السالک)

اگر تبلیغ والے یہ کہیں کہ اپنی غیبت کے زمانے میں بیوی کو اس کے گھر چھوڑ دو تو وہ گردن زنی ہے، حقوق العباد کی پرواہ نہیں کرتے۔

## صحت جسمانی سے صحت روحانی مقدم ہے

تربیت السالک میں ایک شخص نے اپنا طویل حال لکھا ہے کہ میں ڈیڑھ ہزار کا مقروض ہوں، میری آمدنی چمڑے کی تجارت ہے...... اب گذارش یہ ہے کہ آپ ضرور اجازت دیدیں کہ میں آٹھ دن کے لیے حاضر خدمت ہو جاؤں شاید اس آٹھ دن کی قلیل مدت میں میری حالت میں تغیر ہو جائے اور اگر قرض کا عذر مانع ہو تو میں یہ عرض کروں گا کہ اگر خدانخواستہ مجھ کو دفعتہً کوئی جسمانی مرض لاحق ہو جائے کہ جس کی وجہ سے علاج کرنا ضروری ہو جائے اور دہلی حکیم اجمل صاحب کی خدمت میں جانا پڑے تو پھر بجبوری سب خرچ برداشت کرنا پڑیں گے اور یہی کہا جائے گا کہ اگرچہ میں قرض دار ہوں قرض ادا کرنا تمام کاموں سے مقدم ہے لیکن جب صحت جسمانی ہی ٹھیک نہ ہوگی تو قرض ادا ہونا بھی غیر ممکن ہے اس لحاظ سے میرے خیال میں صحت جسمانی کی حفاظت زیادہ ضروری ہوگی۔

پس بالکل اسی ضرورت کو سمجھ کر میں اجازت حاضری آٹھ یوم کی چاہتا ہوں میرے خیال سے صحت جسمانی سے صحت روحانی زیادہ اہم اور ضروری ہے اور پھر جب کہ میری دنیا کا دارومدار بھی

اسی روحانی صحت پر موقوف ہے۔ مختصر گزارش یہ ہے کہ اگر مناسب ہو تو اجازت حاضری مرحمت فرمائی جائے۔ حضرت قدس سرہٗ کا مختصر جواب یہ ہے کہ آپ کی مجموعی حالت موجودہ میں آنے کی ممانعت نہیں۔

## قرض برائے تبلیغ

اگر تبلیغ والے بھی کسی مقروض کو اس نہایت ہی اہم ضروری روحانی کام کے لیے نکلنے کی ترغیب دیں تو وہ مجرم کیوں؟ لوگ دنیوی لغویات کے لیے محض شادیوں میں نام ونمود کے لیے سودی روپے تک قرض لیتے ہیں اور باوجود بار بار کے سمجھانے، علماء کے روکنے کے کبھی بھی ان کو قرض یا سود کا خیال نہیں آتا، لیکن دینی کام کے لیے سوالات، استفتاء اور اعتراضات سب ہی کچھ ہوتے ہیں جو لوگ اپنے مقروض ہونے کا عذر کرتے ہیں۔

اگرچہ ناکارہ خود بھی ایسے لوگوں کو جو مقروض ہوں یا قرض لے کر جائیں جانے کی اجازت نہیں دیتا تاوقتیکہ ادائیگی قرض کا کوئی اعتماد یا ذریعہ معلوم نہ ہو جائے، لیکن تبلیغی لوگوں پر اعتراض کرنے والوں سے یہ ضرور پوچھا کرتا ہوں کہ آپ نے کبھی کسی مقروض سے یہ بھی پوچھا کہ یہ قرضہ جو آپ کے ذمہ ہوا تبلیغ ہی میں جانے کی وجہ سے ہوا یا ناجائز رسومات ادا کرنے کے واسطے لیا تھا، میرے سینکڑوں خطوط میں ایسے لوگوں کو جانے کی ممانعت ملے گی۔ مگر میں جب لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ کے ذمہ جو قرض ہوا تھا وہ تبلیغی سفر کی وجہ سے ہوا تھا یا بیٹی کی شادی کی وجہ سے آپ نے محض لوگوں کے طعن و تشنیع کی وجہ سے شادی میں تو سود پر قرض لے لیا اس وقت کسی سے مسئلہ نہ پوچھا لیکن ایک دینی اہم کام کے سفر کے لیے آپ کو استفتاء کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس کا کوئی معقول جواب، مجھے اب تک نہ ملا۔

## اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دو

حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں ایک صاحب نے بہت لمبا چوڑا خط لکھا، جس میں دین و دنیا دونوں کے متعلق پریشانیاں لکھی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ میں حاضری کا قصد بہت دنوں سے کرتا ہوں مگر ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں کہ حاضر ہو ہی نہیں سکتا۔ اب حاضری کا مصمم ارادہ تھا مگر ایک مقدمہ میرے ایک عزیز نے دائر کر دیا مجبوراً آ نہیں سکتا۔ حضرت

نے لکھا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ پریشانیاں رفع ہوں اور یہاں آنا بہتر تھا، اگر صورت آنے کی نہ بھی ہو تو تدبیر لکھتا ہوں کہ اپنے معاملات اللہ کے سپرد کر دینا چاہیے وہ جو کریں اس میں راضی رہے۔ یہ بہترین تدبیر ہے کوئی کر کے تو دیکھے، پھر ارشاد فرمایا کہ آج کل لوگ ایسے جوابات کو خشک مضامین سے تعبیر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ہمیں مضامین (خشک) میں مزا نہیں آتا۔ میں کہتا ہوں کہ گوہ کے کیڑے کے نزدیک حلوائی کی ساری دکان بے فائدہ ہے، کیڑا کہنے لگے کہ یہ جو لڈو اور پیڑے ہیں جو دکان میں رکھے ہیں بے فائدہ ہیں کیوں کہ میرے کام تو آتے نہیں۔ اور یوں کہے کہ گوبر وغیرہ اچھی چیز ہے تو اس کا یہ کہنا کیسا ہی ظاہر ہے کہ محض فضول ہے۔ (حسن العزیز)

حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے بھی تو یہی ارشاد فرمایا جو تبلیغ والے کہتے ہیں کہ اپنے سارے کام اللہ کے سپرد کر کے نکلو جن پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ جبر کرتے ہیں اعزار کو سنتے نہیں بجائے اس کے اس کی تحقیق کریں کہ تمہیں کوئی عذر تو نہیں اگر کوئی عذر کرے تو کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کے سپرد کرو...... اگر میں یوں کہوں کہ یہ بھی حضرت دہلویؒ کے ارشاد پر عمل ہے کہ تعلیم حضرت تھانویؒ کی ہو اور طریق کار میرا تو اس کا کون انکار کرے گا۔ اس سب کے بعد ایک تجربہ میرا اور بھی ہے اور بہت تکلیف دہ ہے کہ بہت سے لوگ اپنی پریشانیوں سے گھبرا کر نظام الدین پہنچ جاتے ہیں اور وہاں از خود نام لکھواتے ہیں، اور جب گھر کے لوگ اور قرض خواہ اصرار کرتے ہیں تو تبلیغ کو آڑ بناتے ہیں کہ میں مجبور کر کے بھیج دیا گیا تا کہ گھر والوں سے نجات مل جائے، یہ سنی سنائی باتیں نہیں بلکہ میرے پاس اس قسم کے بلا مبالغہ پچاسوں خطوط آئے ہیں تو ہر خط کے جواب میں یہی لکھواتا ہوں کہ تمہارے جو حالات ہیں ان کے ہوتے ہوئے تبلیغ میں جانا ہرگز مناسب نہیں، اس رسالہ کے لکھوانے کے بعد طباعت سے پہلے کیرانہ کے ایک صاحب کا خط پہنچا ہے جو حسب ذیل ہے۔

## ایک خط اور شیخ الحدیث رحمۃ اللہ کا جواب

قبلہ و کعبہ شیخ الحدیث مدظلہ العالی!

السلام علیکم! گذارش یہ ہے کہ حضرت والا دوکان میں نقصانات اور قرض ہونے کی وجہ سے اتنا پریشان ہوا ہوں کہ دوکان بھی چھوڑ دی اور قرض والوں کی وجہ سے جب انہوں نے

پریشان کیا تو گھر کو بھی چھوڑنا پڑا، اور میں پریشان ہو کر مرکز نظام الدین آ گیا اور بال بچے گھر پر چھوڑ آیا۔ لیکن ان کے پاس صرف پانچ روپے کے اور کچھ گھر پر نہ تھا اور میرے پاس بھی صرف سات روپے تھے۔ جو دہلی کرایہ لگ کر ختم ہو گیا۔ اور یہاں پر رہ کر اب آگے تبلیغ میں نکلنے کے لیے کچھ پیسہ نہیں ہے۔ حضرت والا آپ تجویز فرمائیں کہ میں کہیں تبلیغ میں جاؤں یا گھر پر جیسا آپ فرمائیں گے انشاء اللہ آپ کے حکم پر چلوں گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ خدا قرض سے نجات دلائے۔ فقط والسلام

**جواب از زکریاؒ**

بعد سلام مسنون! آپ نے جو حالات لکھے ہیں ان کے لحاظ سے میرے نزدیک چلہ میں جانا ہرگز مناسب نہیں بلکہ گھر والوں کی معاشی خبر گیری اور قرض والوں کا قرض ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر آپ اپنے حالات کی وجہ سے کیرانہ میں قیام نہ کر سکتے ہوں تو قرب و جوار میں کہیں مزدوری یا ملازمت کی فکر کیجئے اور خود فاقہ کر کے اولاً گھر والوں کے معاش کا فکر کیجئے اور اس کے بعد قرض کی ادائیگی کا۔

فقط والسلام

۱۱/ ربیع الثانی ۹۲ھ

اس قسم کے جیسا کہ پہلے لکھوا چکا ہوں پچاسوں خطوط آئے ہوں گے مگر مجھے ان کی کوئی اہمیت نہیں تھی اس لیے، جواب لکھوا کر چاک کر دیے۔ یہ خط عین وقت پر پہنچا۔ اس لیے لکھوا دیا، اگر تحقیق کی جائے کہ جن لوگوں پر تبلیغ والوں کا اصرار ہو گا ان کو میری طرف سے ممانعت ضرور ملے گی۔ دو سال قبل کیرانہ کے متعدد خطوط اس قسم کے آئے تھے، مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے صرف تبلیغ والوں کے اصرار کا ذکر کیا میری ممانعت کا ذکر نہیں کیا۔ اگر ان لوگوں سے اب بھی تحقیق کی جائے تو میرے خطوط ان کے پاس ضرور ملیں گے مجھے دو چیزوں میں خاص تصلب ہے، ایک یہ کہ جن کے ذمہ حقوق العباد ہوں وہ مقدم ہیں، دوسرے یہ کہ جو کسی شیخ سے منسلک ہوں اور شیخ کی طرف سے ممانعت ہو وہ ہرگز بغیر اجازت کے شریک نہ ہوں، یہ مضمون اس رسالہ میں پہلے آ چکا ہے۔

**(اشکال نمبر ۱۲) چلہ کہاں سے نکالا گیا ہے**

ایک اعتراض قریب میں تو سننے میں نہیں آیا مگر پہلے کثرت سے آیا اور زیادہ تعجب

یہ ہے کہ بعض اہل علم کی طرف سے بھی یہ اشکال کان میں پڑا۔ جس سے زیادہ حیرت ہے کہ یہ چلہ تبلیغ والوں نے کہاں سے نکالا اور اس کی اصل کیا ہے؟ حالاں کہ چلہ کی اصل قرآن پاک میں بھی ہے حدیث میں بھی ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے: "وَوٰعَدْنَا مُوسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَۃً وَّاَتْمَمْنٰھَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّہٖ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَۃً" حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے تفسیر بیان القرآن میں اس آیت شریفہ کو مشائخ کے چلوں کی اصل فرمایا ہے۔

چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔ "وفیہ اصل الاربعین المعتاد عند المشائخ الذی یشاھدون البرکات فیھا اھ" یعنی آیت شریفہ صوفیہ کے چلوں کی اصل ہے۔ جس میں وہ حضرات بہت سی برکات کا مشاہدہ کرتے ہیں، حضرت شیخ الہند نور اللہ مرقدہٗ کے ترجمہ کے فوائد میں لکھا ہے کہ جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰؑ سے درخواست کی کہ اب ہمارے لیے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم دل جمعی کے ساتھ عمل کر کے دکھلائیں۔ موسیٰؑ نے ان کا معروضہ بارگاہ الٰہی میں پیش کر دیا خدا تعالیٰ نے ان سے کم از کم تیس دن اور زیادہ سے زیادہ چالیس دن کا وعدہ فرمایا کہ جب اتنی مدت تم پے در پے روزے رکھو گے اور کوہ طور پر معتکف رہو گے تم کو تورات شریف عنایت کی جائیگی۔ چالیس دن کی معیاد پوری ہو جانے پر حق تعالیٰ نے موسیٰؑ کو کسی مخصوص و ممتاز رنگ میں شرف کا مکالمہ بخشا۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہٗ کی مشہور حدیث ہے۔ جس کو صاحب مشکوٰۃ نے بخاری اور مسلم دونوں سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ ﷺ نے جو الصادق المصدوق ہیں ارشاد فرمایا کہ آدمی کی ابتدائی خلقت ماں کے رحم میں چالیس دن تو نطفہ رہتی ہے اور پھر چالیس دن تک خون کا لوتھڑا رہتا ہے پھر چالیس دن تک وہ بوٹی بنا رہتا ہے، اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ تغیر حالت میں چالیس دن کو خاص دخل ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص چالیس دن اخلاص کے ساتھ ایسی طرح نماز پڑھے کہ تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو تو اس کو دو پروانے ملتے ہیں، ایک پروانہ جہنم سے چھٹکارے کا دوسرا نفاق سے بری ہونے کا۔

دوسری حدیث میں ہے جو شخص چالیس دن کسی مسجد میں نماز پڑھے کہ رکعت اولیٰ فوت نہ ہو اس کو جہنم سے آزادی مل جاتی ہے۔ (فضائل نماز)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھے کہ ایک نماز بھی اس کی مسجد سے فوت نہ ہو تو اس کے لیے آگ سے برأت لکھی جاتی ہے اور عذاب سے بری ہونا لکھا جاتا ہے اور وہ شخص نفاق سے بری ہو جاتا ہے۔ (فضائل حج) ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص میری امت پر چالیس دان تک غلہ روکے اور صدقہ کرے تو اس کا صدقہ مقبول نہ ہوگا۔ (جامع الصغیر)

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے چالیس دن تک اخلاص کے ساتھ اعمال کرے گا اللہ جل شانہٗ اس کے دل میں حکمت کے چشمے ابال کر اس کی زبان سے ادا کراتے ہیں۔ (جامع الصغیر)

اور چہل حدیث کی روایات تو مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کی گئی ہیں جو میرے رسالہ چہل حدیث فضائل قرآن کے شروع میں نقل کی گئی ہیں جس سے حضور ﷺ نے چالیس حدیثوں کے محفوظ کرنے پر مختلف بشارتیں فرمائی ہیں، ان سے بھی چالیس کے عدد کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی نابینا کی چالیس قدم تک دستگیری کرے اس کی مغفرت کردی جائے گی۔

دوسری حدیث میں ہے کہ جنت اس کے لیے واجب ہو جائے گی (جامع الصغیر) مسلم شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ان کے صاحبزادے کا انتقال ہو گیا تو انہوں نے اپنے (آزاد کردہ غلام) کریب سے فرمایا کہ دیکھ باہر کتنے آدمی ہیں۔ انہوں نے آکر عرض کیا کہ بہت بڑا مجمع ہے۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ چالیس ہوں گے فرمایا جی ہاں!

تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ جنازہ لے چلو۔ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ جس مسلمان کا انتقال ہو جائے اور اس کے جنازہ کی نماز چالیس نفر پڑھیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں تو اس میت کے حق میں ان کی سفارش قبول ہوتی ہے۔ صوفیاء کے یہاں تو چلہ کشی معروف و مشہور چیز ہے، ہر چیز کے لیے چلے کرائے جاتے ہیں۔ اعتکاف کے بھی، اسماء الٰہیہ کے بھی جو ہر شخص کے حال کے مناسب مشائخ تجویز کرتے ہیں۔

# چپ کا چلہ

اور حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے تو چپ کا چلہ بھی تجویز فرمایا، حضرت قدس سرہٗ نے ہوا خوری سے واپسی کے بعد فرمایا کہ میں نے ایک چلہ سکوت ایجاد کیا......لوگ کہتے ہیں کہ کیسا سخت چلہ نکالا بڑا سخت کام لیتا ہے یہ چلہ ایسا نکالا ہے کہ بہت ہی مشکل ہے پھر فرمایا کہنے دو لوگوں کے کہنے کی کہاں تک پرواہ کی جائے۔ الحمدللہ متقدمین کی سنت زندہ ہوتی ہے، سائل نے پوچھا کہ یہ چلہ سکوت پہلے بھی کسی نے کرایا؟ فرمایا نہیں یہ چلہ تو نہیں کرایا مگر قلت کلام کے بڑے بڑے اہتمام کئے اب یہ انتظامی امر ہے کہ پہلے اور طرح سے اس کے اہتمام کئے گئے اور اب یہ صورت تجویز کی گئی ہے۔ (حسن العزیز)

مفتی محمود صاحبؒ نے نقل کیا تھا کہ ایک صاحب نے جن کے لیے حضرت نے چلہ سکوت تجویز کیا تھا انہوں نے ایک تختی تعویذ کی طرح اپنے گلے میں لٹکا رکھی تھی جس پر جلی قلم سے لکھا ہوا تھا ''خاموش''

ایک صاحب نے اپنی خرابی حالت کا تفصیلی حال لکھا، حضرت نے فرمایا کہ اللہ جل شانہٗ نے ہر مرض کا معالجہ تجویز فرمایا ہے۔ استعمال میں ہمت کی ضرورت ہے اس کے لیے آج کا دن اور روانگی کا دن چھوڑ کر پورے چالیس روز قیام کرو (تربیت السالک) حضرت حکیم الامۃ کا ایک ارشاد ہے کہ مناسبت پیدا کرنے کے لیے کم از کم چالیس روز تو شیخ کی صحبت میں رہے مگر یہ ایک ضابطہ کی بات ہے، اصل تو یہ کہ اس کی کوئی مدت نہیں (افاضات)

## جواب اشکال نمبر ۱۳:

## انگریزوں کی امداد سے نہیں بلکہ اللہ کی مدد سے تبلیغی کام کو ترقی ملی

ایک قدیم اور بہت پرانا اعتراض جو ابتداء میں تو اپنی جماعت میں بہت زوروں پر چلا، اخبارات، اشتہارات میں مخالفین نے اسے بہت اچھالا، لیکن مولانا حفظ الرحمن صاحب

رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مدنی قدس سرہ کی تردید کے بعد اپنی جماعتیں تو علی الاعلان اس کو ذکر نہیں کرتی تھیں لیکن ''**اذا خلا بعضهم الی بعض** '' اشارۃً کنایۃً اب بھی اس کی یاد دہانی کرتے رہتے ہیں۔ لیکن دوسری جماعتوں کے لوگ اس وقت بھی اپنے اشتہارات کی موٹی اور جلی سرخیوں اور رسائل میں لکھتے رہتے ہیں وہ یہ کہ اس تبلیغ کو ابتداء میں انگریزوں کی طرف سے پیسے ملتے تھے۔ یہ روایت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مکالمۃ الصدرین سے نقل کی گئی، اس میں لکھا ہے کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک کو بھی ابتدا حکومت کی جانب سے بذریعہ حاجی رشید احمد صاحب کچھ روپیہ ملتا تھا پھر بند ہو گیا (مکالمہ) مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی جماعت کے ذمہ دار حضرات میں اور جمیعۃ العلماء کے ناظم عمومی اور تبلیغ کے خاص معاونین میں تھے۔ ان کی شہادت ایسی نہ تھی کہ اس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اس لیے اس روایت نے بہت شہرت پکڑی، لیکن چند ماہ بعد جب حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اس مکالمۃ الصدرین کی تردید اور اس کی روایت کی تردید میں ایک رسالہ ''کشف حقیقت'' لکھا۔ اور اس میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ کی طرف سے اپنے اس قول کی تردید ان الفاظ میں لکھی ''اس وقت فوری طور پر ایک ایسے افترا اور بہتان اور کذب بیانی کی تردید ضروری سمجھتا ہوں جس سے عمداً وقصداً مرتب صاحب نے بعض مخلصین کے درمیان معاندانہ افتراق وانشقاق پیدا کرنے اور غلط فہمی میں ڈال کر بغض وعناد کے قریب تر لانے کی سعی ناکام فرمائی ہے، میرا روئے سخن مکالمۃ الصدرین کی اس عبارت کی جانب ہے۔

(عبارت مذکورہ مکالمۃ الصدرین) ''وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شَهِيْدًا'' اس کا ایک ایک حرف افترا و بہتان ہے، میں نے ہرگز ہرگز یہ کلمات نہیں کہے اور نہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کے متعلق یہ بات کہی گئی۔ ''**سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ** '' بلکہ مرتب صاحب نے اپنی روانی طبع سے اس کو گھڑ کر اس لیے میری جانب منسوب کرنا ضروری سمجھا کہ اس کے ذریعہ سے حضرت مولانا الیاس کی تحریک سے والہانہ شغف رکھنے والے ان مخلصوں کو بھی جمعیۃ

علماء ہند سے برہم اور تنقیر کرنے کی ناکام سعی کریں، جو جمیعۃ علماء ہند کے اکابر و رفقاء کار کے ساتھ بھی مخلصانہ عقیدت اور تعلق رکھتے ہیں۔

اب قارئین کرام کا اپنا فرض ہے کہ وہ اس تحریر کو صحیح قرار دیں، جس کی بنیاد شرعی اور اخلاقی احساسات کو نظر انداز کر کے محض جو جھوٹے پروپیگنڈے پر قائم کی گئی ہے یا اس سلسلہ میں میری گزارش اور تردید پر یقین فرمائیں البتہ میں مرتّب کی اس بیجا جسارت کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہوں" والی اللّٰہ المشتکی و اللّٰہ بصیر بالعباد "

اس کے بعد حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے ہیں'' مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے بیان مذکورہ کی رو میں حضرت علامہ عثمانی صاحبؒ کا ایک مختصر بیان چند سطروں میں لیگی اخباروں میں آیا تھا، جس میں مولانا موصوف نے بقیہ اراکین وفد سے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے بیان اور اس عبارت کے انکار کی تصدیق کا مطالبہ کیا تھا اور دوسرے اعتراضات کا کوئی جواب نہ تھا، حضرت مدنی اس پر طویل کلام فرماتے ہوئے لکھتے ہیں'' مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اپنے انکار کو'' وَ کَفٰی بِا للّٰہِ شَھِیۡدًا اور'' سُبۡحَانَکَ ھٰذَا بُھۡتَانٌ عَظِیۡمٌ '' وغیرہ کے ساتھ مئوکد فرماتے ہیں۔

## ہر چمکتی چیز سونا نہیں ہوتی

اس کے بعد کشف حقیقت'' میں دوسرے بیانات کی تردید کے بعد مولانا عثمانیؒ کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ تو خود ہی خوب جانتے ہیں کہ جب ۳۰ھ میں کانگریس اور جمعیۃ العلماء کی سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی تھی تو حکومت کے اشارہ سے'' ترغیب الصلوٰۃ'' کے نام سے مختلف مقامات پر انجمنیں قائم کی گئی تھیں'' چنانچہ دہلی میں بھی اس انجمن کا زور شور تھا حتیٰ کی مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی نیک نیتی سے اس کو مذہبی تحریک سمجھ کر اپنے معتقدین کو اس میں شرکت کی اجازت دی تھی، یہ سلسلہ شروع ہی ہوا تھا کہ ایک روز شام کے وقت'' شہری لیگ'' کے نام سے ایک جلوس شہر میں نکلا' یہ لیگ علی الاعلان سول نافرمانی کی تحریک

کے خلاف قائم کی گئی تھی...... اس میں مسلمانوں کو یہ دیکھ نہ صرف حیرت ہوئی بلکہ ان میں سخت غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی کہ جلوس کی ترتیب میں ''انجمن ترغیب الصلوٰۃ'' کی رضا کارانہ کور بھی نمایاں موجود ہے'' آخر جب دو چار روز کے بعد اہل شہر کی ایک مجلس میں اس واقعہ کا مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں ذکر آیا تو مولانا بیحد متاثر ہوئے اور نظام الدین جا کر انہوں نے سختی کے ساتھ اس رشتہ اتحاد کو درہم برہم کر کے خود کو اور اپنی جماعت کو اس سے جدا کر لیا' حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی موجودہ تحریک تو اس کے بہت عرصہ بعد منظر عام پر آئی ہے، لہٰذا کون بیوقوف اس کا ذکر کر کے صریح دروغ گو بن سکتا ہے' مگر مرتب ''مکالمہ'' کے مقاصد مشومہ نے مذکورہ بالا الفاظ کی جگہ ''مکالمۃ الصدرین'' کی پر افتراء گفتگو ایجاد کر کے شائع کر دی' جس کی بناء پر مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کو ان زوردار الفاظ میں برائت کرنی پڑی۔

''فلاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم'' (کشف حقیقت)

یہ اشکال اعتراض پرانا بھی ہو گیا اور اپنی جماعت میں ختم بھی ہو گیا۔ مگر چونکہ ''مکالمۃ الصدرین'' کی روایت کو اب بھی بعض مخالفین مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر کے جلی الفاظ میں شائع کرتے ہیں اس لیے مجھے اس کے ذکر کرنے کی ضرورت پڑی بلکہ اپنی اس تحریر کی بھی زیادہ ضرورت یہی ہوئی کہ میری کسی تحریر سے غلط فہمی پیدا نہ کی جائے۔

## اشکال نمبر ۱۴: حضرت تھانویؒ کی کتابیں تبلیغ میں کیوں نہیں؟

ایک جدید اور تازہ اعتراض جو آج تک کبھی کان میں نہیں پڑا۔ ایک دوست نے مجھے سنایا کہ ایک رسالہ میں یہ لکھا ہے کہ یہ لوگ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں سے روکتے ہیں' ایک اور زیادہ افسوسناک یہ سانحہ ہے کہ ایک عالم اگرچہ وہ اپنی تلون مزاجی کے لیے کافی مشہور ہیں' مگر تاہم ان کا شمار اور زور قلم حلقہ علماء میں ہے۔ اور خود تو معلوم ہوا کہ وہ ہندوستان

و پاکستان کے وسیع حلقہ میں بالخصوص افتاء میں ''ثالث ثلثہ'' ہونے کے مدعی ہیں اپنے مکتوب میں ایک صاحب مقیم جدہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ ''مولانا تھانوی کی کتابیں نہ دیکھی جائیں۔ انتہی بلفظہ

اس اعتراض کا پہلا جزو دوسرے عام اعتراضات کی طرح سے گول مول جماعت کی طرف منسوب کیا گیا ہے، جماعت کے افراد اب ہزاروں لاکھوں تک نہیں بلکہ اب کروڑوں سے متجاوز ہو گئے جہاں تک میری معلومات ہیں دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہوگا جہاں تبلیغی جماعت نہ گئی ہو اور جہاں کے لوگ تبلیغی کام میں مشغول نہ ہو رہے ہوں۔ اس لیے یہ گول الزام تو دوسرے الزامات کی طرح سے قابل التفات نہیں۔ کس کس سے تحقیق کی جائے بالخصوص جبکہ تبلیغ کے نصاب میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے بہشتی زیور کو ہر شخص پڑھتا ہے پڑھنے کی تاکید کی جاتی' اور حضرت دہلوی کا مشہور ارشاد ہے'' جو بیسیوں جگہ شائع ہو چکا ہے کہ تعلیم حضرت تھانوی کی ہو اور طرز میرا ہو۔ نیز تبلیغی نصاب میں خاص طور سے جزاءُ الاعمال کی تاکید کثرت سے ہے'' مکتوبات میں بار بار اس پر تاکید ہے'' ایک مکتوب میں ہے کہ میرا دل چاہتا ہے کہ محکمہ تبلیغ سے ایک نصاب مقرر کیا جائے' اس سلسلہ کے ترقی پکڑ جانے پر آپ جیسے اہل علم کے مشورہ کی ضرورت ہوگی بالفعل میں نے نارسا طبیعت سے پانچ کتابیں تجویز کر رکھی'' ان میں سب سے پہلے جزاءُ الاعمال ہی کا ذکر ہے۔

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں بندہ اس چیز کا بہت متمنی ہے کہ تبلیغ کے سلسلہ کی یہ چند کتابیں ان کے ساتھ تبلیغ کی لائن میں قدم دھرنے والوں کے ساتھ ہوں وہ کتب حسب ذیل ہیں جواب تک تجویز ہو چکی ہیں۔ جزاء الاعمال' چہل حدیث وغیرہ۔ ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ امکنہ تبلیغ میں امور ذیل کی کتابوں کا رچ جانا بہت ضروری ہے۔ جزاء الاعمال وغیرہ۔

ایک جگہ لکھتے ہیں کہ ''تبلیغ کے سلسلہ میں میرا جی چاہتا ہے کہ ایک نصاب مقرر ہو کر وہ ہر ہر شخص کے رگ و پے میں سما جاوے'' جس کو یوں جی چاہتا ہے کہ اگر ایک شخص پڑھا لکھا ہے اول تنہائی میں دیکھا کرے اور پھر سنایا کرے اور اس میں جو اعمال ہوں اس پر اول اپنے آپ کو جمانے کی کوشش

کرے، اس کو مجمع میں پھیلا دے، بالفعل پانچ کتابوں کا اہتمام ہے راہ نجات، جزاء الاعمال وغیرہ۔

## حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متوسلین سے ملتے رہیں

ایک مکتوب میں جس میں کارکنان میوات کے لئے اہم ہدایات لکھی ہیں اس میں ۹ نمبر یہ ہے کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے منتفع ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ان کی محبت ہو اور ان کے متعلقہ آدمیوں سے اور ان کی کتابوں کے مطالعہ سے منتفع ہوا جاوے۔ ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آوے گا اور ان کے آدمیوں سے عمل۔

حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے وصال کے بعد جو تعزیتی خطوط اپنے احباب کو لکھے ہیں ان میں حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے ایصال ثواب کی تاکید و ترغیب اور تعلیمات کی توسیع کی کوشش کو لکھا ہے ایک صاحب حضرت تھانوی کے لوگوں میں ملاقات کے لیے تشریف لائے تو حضرت دہلوی نے فرمایا ''جن حضرات کا حلقہ محبت اتنا وسیع ہو جتنا کہ ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا تھا چاہئے کہ ان کی تعزیت عامہ کی فکر کی جائے، میرا جی چاہتا ہے کہ اس وقت حضرت کے تمام تعلق رکھنے والوں کی تعزیت کی جائے اور خاص طور سے یہ مضمون آج کل پھیلا یا جائے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق بڑھانے، حضرت کی برکات سے استفادہ کرنے اور ساتھ ہی حضرت کے ترقی درجات کی کوششوں میں حصہ لینے اور حضرت کی روح کی مسرتوں کو بڑھانے کا سب سے اعلیٰ اور محکم ذریعہ یہ ہے کہ حضرت کی تعلیمات حقہ اور ہدایات پر استقامت کی جائے۔ اور ان کو زیادہ سے زیادہ پھیلانے کی کوشش کی جائے۔'' (ملفوظات دہلویؒ)

## عجیب اعتراض

البتہ اس اعتراض کا دوسرا جز و سانحہ عظیم جو لکھا ہے یہ اعتراض سب سے پہلے اسی مرتبہ کان میں پڑا۔ اتفاق سے جس وقت مجھے یہ الفاظ سنائے جا رہے تھے تو مولانا ...... میرے پاس تشریف فرما تھے۔ ان الفاظ کو سن کر انہوں نے بھی بہت استعجاب کیا اور کہا کہ یہ

اعتراض آج تک کبھی کان میں نہیں پڑا اتفاق سے اسی دوران میں اکابر نظام الدین تشریف لائے تو انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ یہ واقعہ ہمارے کانوں میں کبھی نہیں پڑا۔ میں نے قرب وجوار کے مفتیان سے پوچھا کہ تم میں سے اس کا مصداق کون ہے تو ہر شخص نے اس واقعہ سے لاعلمی اور تبری ظاہر کی تو میں نے ایک جوابی کارڈ معترض صاحب کو لکھا جس میں ان متلون مزاج عالم کا نام دریافت کیا اور جدہ کے ان صاحب کا پتہ پوچھا جن کے نام یہ خط لکھا گیا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون' پرسوں کی ڈاک سے آپ کا مرسلہ ایک رسالہ پہنچا، یہ ناکارہ اپنی صحت وقوت کے زمانہ میں تو ہر موافق ومخالف چیز پڑھنے کا بڑا شوقین تھا۔ لیکن اب کئی سال سے امراض کی کثرت اور آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے ضروری خطوط کا سننا اور لکھوانا بھی مشکل ہے' میرے ایک دوست نے بتلایا کہ اس میں نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق کچھ معروضات آپ نے تحریر فرمائی ہیں۔ اس لیے میں نے مختلف اوقات میں تھوڑا تھوڑا سنا۔

اس میں کوئی نئی بات ایسی نہ تھی جو اب تک اشتہارات واخبارات اور خطوط میں مختلف علماء سے سوال وجواب نہ ہو چکے ہوں اور ان کے جوابات مختلف علماء کی طرف سے کثرت سے شائع نہ ہو چکے ہوں، البتہ صرف ایک بات اس میں نئی سنی جو نہ اب تک کان میں پڑی تھی اور تحقیق سے معلوم ہوا وہ یہ کہ نظام الدین کے احباب اور تبلیغی احباب میں سے کسی کے کان میں یہ روایت پہنچی ہو' آپ نے اس رسالہ کے صفحہ نمبر ۱۰ پر بالخصوص جماعت کی طرف یہ منسوب کیا ہے کہ یہ لوگ حضرت تھانویؒ کی تصانیف سے روکتے ہیں اس سلسلہ میں مجھے جماعت کے ان افراد کے نام کی ضرورت ہے جو حضرت حکیم الامۃ تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے روکتے ہیں کہ میں ان سے اس کا جواب طلب کروں۔

اس میں آپ نے ایک عالم صاحب کا ذکر کیا کہ وہ اپنے مکتوب میں ایک صاحب مقیم جدہ کو تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت تھانویؒ کی کتابیں نہ دیکھی جائیں'' مجھے ان عالم صاحب کے نام کی بھی ضرورت ہے کہ میں ان سے اس کا استفسار کروں اور جدہ کے ان صاحب کا

پتہ چاہئے جن کے نام یہ خط لکھا گیا ہے' ایک صاحب کے خط پر آپ کو ساری جماعت تبلیغ پر یہ سنگین الزام لگانا بندہ کے ناقص فہم سے بالا ہے۔ اس کے متعلق بجائے رسالہ میں اشاعت کے آپ کو مرکز والوں کو اور خاص طور سے اس ناکارہ کو پہلے خط سے متنبہ کرنا چاہئے تھا تاکہ ان عالم صاحب سے اس کا منشا دریافت کرتا۔ اگر واقعی آپ کی نیت نیک تھی اور اصلاح مقصود تھی بالخصوص جبکہ بانی تحریک کا یہ مشہور مقولہ تو آپ نے بھی اپنے رسالہ میں بار بار دہرایا ہے اور اہل بدعت بھی اس کو اپنے اشتہارات میں بڑے جلی عنوانات سے شائع کرتے ہیں کہ تعلیم حضرت حکیم الامۃ کی اور طریق کار میرا' ایسی حالت میں ایک شخص کے مقولہ کو جماعت کی طرف منسوب کرنا دیانۃً تو کہاں تک صحیح تھا' اس سے تو آپ خود ہی واقف ہوں گے اور اگر کسی شخص نے اپنے کسی نجی خط میں کسی مصلحت سے یا حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے ساتھ تعلق کی کمی سے ایسا لکھا تو بانی تحریک کے بار بار کے ارشادات کے خلاف جماعت کی طرف اس کو منسوب کرنا بندہ کے خیال میں تو حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کیساتھ بھی آپ نے ادب کا معاملہ نہیں کیا' اس لیے کہ جماعت تبلیغ اب ہندوستان و پاکستان میں نہیں حجاز' عراق' لندن' امریکہ' افریقہ' برما وغیرہ سارے ہی ملکوں میں پھیل چکی ہے اور ساری دنیا نہ تو حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی معتقد ہے اور نہ اکابر میں کوئی بھی ایسا ہے جس کی ساری دنیا معتقد ہو اس لیے آپ نے غیر معتقد لوگوں کے لئے حجت پیش کی ہے کہ تبلیغ والے بھی حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی تصانیف سے روکتے ہیں' بہر حال ان کاتب اور مکتوب الیہ کے نام سے بواپسی مطلع فرمادیں۔ والسلام زکریا

شب ۱۷ صفر ۹۲ھ

اس کے جواب میں وہی عمومی الزامات دہرائے گئے جس کے متعلق پہلے بھی لکھا جا چکا ہے میں نے بعض دوسرے احباب سے بھی ان متلون مزاج مفتی صاحب کی تحقیق کرنی چاہی کہ میں ان مفتی صاحب سے براہِ راست دریافت کروں مجھے اس میں کامیابی نہ ہوسکی' عرصہ کے بعد ایک ایسے صاحب کا نام معلوم ہوا جو اتفاق سے جس دن یہ رسالہ سب سے پہلے مجھے سنایا

جار ہا تھا اس وقت میرے پاس موجود تھے۔ انہوں نے بھی بڑے استعجاب اور حیرت سے اس مضمون کو سنا اور ایسے شخص سے اپنی لاعلمی ظاہر کی جو حضرت تھانوی کی کتابوں سے روکتا ہو' مجھے جدہ کے ان صاحب کا پتہ بتانے سے انکار کر دیا گیا کہ میں براہِ راست ان صاحب سے اس خط کی تحقیق کرتا۔

## جماعت کا فیضان

باقی جماعت کے افراد میں ہر نوع کے آدمیوں کا ہونا سب ہی کو معلوم ہے۔ وہ جاہل جو دین سے بالکل ناواقف نمازوں سے بے خبر آداب مشائخ سے کہاں واقف ہو سکتے ہیں' حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں متعدد جگہ یہ مضمون ہے کہ ہماری تبلیغی جماعت تو دھوبی کی بھٹی ہے اس میں ہر قسم کے پاک ناپاک' کپڑے پڑتے ہیں۔ اور صاف ہوتے ہیں اور اس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ لاکھوں نہیں کروڑوں کی دینی حالت بہتر سے بہتر ہوگئی' ہزاروں نہیں لاکھوں ایسے ہیں جو کلمہ' نماز کو بھی نہیں جانتے تھے وہ تہجد گزار و ذاکر بن گئے' جو لوگ اپنے احوال کے اعتبار سے کفر کے قریب پہنچ گئے تھے وہ اس کی برکت سے مشائخ سلوک میں داخل ہو گئے۔ حضرت حکیم الامۃ' شیخ الاسلام حضرت مدنی' حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہم کے مجازین میں داخل ہو گئے۔ یہ خیال کہ جو شخص جماعت میں نام لکھوالیتا ہے وہ اخلاق فاضلہ سے فوراً مزین ہو جاتا ہے کس کی عقل میں آسکتا ہے اخلاق کی درستی کے لیے تو سالہا سال مجاہدات کرنے پڑتے ہیں اور جماعت میں شریک ہونے والوں کے سابقہ حالات معلوم ہونا ضروری ہیں کہ اس کا اگر تعلق پہلے حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے تھا بعد میں تبلیغ میں داخل ہونے سے عقیدت میں کمی ہوئی تب تو جماعت پر الزام آسکتا ہے لیکن جو شخص پہلے ہی سے سخت مخالف ہو اس کی مخالفت کو تبلیغ کی طرف منسوب کرنا یہ تو صریح تعصب اور تبلیغ کی مخالفت ہے۔

اس سے کون شخص انکار کر سکتا ہے کہ لیگ و کانگریس کی زور کے زمانہ میں دونوں

طرف کے عوام نہیں بلکہ کم درجہ علماء بھی ایک دوسرے سے متنفر اور سخت سے سخت گالیاں دینے والے تھے اور دونوں کی کتابوں کو پڑھنا تو درکنار ہر دو فریق کی کتابوں کا نام بھی گوارا نہ تھا۔ اور تبلیغی جماعت میں دونوں طرح کے حضرات کثرت سے شریک تھے۔

میرا تو تجربہ ہے اور انشاء اللہ اس سے کسی کو بھی انکار نہ ہوگا کہ تبلیغی جماعت میں شریک ہونے کے بعد عصبیت اور گروہ بندی میں نمایاں کمی ہوئی' میں پہلے اعتراض میں لکھ چکا ہوں کہ نہ صرف مجھ سے بلکہ اکابر علماء سے بہت سے لوگوں نے خود اس کا اعتراف کیا ہے کہ ہم تو علماء سے اتنے بدظن تھے کہ ملنا بھی گوارا نہ تھا۔ اور اب ہم اس تبلیغ کی برکت سے آپ حضرات کے خادم بنے کھڑے ہیں' نیز بہت جدوجہد کے بعد ان صاحب نے متلون مزاج عالم کا نام مجھے بعد میں لکھا وہ اتفاق سے غیر ملکی سفر میں تھے۔ میں نے ان سے بھی بذریعہ خط دریافت کیا۔ عرصہ کے بعد ان کے بیک وقت دو گرامی نامے سفر ہی سے پہنچے۔ جس میں بہت زور و شور سے اپنے الزام کی تبری کی وہ مکتوب نمبر ا میں لکھتے ہیں کہ "اس عبارت میں اگر فتوے والی عبارت نہ ہوتی تو میں اس کو اپنے ہی بارہ میں سمجھتا' مگر فتوے کی بات سے ہی شبہ ہوا کیونکہ میں فتویٰ نویسی سے ہمیشہ سے گریز کرتا ہوں معلوم نہیں میرے بارے میں ان صاحب کو یہ غلط فہمی کیوں ہوئی اور کسی بزرگ نے ان کو یہ بتلایا۔ بہر حال اب یہ بات بالکل متعین ہے کہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ میں چونکہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کو اصلاح کے لیے بہت مفید اور خاص کر علماء کے لیے ان کا مطالعہ بہت ضروری سمجھتا ہوں اس لیے پورے یقین سے اس کی تردید کر سکتا ہوں کہ میں نے ایسی بات کبھی نہیں لکھی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ممکن ہے کہ کسی نے مجھ سے جماعتوں میں تعلیم کے لیے مشورہ کیا ہو تو میں نے فضائل کے لئے کہا ہو' میں اس میں صرف تبلیغ کی مصلحت سمجھتا ہوں اور انشاء اللہ اس بارہ میں ہر ایسے آدمی کو مطمئن کر سکتا ہوں جو مخلص ہو اور سمجھنا چاہے یہ واقعہ ہے کہ فضائل کی کتابوں سے ہزاروں اللہ کے بندوں کو ولایت حاصل ہوئی ہے جدہ میں کسی صاحب سے میری خط و کتابت نہیں ہے' ایک صاحب کی طرف خیال جاتا ہے کہ شاید ان سے یہ بات چلی ہو' واپسی

میں ان سے بات کروں گا۔

دوسرے خط میں لکھتے ہیں کل ایک خط ہوائی اڈہ پر جاتے ہوئے لکھا تھا وہ ناقص رہ گیا تھا' جو بات میری طرف منسوب کی گئی ہے وہ اس لئے بھی قطعاً غلط ہے کہ میں عام طور سے لوگوں کو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کے مطالعہ کا مشورہ دیتا ہوں' یہ مشورہ عام تقریروں میں بھی دیتا ہوں اور تبلیغی کام سے اپنے تعلق کے آغاز سے اس وقت تک مجھے کوئی دور ایسا یاد نہیں جب میرا یہ حال اور ذوق نہ رہا ہو' مجھے حضرت تھانوی کی کتابوں سے ذاتی مناسبت ہے' میری قطعیت کے ساتھ یہ رائے ہے کہ تبلیغی کام کی مصلحت کا تقاضہ یہی ہے کہ اس کی تعلیم کے نظام میں حضرت کے یہ فضائل پڑھے جائیں' بعض لوگوں نے مجھ سے میری کتابوں کے متعلق کہا۔ میں نے ان سے کہا کہ پھر یہ سوال اٹھے گا کہ مولانا طیب صاحب، مولانا سعید احمد اکبر آبادی یا مولانا علی میاں کی کتابیں کیوں نہ پڑھی جائیں۔ اسی طرح اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں جماعت کے تعلیمی نظام میں رکھی جائیں تو ایک حلقہ کی رائے ہوگی کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات بھی رکھے جائیں اور نقشبندی سلسلہ کے لوگ چاہیں گے کہ حضرت امام ربانی یا خواجہ معصوم یا اسی سلسلہ کے دیگر اکابر کی تصانیف یا مکتوبات پڑھے جائیں اور امت کے موجودہ مزاج کے تجربہ کی بنا پر یقین ہے کہ اس مسئلہ پر انتشار تنازع اور کشمکش کی نوبت آئیگی۔ اس لیے سلامتی اس میں ہے اور اسی میں خیر ہے کہ بس فضائل کی یہ کتابیں پڑھی جائیں اور ان کتابوں کی تاثیر وافادیت اور مقبولیت الحمدللہ تجربہ اور مشاہدہ میں آچکی ہیں۔ فقط۔

## اشکال نمبر ۱۵: دینی نفع کے لئے ہر شخص کو کیوں ملا جاتا ہے

حضرت دہلوی پر ایک اعتراض یہ ہے کہ وہ ہر قسم کے لوگوں سے ملتے ہیں خود حضرت دہلوی کا ارشاد ہے کہ ہمارے بعض خاص حضرات میرے اس رویہ سے ناراض ہیں کہ میں اس دینی کام کے سلسلے میں ہر طرح اور ہر وضع کے لوگوں اور مسلمانوں کے ہر گروہ کے آدمیوں

سے ملتا ہوں، اور ملنا چاہتا ہوں اور اپنے لوگوں سے بھی ان کے ساتھ ملنے جلنے کو کہتا ہوں لیکن میں اپنے خاص حضرات کی اس ناراضی کو سہنا اور ان کو معذور قرار دیتے ہوئے ان کو بھی اس طرف لانے کی پوری سعی کرتے رہنا شکر واجب کا ایک جزو سمجھتا ہوں۔ ع

چوں حق بر تو پاشد تو برخلق پاش

ان حضرات کا خیال ہے کہ یہ طرز عمل ہمارے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے طریقہ اور مذاق کے خلاف ہے، لیکن میرا کہنا یہ ہے کہ جس چیز کا دین کے لئے نافع اور نہایت مفید ہونا دلائل اور تجربوں سے معلوم ہوگیا اس کو صرف اس لئے اختیار نہ کرنا کہ ہمارے شیخ نے یہ نہیں کیا' بڑی غلطی ہے۔ (ملفوظات حضرت دہلویؒ)

اس ملفوظ میں بات نہایت اہم اور قابل لحاظ ہے کہ حضرت دہلوی کا یہ ارشاد کہ جس کام کا حق ہونا محقق ہو جائے اس کو صرف اس وجہ سے نہ کرنا کہ ہمارے شیخ نے نہیں کیا یہ ہر شخص کا کام نہیں خود اسی شخص کا کام ہے جو خود بھی شیخ المشائخ کے درجہ تک پہنچ گیا ہو، ورنہ ہم جیسے عامیوں کے لئے یہ درجہ حاصل نہیں، حضرت قطب الارشاد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے بہت سے امور ایسے کئے جو ان کے شیخ نے نہیں کئے تھے اور بعض امور میں حضرت حکیم الامۃ نے بھی اپنے شیخ کے بعض اعمال میں اتباع ترک کر کے حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کا اتباع کیا۔ اس لیے تو مسئلہ بہت اونچا ہے اور باریک ہے حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تذکرہ الرشید جلد ثانی میں اس مضمون کو بہت بسط وتفصیل سے لکھا ہے' جہاں حضرت امام ربانی نور اللہ مرقدہٗ نے حذاقت امراض کی تشخیص اور اس کا علاج لکھا ہے یہاں ساری تفصیل اور توضیح کی گنجائش نہیں مجھے تو اس وقت اس مضمون کو بیان کرنا تھا کہ عمومی اعتراضات سے نہ تو کوئی جماعت خالی اور نہ اکابر میں سے کوئی خالی ہے۔

## اشکال نمبر ۱۶: تبلیغ والے اعتراضات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟

تبلیغ والوں پر یہ بھی ایک مستقل اعتراض ہے کہ وہ معترضین کے اعتراضات کی

طرف التفات نہیں کرتے' میرے نزدیک یہ اعتراض لغو ہے۔ اس لیے کہ بلا تعین گول مول اعتراض کی طرف کون توجہ کر سکتا ہے بالخصوص تبلیغی حضرات کو تو اپنے مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے اتنی فرصت نہیں رہی کہ ایسے لغو اعتراضات کہ ''تبلیغ والے ایسا کرتے ہیں'' کی طرف التفات کریں اکابر نے بھی کبھی التفات نہیں کیا۔ حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ پر ہمیشہ کتنے اعتراضات کی بوچھاڑ ہر طرف سے رہی حضرت کا ارشاد ہے کہ اعتراض سے تو انسان کسی حالت میں بھی نہیں بچ سکتا نیک ہو یا بد' عالم ہو یا جاہل ہو بس اسلم یہ ہے کہ معترضین کو بکنے دیں اور جو سمجھ میں آوے کرے۔ (از: طویل ملفوظ: افاضاتِ یومیہ)

حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کا مستقل رسالہ حکایات الشکایات کبھی پڑھا تھا اور میرے کتب خانہ میں موجود بھی ہے مگر اس وقت وہ تو نہیں ملا البتہ اس کی تمہید جو چند ماہ ہوئے الامداد سے اس ناکارہ نے حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کے رسالہ ''خوان خلیل'' کے ضمیمہ میں نقل کی تھی یہ ہے۔ بعد حمد صلوٰۃ کے یہ احقر عرض رسا ہے کہ ایک مدت دراز سے مجھ پر عنایت فرماؤں کی طرف سے بے جا اعتراضوں کی بوچھاڑ ہے جن میں سے اکثر کا سبب تعصب وتحزب ہے جس کے جواب کی طرف احقر نے اس لیے کبھی التفات نہیں کیا کہ میں نے ان اعتراضوں کو قابل التفات نہیں سمجھا نیز یہ بھی خیال ہوا کہ آجکل جواب دینا قاطع اعتراض نہیں ہوتا بلکہ اور زیادہ مطول کلام ہو جاتا ہے' تو وقت بھی ضائع ہوا اور غایت بھی حاصل نہیں ہوئی۔ تیسرے مجھ کو اس سے زیادہ اہم کام اس کثرت سے رہے کہ اس کام کے لئے مجھ کو وقت بھی نہیں مل سکتا تھا' چوتھی میں نے جہاں تک دل کو ٹٹولا ایسے اعتراضوں کے جوابوں میں نیت اچھی نہیں پائی میں اہل خلوص کو کہتا نہیں مگر مجھ جیسے مغلوب النفس کی نیت تو زیادہ یہی ہوتی ہے کہ جواب نہ دینے میں معتقدین کم ہو جائیں گے۔ شان میں فرق آ جائے گا' جس کا حاصل ارضاء عوام ہے سو طبعاً مجھ کو اس مقصود یعنی ارضاء عوام میں غیرت آتی ہے۔ بہت طویل مضمون ہے جس میں حضرت حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ نے بے جا اعتراضات کی طرف توجہ نہ کرنے کا اپنا معمول اور ترغیب فرمائی ہے۔

## حضرت تھانویؒ اور اعتراضات کا حل

ایک مرتبہ ایک گمنام خط حضرت کی خدمت میں آیا۔ حضرت حکیم الامۃؒ نے ارشاد فرمایا کہ جوابی تو ہے نہیں جس کے جواب کی ضرورت ہو اس کو علیحدہ رکھئے' پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ایک تو ۔ نے لایعنی حرکت کی اور ایک میں لایعنی حرکت کروں کہ اس کو سنوں' ۔ مخواہ اپنا جی خراب کروں چنانچہ بلا سنے ردی میں رکھوا دیا' پھر فرمایا کہ متو ضلع اعظم گڈھ میں دوران وعظ میں ایک شخص نے ایک پرچہ لاکر مجھ کو دیا اور دیتے ہی چلا گیا۔ میں نے بعد وعظ وہیں پر چراغ میں بلا پڑھے اس کو جلا دیا' ایک صاحب کہنے لگے بلا پڑھے جلا دینے کو آپ کا جی کیسے مانا؟ ہم کو تو بے پڑھے کبھی صبر نہ آتا۔ میں نے کہا کہ جی عقل کی تو یہی بات ہے کیونکہ اگر جواب کی ضرورت ہوتی تو وہ بلا جواب کیسے چلا جاتا پھر میرے پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نہ معلوم اس میں گالیاں لکھی تھیں یا نہ جانے کیا بلا لکھی ہو۔ (حسن العزیز)

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں لوگ بے جانے اور بے سمجھے اعتراض کر دیتے ہیں' پہلے ایک چیز کو دیکھو سمجھ لو اور اگر وہ چیز قابل نہ ہو تو اس کو اکتساب کرنے کے بعد کہو جو کچھ کہنا ہے'' یہ ناکارہ بھی عمومی اعتراض کرنے والوں سے یہ پوچھا کرتا ہے کہ یہ اعتراض آپ نے خود ملاحظہ فرمایا سنا ہوا ہے' آپ نے کتنے دن نظام الدین قیام فرمایا اور کتنے چلوں میں باہر گشت کیا تاکہ وہاں کے حالات مشاہدہ اور تجربہ صحیح ہوتا حضرت حکیم لامۃ قدس سرہٗ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں' آپکے سارے شبہات کسی کے پاس رہنے سے رفع ہونگے کسی جگہ آپ کو رہنا چاہئے اور سارے شبہات دفعتہً پیش کر کے دو مہینے تک زبان بند رکھیں یہ طریقہ ہے اور اس کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص مل گیا اس کے سامنے شبہات پیش کر دیئے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے علیحدہ ہو کر پھر شبہات تازہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شبہ بھی وہی معتبر ہوتا ہے جو کام کرنے کے بعد ہو اس سے پہلے ہوائی شبہات ہوتے ہیں۔ میں نے موتمر الانصار کے جلسہ میں میرٹھ کے اندر

علی الاعلان کہہ دیا تھا کہ جن صاحبوں کو شبہات پیش آتے ہیں وہ چالیس روز ہمارے پاس رہیں اور سارے شبہات ایک پرچہ پر لکھ کر دیں۔ اور اس عرصہ تک زبان بند رکھیں انشاء اللہ سارے شبہات حل ہو جائیں گے' طویل ملفوظ ہے۔ (حسن العزیز)

جناب الحاج قاری طیب صاحب نے ایک تبلیغی اجتماع میں جو سہارنپور ہی میں ہوا تھا فرمایا کہ اعتراضات تو وہ قابل قبول ہیں جو کام میں گھس کر کئے جائیں اور جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے اگر اندر گھس کر کوئی اعتراض کرے تب تو ٹھیک ہے۔ لیکن اندر گھسنے والا کوئی اعتراض کرتا نہیں کیونکہ داخل ہونے کے بعد اسے کام کا فائدہ معلوم ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ سب باہر کے اعتراضات ہیں جو قابل قبول نہیں طویل مضمون جو رسالہ ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں موجود ہے۔ ایک جگہ حضرت تھانوی کا ارشاد ہے کہ یہ زمانہ نہایت ہی پر فتن ہے جو غریب اپنے مسلک اور مشرب اور اپنے بزرگوں کے طرز پر رہے اور سلف کا مذہب اختیار کرے سب اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں' کسی طرح چین نہیں لینے دیتے چنانچہ اس جرم میں میرے حال پر بھی بعض کی عنایت ہے' مگر الحمد للہ میں التفات بھی نہیں کرتا بولنا مجھ کو بھی آتا ہے زبان اللہ نے مجھ کو بھی دی اللہ نے قلم بھی میرے ہاتھ میں دیا ہے لیکن میں اس طرز ہی کو پسند نہیں کرتا (افاضات)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ معترضین کے کہنے کا خیال کیا جائے تو زندگی محال ہے اس واسطے آدمی کو چاہئے کہ اپنا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ صاف رکھے اور دنیا کو بکنے دے کوئی کچھ کہا کرے۔ (حسن العزیز)

حضرت نظام الدین تو چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کی تمنا پر عمل کرتے ہوئے کہ تعلیم حضرت تھانویؒ کی ہو اور طریق کار میرا اعتراضات کے جواب کی طرف التفات بھی نہیں کرتے۔ اور لوگوں کو اس پر غصہ آتا ہے کہ ہمارے اعتراض کی طرف التفات نہیں کیا۔ حالانکہ ان لوگوں کو اس میں نہ تصنع ہے نہ رعایت ان فضولیات کی فرصت بھی نہیں سینکڑوں کی آمد ورفت کا سلسلہ تو روزانہ کا ہے اور بعض اوقات نئے آنے والوں کا سلسلہ تو ہزار سے بھی متجاوز ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں وہ کام کریں یا گول مول اعتراضوں کے جوابات کی طرف التفات

کریں ان کو واقعی التفات نہیں کرنا چاہئے کہ بقول حضرت تھانوی کے ان کے پاس دینی اہم کام بہت زیادہ ہیں، البتہ دوسرے اکابر اہل علم نے ان عمومی اعتراض کے اپنی تقاریر اور تحریروں میں بیسیوں جوابات دے دیئے ہیں، بالخصوص جناب الحاج قاری طیب صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامۃؒ نے مولانا محمد منظور نعمانی نے مفتی محمود حسن صاحب صدر مفتی درالعلوم دیوبند نے اور دیگر اکابر نے بھی جو مختلف رسائل میں مفصل شائع ہو چکے ہیں بالخصوص ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں ان حضرات اکابر کی تقریرات اور تحریرات جمع کردی گئی ہیں اور مولانا منظور صاحب کے جوابات تو الفرقان کے رسالہ میں بہت کثرت سے شائع ہوتے رہے ہیں، مستقل مضامین اعتراضات کے جوابات میں بہت مفصل تحریر فرمائے ہیں، اور کچھ عمومی اعتراضات یہ ناکارہ بھی اس رسالہ کے شروع میں لکھوا چکا ہے جو عامۃ الورود ہیں۔

## جماعت میں جائیں تو یہ احتیاط رکھیں (ہدایات)

جہاں تک نظام الدین کے حضرات کا تعلق ہے وہ تو اپنی طرف سے احتیاطوں میں کمی نہیں کرتے جس کو وہی جانتا ہے جو وہاں کچھ قیام کر چکا ہو، یا اجتماعات میں شریک ہوا ہو یا کسی جماعت کی روانگی کے وقت کی ہدایات سن چکا ہو جس میں روانہ ہونے والوں کے لیے اکابر علماء کے احترام اور رفقاء کے ساتھ برتاؤ رفقاء کی راحت وآرام کی کوشش، کسی رفیق کی چیز بھی بلا اجازت نہ لینا اور اجازت پر لینے کے باوجود فراغ پر جلدی واپس کر دینا، ایسی چھوٹی باتوں پر تنبیہات ہوتی ہیں جن پر عام طور پر توجہ بھی نہیں۔ یہ الوداعی ہدایات کم سے کم آدھ گھنٹہ اور بعض اوقات ایک بلکہ دو گھنٹے تک طویل ہو جاتی تھیں اور ہو جاتی ہیں، صرف ایک اجتماع کی ہدایات کو عزیز مولوی محمد ثانی سلمہ نے مولانا محمد یوسف صاحب کی سوانح کے آخر میں جمع کیا وہ خود مستقل دس صفحے کا مضمون ہے پورا نقل کرنا تو دشوار ہے اس کے آخر میں چند ضروری امور مختصراً ذکر کیے گئے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں کہ نکلنے کے زمانے میں بس چار کاموں میں اپنے کو مشغول رکھنا

ہے سب سے پہلی چیز ہے ایمان ویقین کی اور ایمان والے اعمال کی دعوت اور اس دعوت کے لیے عمومی گشت ہوں گے خصوصی گشت ہونگے جن کے اصول وآداب گشت کے لیے نکلتے وقت بتلائے جائیں گے ان کو دھیان سے سنا جائے پھر جب آپ دعوت کے لیے گلیوں اور بازاروں میں نکلیں گے تو شیطان آپ کو وہاں کے نقشوں کی طرف متوجہ کریگا۔ اسلئے سب سے پہلے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ شیطان ونفس کے شرور سے بچائے۔ اور اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی توفیق دے پورے گشت میں اس کا اہتمام رہے کہ بس اللہ کے جلال اور جمال پر اور اسکی صفات عالیہ پر نظر رہے نگاہیں نیچی رہیں اور اپنا مقصد نگاہ کے سامنے رہے جس طرح جب کسی مریض کو ہسپتال لیکر جاتے ہیں تو خود مریض اور اس کے ساتھی ہسپتال کی عالیشان عمارتوں کو دلچسپی سے نہیں دیکھتے بلکہ ان کے سامنے بس مریض کا علاج ہوتا ہے خصوصی گشت میں اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب جن سے آپ ملنے گئے ہیں اس وقت توجہ سے بات سننے کو تیار نہیں ہیں تو مناسب طریقہ سے جلدی بات ختم کر کے ان کے پاس سے اٹھ جانا چاہئے اور اگر دیکھا جائے کہ وہ صاحب متوجہ ہیں تو پوری بات ان کے سامنے رکھنا چاہئے خصوصی گشت میں اکابر کے پاس اگر جایا جائے تو صرف دعاء کی درخواست کی جائے اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے۔

نمبر۲: جب تعلیم کے لئے بیٹھیں تو نہایت ادب سے بیٹھیں دل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے علم کی عظمت سے دبا ہوا ہو۔ نمبر۳ و نمبر۴ جو وقت دعوت اور تعلیم سے خالی ہو اور کوئی دوسرا ضروری کام بھی اس وقت میں نہ ہو اسمیں نوافل پڑھے جائیں یا قرآن مجید کی تلاوت کی جائے یا تسبیح میں مشغول کیا جائے یا اللہ کے کسی بندہ کی خدمت کی جائے یہ چار کام اس پورے زمانہ میں بطور اصل مقصد کے کئے جائیں گے۔

## مجبوری میں چار باتیں

چار باتیں بجبوری کرنے کی ہیں اور چار باتوں سے روکا گیا ہے۔ پہلی چار باتیں

نمبر ا کھانا پینا نمبر ۲ قضاء حاجت نمبر ۳ سونا نمبر ۴ باہم بات چیت کرنا' یہ ناگریز ضرورتیں ہیں ان کو بس اتنا ہی وقت دیا جائے جتنا ضروری اور ناگزیر ہو' سونے کے لیے دن رات میں بس چھ گھنٹے کافی ہیں۔

## چار باتیں جن سے ہر حال میں بچیں

چار باتیں وہ ہیں جن سے پورے اہتمام سے بچا جائے۔

نمبر ا: کسی سے سوال نہ کیا جائے بلکہ کسی کے سامنے اپنی کوئی ضرورت ظاہر بھی نہ کی جائے یہ بھی ایک طرح کا سوال ہے۔ نمبر ۲: اشراف سے بھی بچا جائے۔ اشراف یہ ہے کہ زبان سے تو سوال نہ کریں لیکن دل میں کسی بندہ سے کچھ حاصل ہونے کی طمع ہو' گویا بجائے زبان کے دل میں سوال ہو' نمبر ۳: اسراف سے بچا جائے اسراف یعنی فضول خرچی ہر حال میں معیوب اور مضر ہے۔ لیکن اللہ کے راستے میں نکلنے کے زمانہ میں اس کے نتیجے اپنے حق میں بھی بہت برے ہوتے ہیں۔ اور دوسرے ساتھیوں کے حق میں بھی۔ نمبر ۴: بغیر اجازت کسی ساتھی کی بھی کوئی چیز استعمال نہ کی جائے بعض اوقات دوسرے آدمی کو اس سے بڑی ایذا پہنچتی ہے اور یہ شرعاً قطعاً حرام ہیں ہاں اجازت لیکر استعمال کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ بس یہ ہیں ضروری باتیں جن کی پابندی رکھنا اس راستے میں نکلنے والوں کے لیے ضروری ہیں اور آپ لوگوں کے چوبیس گھنٹے ان پابندیوں کے ساتھ گذرنے چاہئیں۔ ان اعمال کی پوری پابندی کرتے ہوئے آپ اللہ کی زمین میں اور اللہ کی مخلوق میں پھریں اور اپنے لیے اور پوری امت مسلمہ کے لیے اور عام انسانوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے ہدایت مانگیں بس یہی آپ کا عمل اور آپ کا وظیفہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے ہرگز محروم نہیں رکھے گا۔ (سوانح یوسفی)

جب جماعتیں نظام الدینؒ سے جاتی ہیں تو ان کو بہت اہتمام اور بہت تفصیل سے روانگی کے وقت کی ہدایات بتائی جاتی ہیں اور نظام الدینؒ کی مسجد میں ایک بڑے تختہ پر ایک

مضمون چسپاں ہے تا کہ ہر شخص ہر وقت اس کو دیکھا کرے، وہ مضمون حسب ذیل ہے۔

## ایک اہم مضمون دینی کام کرنے والوں کے لئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، ضروری ہدایت، تبلیغ میں جانے والے حضرات کو خاص طور سے ان امور کی رعایت رکھنی چاہئے۔ ورنہ منافع سے زیادہ نقصان کا اندیشہ ہے۔

(۱)...... ہر کلمہ گو اور علم والے کا دل سے اکرام واحترام کریں، اور اس کی مشق کریں۔

(۲)...... دوسرے کے عیوب سے اپنی آنکھیں بند کریں۔ اپنے عیوب تلاش کرتے رہیں۔

(۳)...... بیان اور تعلیمی حلقوں، اور مجلسوں میں کسی طبقہ یا جماعت یا فرد پر نکیر یا طنز نہ کرنا، جو لوگ جماعت میں وقت نہ لگا سکیں ان کی بھی تنقیص نہ کرنا۔

(۴)...... ہر علاقہ کے بزرگان دین علماء اور مشائخ سے استفادہ کی اور دعا کی نیت سے ملیں اور ہر ایک کے تعلق والوں سے اکرام ومحبت کے ساتھ مل کر کام کریں، کسی پر تنقید نہ کریں۔

(۵)...... تبلیغ اور جماعت میں نکلنے کو دنیوی فائدہ حاصل کرنے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ اپنے حاصل ہوئے مفادوں کو قربان کرنے کی مشق کی جائے۔

(۶)...... بیان میں اپنے کارنامے نہ بیان کئے جائیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور اسلاف علیہم الرحمۃ کے واقعات کے ذریعہ ترغیب دی جائے اور ان ہی کی مددوں کا تذکرہ کیا جائے۔

(۷)...... کرنیوالی ذات صرف خدا کی ہے، دن میں اسکے دین کی انتھک کوشش کرکے راتوں کو تضرع وزاری والحاح کے ساتھ خدا ہی سے اسکی نصرت اور مدد مانگی جائے اور جو کچھ وجود میں آئے اس کا کرم سمجھا جائے۔ فقط

یہ نقشہ کئی سال سے مسجد میں لٹکا ہوا بھی ہے اور آنے والوں کو اس کی طرف توجہ بھی دلائی جاتی ہے جب جماعتیں جاتی ہیں ان کو تفصیلی ہدایات جیسا کہ اوپر گذر چکا اہتمام سے

سمجھائی جاتی ہیں، اور جب کوئی جماعت واپس آتی ہے بہت اہتمام سے اسکی کارگذاری سنی جاتی ہے، اور اس میں جو چیزیں قابل اصلاح ہوتی ہیں ان پر تنبیہ نکیر اصلاح کی جاتی ہے، سہانپور جو جماعتیں آتی ہیں ان لوگوں میں اگر کوئی بے اصولی یا تقریر میں کسی لغزش کی اطلاع مجھے ملتی ہے تو فوراً مرکز کو جماعت کی تفصیل اور اس کے امیر کی تعیین کیساتھ اطلاع کرتا ہوں، اور یہ جماعت جب واپس جاتی ہے تو اس چیز پر خاص طور سے نکیر کی اطلاعیں بھی مجھے ملتی ہیں بندہ کے خیال میں تو اہل مرکز کی یہ رعایتیں اتنے ہمہ گیر کام کے درمیان میں یقیناً قابل قدر ہیں، دور بیٹھے اپنی مجالس یا اخبار و اشتہارات میں یہ کہہ دینا کہ جماعت والے ایسا ایسا کرتے ہیں بندہ کے خیال میں تبلیغ والوں کے لیے کوئی مفید چیز ہے نہیں، معترضین کے لئے شاید ان کی نیک نیتی سے ان کیلئے کوئی موجب اجر ہو یہ بات کہ کوتاہی کرنے والوں پر کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جاتی۔ اس بات کا مفہوم اعتراض کرنے والے ہی اچھی طرح سمجھتے ہوں گے کہ کیا تادیبی کارروائی کی جائے، ان کو کوڑے لگائے جائیں یا جیل خانہ بھیج دیا جائے؟ جہاں تک تنبیہات اصلاحات کا تعلق ہے وہ اوپر کے مضامین سے واضح ہو چکا ہے اس زمانے میں بھی زیادہ تر ہدایات مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری فرماتے ہیں اسکی نقل مختصراً کرتا ہوں۔

# مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات

الحمدللہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کے حالات کو اعمال سے جوڑا ہے، چیزوں سے نہیں جوڑا اور اعمال کو اعضاء سے جوڑا ہے اور اعضاء کو دل سے جوڑا ہے اور دل خدا کے قبضے میں ہیں' اگر دل کا رخ اللہ کی طرف ہو جائے تو اعمال اللہ کے لیے ہو کر حالات دنیا و آخرت کے بنیں گے۔ حتیٰ کہ بیوی کے منہ میں لقمہ بھی ڈالے تو صدقہ کا ثواب لے اور اگر دل کا رخ غیر اللہ کی طرف ہو اعمال غیر اللہ کے لیے ہو کر حالات خراب ہونگے حتیٰ کہ سخی شہید اور قاری بھی ہو تو دوزخ میں جائے گا۔ لہٰذا سب سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ دل کا رخ اللہ کی طرف ہو' اسے ہدایت کہتے ہیں جو ایک نور ہے جو انسان کے دل میں ڈالا جاتا ہے جیسے سورج کی روشنی سے چیزوں کا نفع نقصان نظر آتا ہے' خارجی چیزوں کے نفع ونقصان کے دکھانے کے لیے خارجی روشنی چاند و سورج کی ہے اور داخلی اعمال کے نفع ونقصان دکھانے کے لیے داخلی نورِ ہدایت اللہ نے پیدا کیا۔ دل میں ہدایت کا نور ہو' تو امانت اور سچائی میں نفع نظر آئے گا' اور خیانت اور جھوٹ میں نقصان نظر آئیگا' اور اگر ضلالت کا اندھیرا ہو تو اعمال کا نفع ونقصان نظر نہیں آتا' لہٰذا جب اعمال بگڑتے ہیں' تو حالات خراب ہوتے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ ہر انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہدایت کی ہے' اور ہدایت خدا کے قبضے میں ہے۔ اِنَّکَ لَاتَھْدِی مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہُ یَھْدِی مَنْ یَّشَآءُ وَھُوَ اَعْلَمُ بِالْمُھْتَدِیْن ''خدا سے ہدایت لینے کے لیے سوائے دعا کے اور کوئی راستہ نہیں ہے، اس لیے اللہ نے سب کے لیے مشترکہ دعا ''سورۂ فاتحہ'' میں ہدایت کی تجویز کی۔ کسی دعا کا مانگنا اتنا ضروری نہیں کیا جتنا کہ ہدایت کی دعاء کا مانگنا ضروری کیا' روزانہ ہر نمازی چالیس پچاس مرتبہ یہ دعا مانگتا ہے' لیکن یہ دنیا دارالاسباب ہے اس لیے جو دعا مانگی جائے اس کے لیے اسباب اختیار کئے جائیں، شادی کر کے اولاد کی دعا مانگی جاتی ہے، کھیت میں ہل

چلا کر کھیتی میں برکت کی دعا مانگی جاتی ہے، ایسے ہی ہدایت کی دعا کے ساتھ محنت کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر مجاہدہ کیا جائے تو اللہ کی طرف سے ہدایت کا وعدہ ہے۔ ''**وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا** الآیۃ'' تو دو چیزیں ہوئیں، ایک طرف مجاہدہ ہو دوسری طرف دعا ہو تو اللہ کی ذات سے ہدایت ملنے کا یہ قوی ذریعہ ہے' مجاہدہ انفرادی ہو تو ہدایت انفرادی ملے گی اعمال انفرادی طور پر بنیں گے حالات بھی انفرای بنیں گے اور مجاہدہ اجتماعی ہو تو ہدایت اجتماعی زندہ ہو گی تو اعمال بھی مجموعہ کے بنیں گے تو حالات بھی اجتماعی طور بنیں گے' ان جماعتوں کا خدا کے راستہ میں نکلنا اسی مجاہدہ کیلئے ہے اور جو لوگ گھروں پر واپس جا رہے ہیں وہ بھی مقامی کام کریں یعنی ہفتہ کے دو گشت روزانہ کی تعلیم مسجد میں اور اپنے گھر کی عورتوں اور بچوں میں بھی فضائل کی کتاب پڑھیں، تا کہ دین پر چلنے کا شوق پیدا ہو' اور ماہانہ تین دن اطراف کے دیہاتوں میں جاویں اور ہفتہ واری اجتماع میں رات گزاریں۔ یہ چند کام اجتماعی ہیں اس کے علاوہ ہر آدمی کم سے کم چھ تسبیحیں پوری کرے' اور قرآن پاک کی تلاوت کرے اور فرض نمازوں کے علاوہ نفلی نمازیں جتنی نبھا سکے اسے کرے چونکہ واپس جا رہے ہیں ایسے واپس جانے والے بھی غور سے سنیں۔

## مجاہدہ کیا ہے؟

اب سنو مجاہدہ کیا ہے؟ مجاہدہ یعنی اپنے آپ کو رضاء الٰہی کیلئے اعمال میں مشغول رکھنا' یوں دین میں بہت سے اعمال ہیں لیکن چند بنیادی اعمال میں رضاء الٰہی کے جذبے سے اللہ کے یقین کے ساتھ اپنے آپکو مشغول رکھنے سے دین کے بقیہ اعمال پر چلنے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے' وہ بنیادی اعمالِ مساجد ہیں یعنی اپنے آپکو مجالسِ ایمانیہ میں تعلیم کے حلقوں میں نمازوں میں، اذکار میں اور دعوت میں آخرت کے تذکروں اور خدمت گزاری میں دعاؤں میں رضاء الٰہی کے جذبہ سے مشغول رکھنا، یہ اعمال مطلوب مجاہدہ ہیں، یعنی نفس کیخلاف ہیں' مطلوب مجاہدہ مطلقاً تکلیف اٹھانے کا نام نہیں ہے' یہ تکلیف تو نفس کے مطابق ہے، مجاہدہ کی طرف نفس آنے نہیں دیتا۔

نفس انسان کا سب سے بڑا دشمن ہے، نفس کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ وہ انسان کو چیزوں سے جوڑے رکھے، اعمال کی طرف نہ آنے دے اور اگر کوئی آدمی اعمال کی طرف آ جائے، تو نفس اعمال پر جمنے نہیں دیتا، اسی وجہ سے تعلیم، بیان یا ذکر اور تلاوت سے نفس آدمی کو کسی بہانے سے اٹھا کر بازار میں لے جاتا ہے اور اگر کوئی آدمی ان اعمال میں جم گیا تو یہ نفس کھانا کھانے اور استنجاء کرنے اور سونے کے وقت ادھر ادھر کے تذکروں کے ذریعہ اور خیالات کے ذریعہ سارے اعمال کا نور ختم کراتا ہے۔ اور اگر کوئی اس میں بھی سنت پر جما رہا تو پھر نفس گھروں پر واپس لوٹنے کے بعد کاروباری مشاغل اور گھریلو مشاغل میں اتنا گھیرتا ہے کہ آدمی مقامی تعلیم' گشت' اذکار وعبادات چھوڑ بیٹھتا ہے اور اگر کوئی آدمی مقامی طور پر بھی اعمال میں جما یعنی کاروباری و گھریلو مشاغل کے ساتھ ساتھ تعلیم و گشت و اذکار وعبادات و مشوروں میں فکر سے لگا رہا تو نفس کا آخری حربہ یہ ہوتا ہے کہ اب وہ اعمال سے نہ روکے گا بلکہ ان اعمال کو اللہ کے لیے ہونے کے بجائے اپنے لیے کرائے گا، یعنی ان اعمال سے لوگوں میں عزت ہوگی، شہرت ہو گی، لوگ برکت کے لیے گھر پر لیجائیں گے' تعلقات میں وسعت ہوگی' دنیاوی اغراض پوری ہونگی الغرض ان اعمال کو اللہ کے لیے ہونے کے بجائے اغراض کے لیے کرانے کی کوشش کرے گا لہٰذا یہ اعمال اگر کسی دنیاوی غرض سے ہوں تو پھر مجاہدہ دینیہ نہیں رہتا۔

یہ اعمال اسی وقت دینی مجاہدہ بنتے ہیں، جب خالص اللہ کے لیے ہوں، تب ہی ان میں طاقت آتی ہے اور اللہ کی نسبت کا نور آ کر ہدایت کا ذریعہ بنتے ہیں، نفس کا یہ حربہ موت تک چلتا رہتا ہے، اس لیے ہمارا پہلا کام تو یہ ہو کہ چیزوں کو قربان کر کے اعمالِ مساجد کے عادی بنیں' اور اس کے ساتھ بار بار اپنی نیت ٹٹولتے رہیں، یہ فکر موت تک لگی رہے' اگر نیت میں اخلاص نظر نہ آوے تو بھی ان اعمال میں لگے رہیں فکر کرتے رہیں تو کرمِ الٰہی سے امید ہے کہ وہ اخلاص مرحمت فرماویں گے، بے فکر نہ ہوں' ان اعمال میں مشغولی کی ترتیب کیا ہو جماعت جب روانہ ہو تو امیر' مامور ایک دوسرے کو پہچان لیں، ہر ساتھی کی نوعیت سامنے ہو۔

## امیر اور اس کی اطاعت

امیر کی اطاعت ضروری ہے، جب تک کہ امیر قرآن وحدیث کے مطابق کہے اس کی بات مانی جائے بلکہ امیر کو صراحۃً کہنے کی ضرورت نہ پڑے بلکہ جماعت اشاروں اور منشاء کو دیکھ کر کام میں لگنے کی کوشش کرے امیر کی اطاعت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت آسان ہوگی اللہ کی اطاعت آسان ہوگی، لیکن امیر اپنے آپ کو سب کا خادم جانے اور مامورین امیر کو اپنا بڑا جانیں، جس آدمی کو خود امیر بننے کا شوق ہو اسے امیر نہ بنایا جائے۔ اللہ ایسے امیر کو اس کے نفس کے حوالے کر دیتے ہیں جو آدمی امیر بننے سے واقعی ڈر رہا ہو وہ امیر بنانے کے لائق ہے جو خود امیر بننا نہیں چاہتا اسے مشورہ کر کے امیر بنایا جائے تو اللہ اس کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتے ہیں تاکہ اسے سیدھا چلاوے یعنی اس کے ساتھ غیبی تائید ہوتی ہے، حضرت جی دامت برکاتہم (مولانا انعام الحسن صاحب اس وقت حیات تھے) ارشاد فرمایا کرتے ہیں امیر امیر ہے آمر نہیں ہے یعنی اس کے ساتھ ہمیشہ امر کا فکر لگا ہوا ہو، امیر حاکمانہ لہجہ سے کام نہ لے بلکہ ترغیب دے کر لوگوں سے دینی کام کرادے۔ اب جماعت میں نکل کر چوبیس گھنٹے کیسے گذاریں۔ جماعت میں ایک دو ساتھی انتظامی کام کے لیے طے ہو جائیں تاکہ ساری جماعت کا ذہن اعمال کے لئے فارغ رہے وہ دو ساتھی ریل یا موٹر کی تحقیق کریں۔

## سفر میں کیا کریں؟

باقی ساری جماعت پلیٹ فارم پر اپنی تعلیم میں مشغول رہے، ایسے عمومی مقامات پر تعلیم میں ایمانیات، اخلاقیات، عبادات اور آخرت اور انسانیت کے تذکرے ہوں ...... تاکہ جو بھی سنے اسے فائدہ ہو اور صحیح انسانیت کی فضا بنے، ریل میں ایک بوگی میں سوار نہ ہو سکیں تو دو تین بوگیوں میں ہو جائیں، اور ریل کے وقت کا نظام بنالیں۔ تعلیم، تلاوت، اذکار اور وقت پر نمازوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا چاہئے دو۲ دو۲ آدمی جماعت کریں۔ پلیٹ فارم پر ریل کے زیادہ رکنے

کا یقین ہو تو اتر کر نماز با جماعت پڑھیں اس سے مجموعی عبادت کی فضا بنتی ہے۔

لیکن اگر ریل کے زیادہ دیر رکنے کا یقین نہ ہو تو اپنی ہی بوگی میں دو۲ دو۲ آدمی جماعت کر کے نماز پڑھیں صرف فرض اور وتر اور صبح کی سنتیں پڑھیں اور باقی سنتیں اور نفلیں چھوڑ دیں تا کہ مسافروں کو تکلیف نہ ہو' فرض بھی مختصر پڑھیں' فجر کی اذان کے وقت مسافر سوئے ہوتے ہیں اس لیے اذان دھیمی آواز سے دیں۔ ریل میں ساتھیوں کو فکر مند بنایا جائے تا کہ آگے جا کر وقت اچھا گذاریں۔ ریل سے اترنے سے پہلے ایک ساتھی ایسا مقرر کریں جو پیچھے دیکھ لے کہ کسی کی کوئی چیز چھوٹ گئی ہو تو اتار لے۔

## جب بستی آجائے......

ریل سے اتر کر شہر میں داخلہ سے پہلے سارے ساتھی دعا کریں' لیکن سامان بیچ میں رکھیں تا کہ گم نہ ہو جائے۔ بستی دیکھنے کی جو مسنون دعا ہے وہ پڑھیں تو زیادہ اچھا ہے ورنہ اس وقت کے مناسب دعا مانگیں' دعا مانگنے سے پہلے ساتھیوں کا مختصر سا ذہن بنایا جائے کہ راستہ میں نظریں نیچی کرتے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلیں تا کہ کسی غیر محرم عورت یا تصویروں پر نگاہ نہ پڑے۔ نگاہ کے راستے سے دل میں خرابی جاتی ہے۔ مسجد میں جاتے ہوئے پہلے بائیں پیر کا جوتہ نکالیں پھر داہنے پیر کا' لیکن مسجد میں پہلے دایاں پیر داخل کریں پھر بایاں پیر داخل کریں اور داخلہ کی دعا پڑھ لیں اور اعتکاف کی نیت کر لیں اور بستر اگر خارج مسجد کا کمرہ ہو تو اس میں رکھیں ورنہ مسجد میں کسی کونے پر ایسی ترتیب سے رکھیں کہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو پھر وضو کر کے اگر وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھ کر سارے ساتھی مشورہ میں بیٹھ جائیں' مشورہ میں چوبیس گھنٹے کا نظام بنالیں اور ساتھیوں کے ذمہ کام تقسیم کریں' دو۲ باتیں بہت فکر سے سوچیں (۱) اس بستی سے جماعت کیسے نکلے؟ (۲) یہاں مقامی کام کیسے چالو کیا جائے؟ اس کے لیے سارے ساتھیوں کو فکر مند کریں، مقامی احباب کو بھی شریک کیا جائے' تا کہ بستی کی صحیح نوعیت سامنے آسکے۔ یہاں تعلیمی

گشت ہو رہا ہے کہ نہیں، لوگ اوقات گذارنے والے ہو گئے ہیں یا نہیں، یا ان میں سے کسی کے جماعت میں نکلنے کے وعدے ہیں یا نہیں، اس اعتبار سے محنت ہو گی۔

## مشورہ کے آداب

سب سے پہلے مشورہ یہ کیا جائے کہ کھانا کون پکائے کیونکہ اپنا کھانا کھا کر کام میں جان پیدا ہوتی ہے۔ کھانا پکانے کے لیے آدمی طے کر کے پھر خصوصی گشت کی جماعت بنائی جائے۔ مشورے میں ایک ہی کام روزانہ ایک ہی آدمی کے سپرد نہ ہو بلکہ بدل بدل کر ساتھیوں کو کام دیئے جائیں تاکہ ہر عمل کی ہر ساتھی کو مشق ہو ہر ساتھی دعوت دینے والا بنے، تعلیم کرنے والا بنے، گشت کرنے والا بنے، کھانا پکانے والا بنے، تاکہ دوسری جماعت چلا سکے، مشورہ میں امیر جس سے رائے مانگے، وہ رائے دے، سب ساتھی بہت فکر سے مشورہ کریں لاابالی پن نہ ہو، رائے دینے والا چند باتوں کا لحاظ رکھے، ایک تو یہ کہ رائے دینے میں کام کی اور ساتھیوں کی رعایت ہو۔ یعنی نفسانیت نہ مثلاً خود کے سر میں درد ہے، سونا ہے لیکن کام کا اور ساتھیوں کا فائدہ تعلیم میں ہے تو یہ رائے نہ دے کہ سب سو جائیں، یہ رائے نہ دے یہ خیانت ہے، رائے تو تعلیم کی دے اور جب تعلیم شروع ہو تو امیر سے اجازت لے کر اپنی معذوری کی بناء پر آرام کرے۔ لیکن رائے میں صرف اپنی وجہ سے سونے کی رائے نہ دے، دوسرے یہ کہ رائے میں کسی ساتھی کی رائے کے کاٹ کا انداز نہ ہو، اختلافی رائے میں اگرچہ حرج نہیں ہے، لیکن کاٹ کا انداز نہ ہو مثلاً کسی نے رائے دی کہ ابھی آرام کرنا چاہئے آپ کی رائے تعلیم کی ہے تو سیدھی سادھی تعلیم کی رائے دو فائدہ بتاؤ نہ یہ کہو کہ کیا یہ آرام کا وقت ہے؟ گھروں سے سونے کیلئے آئے ہو، اس سے ساتھی کا دل دکھے گا۔

تیسرے یہ کہ رائے میں تحکم کا انداز نہ ہو مثلاً یوں کہے ''ابھی سوائے تعلیم کے اور کیا ہو گا، تعلیم ہی ہونی چاہئے اور کچھ نہ ہونا چاہیے'' گویا امیر پر حکم دیا جا رہا ہے یہ بھی غلط ہے۔ امیر جب فیصلہ دے تو ساری رایوں کا احترام کرتے ہوئے فیصلہ دے۔ امیر کثرت رائے

پابند نہیں ہے سب رایوں کے بعد جو اللہ اس کے دل میں ڈالے اس کے مطابق فیصلہ دے لیکن سارے ساتھیوں کی رائے کا احترام کرے۔ مثلاً بعضوں کی رائے سونے کی ہے اور بعضوں کی رائے تعلیم کی ہے امیر کے ذہن میں تعلیم کا فیصلہ دینا ہے تو یوں کہے کہ بھائی جماعت تھکی ہوئی ہے آرام ضروری ہے اگر جماعت بیمار پڑ گئی تو کام کیسے ہوگا' دن کو اگر آرام کرے تو تہجد میں اٹھنا بھی آسان ہوتا ہے اس لیے آرام بھی بہت ضروری ہے جیسا کہ ہمارے بھائیوں نے مشورہ دیا۔ لیکن یہ بستی نئی ہے آتے ہی سونے سے ہی ہماری مجبوری نہ جان سکیں گے اور بدظن ہو جائیں گے۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ پہلے تھوڑی تعلیم ہو جائے پھر آرام کر لیں گے۔ اس طرح ساتھیوں کا جوڑ باقی رہتا ہے۔

اب امیر کے فیصلے کے بعد سارے ساتھی خوشی خوشی کام میں لگیں کوئی ساتھی اپنی رائے کو وحی منزل من السماء نہ جانے اور اصرار نہ کرے بلکہ امیر کا فیصلہ جس کی رائے کے مطابق ہو وہ تو ڈر جائے کہ کہیں میرے نفس کا چور میری رائے میں نہ ہو اور خوب فکرمند ہو کر دعا خیر مانگے اور جس کی رائے کے خلاف امیر کا فیصلہ ہو تو خوش ہو جائے کہ کم از کم میرے نفس کے چور سے یہ مشورہ محفوظ رہا' اور خوب اہتمام سے کام میں لگ جائے۔

## برقت کھانے کا اہتمام اپنا انتظام ضروری ہے

تاکہ خصوصی گشت سے پہلے اپنے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے آدمی مقرر ہو جائے۔ اگر کھانے کا نظم نہ کیا اور خصوصی گشت میں گئے تو چودھری صاحب سب سے پہلے کھانے کے بارے میں پوچھیں گے تو آواز دھیمی نکلے گی دعوت کی جان نکل جائیگی اس لیے ہر جماعت اپنے ساتھ اپنا توا' پرات اور برتن ساتھ رکھے' اور اگلے گاؤں میں جانے سے پہلے والے گاؤں سے ہی آٹا' چاول خرید لے تاکہ دوسرے گاؤں میں پہنچ کر خریدنا نہ پڑے' جماعت والوں کا کمال یہ ہے کہ اپنا کھانا پکا دیں اور گاؤں والوں کا کمال یہ ہے کہ مہمانوں کو کھانا کھلا دیں ضیافت

کی صفت اگر کسی علاقہ میں ہے تو اسے ختم نہیں کرنا ہے، لیکن جماعت والے اپنی ضیافت...... کام میں لگنے کو بتائیں۔ یعنی ہمارے گشت و تعلیم وخطاب میں ساتھ دو اور گاؤں سے چلہ تین چلہ کی جماعت تیار کراؤ، یہ اصل ضیافت ہے' اس ساری محنت میں شرکت کے ساتھ اگر کھانے کی ضیافت کی جائے تو ہوسکتا ہے کہ جماعت والے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے ایک آدھ وقت کی قبول کریں جماعت والے حضرات اس پر غور کریں کہ اگر دعوت نہ کھانے میں اپنی محنت کا فائدہ ہے کہ لوگوں میں زیادہ اثر پڑے گا اور دین سے قریب ہونگے تو اکرام باقی رکھتے ہوئے دعوت نہ کھائے۔ مثلاً یہ کہے کہ تم ہی فکر مند ہو لہٰذا تم ہمارے ساتھ ہی جماعت نکلوانے کی محنت کرو' اگر کھانا پکانے میں لگ گئے تو کام رہ جائے گا لہٰذا کھانا تو دونوں وقت کا پک چکا ہے اور تمہیں خدا جزائے خیر دے اب تو ہم سب کام کی فکر کریں' یا اس قسم کی اور کوئی اکرام کی بات کر کے ٹال دیں۔

اور اگر یہ معلوم ہو کہ کھانا کھانے سے اور ضیافت قبول کرنے سے بستی کے لوگ قریب ہونگے تو اپنے آپ کو اشراف سے بچاتے ہوئے ایک آدھ وقت کا قبول کریں' یا اپنا اور میزبان کا کھانا ساتھ کر کے سب ساتھ بیٹھ کر مسجد میں کھالیں' الغرض قبول نہ کرنے میں اکرام ملحوظ رہے اور قبول کرنے میں اپنے کو اشراف سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں جماعت والوں میں اپنا کھانے کا جذبہ ہو اور گاؤں والوں میں کھلانے کا جذبہ ہو۔

## خصوصی گشت کے آداب

خصوصی گشت کے لئے تین چار احباب جاویں۔ ان ہی میں سے ایک مقامی بھی ہو۔ خصوصی گشت بااثر لوگوں میں کرتے ہیں۔ اگر کوئی دینی اعتبار سے بااثر ہوں مثلاً بزرگ ہیں' عالم ہیں' پیر ہیں' شیخ ہیں۔ اس قسم کے بااثر حضرات کے پاس ان کے ملنے کے اوقات میں جانا چاہئے بے وقت نہ پہنچے جس سے ان کے معمولات میں حرج نہ ہو۔ ان کی خدمت میں دعوت دینے کی نیت سے نہ پہنچیں، اگر صرف ظاہر داری ہو اور اندر سے استفادہ کی نیت نہ ہو تو فائدہ نہ

ہوگا' بلکہ اس سے اللہ والے کے قلب میں بھی تمہاری طرف تکدر کا خطرہ ہے اس لیے استفادہ کی نیت جاویں۔اگر متوجہ ہوں تو سفر کے حالات مختصر سنائے جائیں۔امت کے حالات سنائے جائیں اور کام کا فائدہ سنایا جائے۔تا کہ ان کا قلب دعا کی طرف متوجہ ہو اس سے ہمارا کام بنے گا۔لیکن کسی فرد یا گاؤں کی برائی نام لے کر نہ بیان کریں اگر وہ بزرگ متوجہ نہ ہو سکیں تو تھوڑی دیر بیٹھ کر دعا کی درخواست کر کے واپس آ جائیں تو بھی خصوصی گشت ہو گیا اور اگر کسی دنیاوی لائن کے بااثر آدمی کے پاس جانا ہو مثلاً چودھری صاحب یا کوئی بڑے تاجر یا سرمایہ دار کے پاس جانا ہو تو اس میں اپنی حفاظت کی بہت ضرورت ہے۔ان کی مادی چیزوں کا دل پر اثر نہ پڑے ورنہ ہم بجائے داعی ہونے کے مدعو ہو جائیں گے۔نظریں نیچی کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہوئے جائیں ایک ساتھی کو خصوصی گشت میں امیر بنا دیں۔ان سے جا کر موقع محل کی مناسبت سے بات چیت ہو'لیکن چھ نمبروں کے اندر رہ کر بات ہو' کوئی اختلافی یا سیاسی بات نہ ہو، کسی کی حمایت یا مخالفت کی بات نہ ہو ان صاحب کو جتنے وقت کے لئے آمادہ کیا جا سکے آمادہ کیا جائے۔اور اگر متوحش ہونے کا خطرہ ہو تو کم سے کم مسجد میں اعلان کریں یا اپنا کوئی آدمی گشت میں ساتھ کریں۔اسی پر لایا جائے بشرطیکہ ان کا اعلان یا ان کے آدمی کا گشت میں شریک ہونا دینی مصلحت کے خلاف نہ ہو۔

## خواص سے بات

خواص کے سامنے ایک دم سے تکلیف اٹھانے کی بات کے بجائے آخرت میں ہمیشہ کی عزت اور اکرام کا ایسا تذکرہ ہو کہ اس کے لیے اپنی محنت میں تکلیف اٹھانے کی بات سے اور قربانی کی بات سے تبشیر ہو تنفیر نہ ہو' تیسیر ہو تعسیر نہ ہو' "بَشِّرُوا وَلَاتُنَفِّرُوا يَسِّرُوا وَلَاتُعَسِّرُوا" کی رعایت ہو' یہی بات عمومی گشت اور تعلیم اور بیان اور تشکیل میں ہر جگہ ملحوظ رہے۔یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اس کی رعایت ہر جگہ ہو' دوسرا عمومی گشت یہ ہماری دعوت میں ریڑھ کی ہڈی ہے۔

## عمومی گشت کے آداب

عمومی گشت میں یہ بات ملحوظ رہے کہ جس نماز کے بعد عمومی بیان کرنا ہے اس نماز سے پہلے والی نماز میں جماعت مسجد میں ہو' یہ مقامی طور پر گشت میں بھی ملحوظ رہے۔ مثلاً مغرب کے بعد بیان ہے تو عصر کی نماز میں جماعت موجود ہو بعض مرتبہ مقامی گشتوں میں صرف اعلان کر دیا جاتا ہے کہ آج عشاء سے پہلے گشت ہے کھانا کھا کر آ جانا' لوگ اپنی فرصت میں آتے ہیں' رواروی والا گشت ہوتا ہے' سالہا سال سے گشت کے باوجود نمازیوں کی تعداد نہیں بڑھتی صرف وقت گذاری سی ہو جاتی ہے (نہ ہونے سے تو اتنا ہونا بھی بہتر ہے) لیکن اس سے دینی ماحول نہیں بنتا۔ مثلاً مغرب کے بعد خطاب کرنا ہے تو عصر کی نماز کے بعد جم کر اعلان اور ترغیب اور لوگوں سے یہ کہا جائے عصر سے عشاء تک کا وقت کون کون فارغ کرتا ہے۔ جیسے تین چلوں کی تشکیل ہوتی ہے۔ اسی طرح عصر سے عشاء تک وقت لے لو جو لوگ اتنا وقت دیں انہیں آگے کر دو باقی لوگوں پر اصرار نہ ہو' انہیں جانے دو لیکن یہ کہا جاوے کہ اگلی نماز میں فارغ ہو کر آئیں' اور دوسروں کو بھی دعوت دے کر لادیں' جو لوگ عصر سے عشاء تک فارغ ہو کر بیٹھ گئے اب ان کا وقت امانت ہے سب کو اعمال میں لگایا جائے اگر لوگ زیادہ ٹھہر گئے تو جتنی عمومی گشت کی جماعتیں بنانے کی ضرورت ہو اتنی بنائی جائیں اگر ان لوگوں سے معلوم ہو کہ قرب و جوار میں خواص سے بھی ملا جا سکتا ہے تو بقدر ضرورت خصوصی گشت کے لئے بھی تین تین چار چار آدمیوں کی جماعتیں بنا کر بھیج دیں تا کہ خواص کے گھروں پر، قیام گاہوں پر جا کر اپنی پوری دعوت سمجھا کر نقد بیان میں لانے کی کوشش ہو پھر مسجد میں جو لوگ بچ جائیں ان میں ایک ساتھی جم کر دعوت والی بات کرے۔ کچھ ساتھی ذکر و دعاؤں میں لگیں' کچھ احباب نئے لوگوں کے لئے فارغ رہیں کہ باہر سے جو نئے احباب مسجد میں بھیجے جائیں انہوں نے اگر نماز نہ پڑھی ہو تو استنجاء وضو کرا کر اس وقت کی فرض نماز پڑھا کر دعوت والے حلقہ میں بٹھا دیں اور آخر تک ان کی نگرانی کرے۔ ان کا جی لگائے ان کی

تشکیل کا فکر ہو، عمومی گشت رواروی کے ساتھ نہ ہو بلکہ فکر اور اہتمام سے ہو، جماعت دس آدمیوں کے لگ بھگ ہو، ایک امیر بنایا جائے ایک مقامی رہبر بنایا جائے۔ ایک متکلم ہو، دعا مانگ کر سب گشت میں چلیں، سب مل جل کر چلیں، نظریں نیچی ہوں، زبان سے ذکر اللہ ہو، رہبر جس کے پاس لے جائے متکلم اس سے بات کرے، امیر کا کام یہ ہے کہ سب کو جوڑے رکھے رہبر کو سمجھا دیا جائے کہ وہ لوگوں کے عیب نہ بتاوے کہ دیکھو یہ بے نمازی ہے، یہ شرابی ہے ایسا نہ کہے صرف ملاقات کرادے۔ متکلم مزاج شناسی، موقع شناسی مردم شناسی کی رعایت کے ساتھ بات کرے اس کا اکرام بھی باقی رہے اور اللہ کی بات بھی پہنچ جائے بات میں طعن کا انداز نہ ہو، نرم لہجے سے بات کرے صرف اعلان درجہ نہ ہو کہ فلاں نماز کے بعد بیان ہوگا آجائیو صرف اتنا نہ ہو بلکہ اس طور پر بات کرے کہ وہ آدمی نقد مسجد کی طرف چل دے، زیادہ لمبی تقریر بھی نہ ہو۔

## متکلم کی بات

گشت میں ایسے معین لفظ نہیں جو ہر موقع پر چل جائیں تخمیناً یہ الفاظ ہیں کہ بھائی ہم اور آپ مسلمان ہیں ہم نے کلمہ پڑھ کر اللہ کی بات ماننے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر چلنے کا اقرار کیا ہے۔ اسی سے دنیا و آخرت میں ہمیں کامیابی ملے گی لیکن اس کے لیے ایک محنت درکار ہے اسی کے سلسلے میں جماعت آئی ہے مسجد میں ہمارے ساتھی اسی سلسلہ میں ابھی بات کررہے ہیں لہٰذا آپ مسجد تشریف لے چلیں فلاں نماز کے بعد اسی محنت کو تفصیلی طور پر کھولا جائے گا۔ بعض موقع پر کلمہ بھی سنا جائے تو حرج نہیں ہے۔ ہر موقع پر سنا جائے کبھی ان الفاظ میں حسب موقع کمی وبیشی کر سکتے ہیں، مسجد کی طرف جانے کے لیے جتنے احباب آمادہ ہو جائیں ان کے ساتھ اپنا ایک آدمی لگا کر بھیجا جائے۔ اگر مسجد کی طرف جانے کو کوئی صاحب آمادہ نہ ہوں تو ان کو اپنے ساتھ گشت میں لے لیں، اگر اس کے لیے بھی آمادہ نہ ہوں تو اگلی نماز کے بعد بیان میں شرکت کا وعدہ لے لیا جائے اور کہا جائے کہ دوسروں کو بھی لانا۔ یہ آخری درجہ کی چیز ہے ورنہ اصل

تو نقد مسجد میں لانا ہے اس گشت کے ذریعہ غفلت کی جگہ میں یادالٰہی کی مشق کرنی ہے۔ تواضع اور صبر کو سیکھنا ہے اکرام ملحوظ رکھتے ہوئے حکم الٰہی کے پہنچانے کی مشق کرنی ہے اس میں اپنی اصلاح کی نیت ہووے' گشت میں کشیدگی کی نوبت نہ آئے بلکہ لوگوں کو نرمی سے مانوس کرنے کی سعی ہو، گشت کے ذریعے پورے گاؤں میں چهل پہل ہو' رات کا بیان مقامی احباب کے مشورے سے مغرب کے بعد عشاء کے بعد جب بھی طے ہوا ہو اس میں خطاب کرنے والے کا پہلے سے مشورہ ہو۔

## مطالبے والا بیان

بیان میں چھ نمبروں کے اندر رہ کر بات ہو' دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کا عظیم الشان اور پائیدار ہونا جم کر کہا جائے' انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے صحیح واقعات بیان کر کے آخر میں چار چار ماہ کا مطالبہ ہو' اس بیان میں جماعت کے سارے ساتھی بھی متفکر ہو کر بیٹھیں' اکیلے مقرر کے حوالہ نہ ہو، مقرر کو کھڑا کر کے ساتھی اپنے آرام یا چائے وغیرہ کی طرف متوجہ نہ ہوں' مقرر پوری جماعت کی زبان ہے سب ملے جلے ہوں تو زبان کا اثر ہوگا نماز کے بعد اعلان کر کے مختصر سی سنتیں پڑھ کر سارے ساتھی خوشامد کر کے مجمع کو جوڑیں اس اجتماعی عمل کے موقع پر اپنا انفرادی عمل ذرا موخر کر دے۔ مثلاً مغرب کے بعد کے اوابین سے پہلے مجمع جڑنے کا فکر ہو' پتہ نہیں اس مجمع میں سے کتنے آدمی دین کی دعوت پر یا فرائض پر کھڑے ہو جائیں یہ نوافل سے بدرجہا بہتر ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ نوافل ترک کر دیئے جائیں' بلکہ جب سارا مجمع جڑ جائے تو ساتھی دو ۲ دو ۲ تین ۳ تین ۳ کر کے الگ کونے میں جا کر اپنی اوابین بھی باری باری سے پڑھ لیں تا کہ اجتماعی اور انفرادی کام یکے بعد دیگرے سب ہوں' نوافل واذکار کے اہتمام میں بھی فرق نہ پڑے بلکہ اہتمام اور زیادہ ہو جائے۔ بیان کے بعد تشکیل کے وقت کچھ دیر منتظر رہے تا کہ لوگ اپنے چلہ تین چلہ بولیں پھر ساتھی حلقہ بنا بنا کر مقامی احباب کی تشکیل کریں' ان کے اعذار کا حل بتادیں ان کے اعذار سن کر مرعوب نہ ہوں بلکہ حکمت سے اس کا حل بتادیں۔ دینی محنت اتنی

ہی اہمیت کے ساتھ سامنے آوے کہ آدمی اعذار کا حل خود ہی نکالے لیکن اعذار کا جواب دینے میں مجذوب بھی نہ بنیں' وہ تو کہہ رہا ہے کہ میری بیوی بیمار ہے اور آپ کہہ رہے ہیں کہ مرنے دے' دین اجڑ رہا ہے نکل جا یہ کہنا بالکل غلط ہوگا' آئندہ اس قسم کا آدمی بیان میں بھی نہیں آئے گا' اس کے عذر اور تکلیف میں ہمدردی کا اظہار ہو اور سنجیدگی کے ساتھ شریعت کی حدود کی رعایت کے ساتھ اس کا حل بتایا جائے' تھوڑے وقت کے نام بولے جائیں حتیٰ کہ تین دن اور ایک دن بھی کوئی دے تو قدردانی کے ساتھ نام لیا جاوے اور وقت اچھا گذروایا جاوے تو وہی تین چلہ کا بن جائے گا جو نام آوے ان کا وقت اور پتہ بھی لکھ لیا جائے۔ اور صبح کو وصولیوں کا گشت کر کے جماعت نقد نکالی جائے' اور روانہ کر دیا جائے ساتھ میں پرانا آدمی لگایا جائے۔ روانہ کرتے وقت اصول و آداب مختصر سے بیان کئے جائیں۔ اگر ایک دن میں جماعت نہ نکل سکے تو اسی بستی میں دوسرے دن ٹھہر جاؤ۔ جماعتیں جماعتوں کو نکالیں۔ یہ اصل ہے اور اجتماعات سے جماعتوں کا نکلنا یہ ثانوی درجہ ہے۔ جو جماعت نکل جائے یہ آپ کی محنت کا خلاصہ ہے۔

## چند کام تجربہ کے

جماعت کے نکالنے میں چند کام تجربہ میں آئے۔ ایک تو جماعت اپنا کھانا پکائے تو آسانی سے جماعت نکلتی ہے' دوسرے گاؤں میں وصولی کا گشت کرے۔ پہلے سے جن کے وعدے ہوں یا اب نکلنے کا وعدہ کیا ہو انہیں گھروں پر جا جا کر تیار کرنا اور دیگر موقعوں پر بھی تشکیل جاری رہے۔

## مقامی کام

جنہوں نے باہر جانے کے نام لکھوائے اس کے علاوہ جو مجمع میں بچ جائے ان کو مقامی کام پر آمادہ کیا جائے بلکہ نام مانگیں' اور مقامی کام کے لیے وہاں ایک جماعت بنائیں' جن کے ذمہ چند کام ہوں ایک تو روزانہ کی تعلیم مسجد میں چالو کرے۔ اس کا وقت بھی مقرر کر دو دوسرے

ہفتہ میں دو گشت کیا کریں ایک گشت اپنی مسجد کے اطراف میں اس کا بھی دن اور وقت مقرر کرے اور دوسرا گشت دوسرے محلے کی مسجد میں کریں لیکن دوسرا گشت دوسرے محلہ والوں سے کرانا ہے دو تین ہفتہ میں انہیں بذات خود گشت پر کھڑا کرنا ہے جب وہ گشت پر کھڑے ہو جائیں اور خود کرنے لگیں تو پھر ان کے ذمہ یہ بھی کیا جائے کہ اپنے گشت کے علاوہ اور مسجدوں میں گشت کو چالو کریں۔ اور آپ کسی تیسری مسجد میں گشت چالو کریں یعنی دوسرا گشت مختلف مساجد میں چالو کروانے کیلئے ہے' یوں ہر مسجد والے اپنے گشت کے علاوہ دوسرا گشت بھی کریں اور گشت چالو کرادیں' تیسرے یہ کہ اپنے گشت کے دنوں میں بیان کر کے چلہ تین چلہ کی جماعتیں بنادیں کم سے کم تین دن کی جماعتیں بنادیں' اور خود بھی ماہانہ تین دن کی جماعت میں جادیں۔

## شب جمعہ

چوتھے یہ کہ ہفتہ واری اجتماع اگر ہو رہا ہو تو اس میں عصر سے اشراق تک خود بھی وہ مقامی جماعت میں جائے اور دوسروں کو بھی لے جائے، یہ ہفتہ واری اجتماع پورے شہر کی مسجدوں میں محنتوں کا نچوڑ اجتماع ہے۔ ہر محلہ والے تین تین دن کی جماعتیں لے کر پہنچیں یا زیادہ وقت کی جماعتیں لیکر پہنچیں تا کہ ہفتہ واری اجتماع میں صرف بیان ہی نہ ہو بلکہ سارے محلوں سے جماعتیں بن کر آویں اور روانہ ہوں' ہر محلے والے اگر دو دو آدمی بھی چلے کیلئے دے دیں تو وہ تین جماعتیں ہر ہفتہ چلہ تین چلہ کی روانہ ہو سکتی ہیں۔ ورنہ تین تین دن کی جماعتیں جتنی بن سکیں لاویں۔ ہفتہ واری اجتماع میں ہر آدمی اپنا اپنا کھانا لے کر پہنچے اور عصر سے اشراق تک سب اس ماحول میں ٹھہریں رات کو خطاب ہو اور صبح جماعتیں روانہ ہوں' اطراف میں تین دن کی جو جماعتیں جاویں وہ پھر اسی طرح محنت کر کے چلوں کے لئے آدمی اٹھاویں یا کم وبیش وقت کے لیے آدمی اٹھاویں اور آخر میں وہ بھی مقامی جماعت بنادیں۔ اور مندرجہ بالا کام ان کے سپرد کریں۔ مقامی جماعت ان چند کاموں کو خود بھی کرے اور اہل محلّہ کو بھی ان کاموں پر اٹھاوے، تعلیم گشت ماہانہ تین دن ہفتہ واری اجتماع

اگر ہو رہا ہو تو شرکت اور اگر نہ ہو رہا ہو تو حضرت جی دامت برکاتہم سے پوچھے بغیر چالو نہ کرے۔

## انفرادی اعمال

اس کے علاوہ یہ مقامی جماعت کچھ انفرادی معمولات پر بھی چلے اور چلاوے مندرجہ بالا امور تو اجتماعی ہیں' اس کے علاوہ کم از کم چھ تسبیحیں' تلاوت' نوافل کا اہتمام خود کرے اور ہر گشت کے دن مجمع کو ان عمال پر آمادہ کرے۔

## گھر کی تعلیم

اس کے علاوہ ہر آدمی کو ترغیب دے کہ اپنے گھر میں مستورات اور بچوں میں روزانہ فضائل کی تعلیم ہو تا کہ عورتوں اور بچوں میں بھی عبادات واذکار اور دین پر چلنے کا ذہن بنے' یوں مستورات کا کام بغیر کسی شور و ہنگامے کے ہزاروں گھروں میں جاری ہو جائے گا۔ فضائل کی تعلیم گھریلو زندگی کی تبدیلی کا انشاء اللہ سبب بنے گی اس ترتیب سے مسجد کے باہر والے مسجد میں آکر گشتوں کے ذریعہ نمازی بنیں گے اور نمازی داعی بنیں گے اور کام کا تعدیہ ہوگا' ایک مجمع کا مجمع کام والا بہت آسانی سے بنتا جائے گا۔ اس میں لوگوں کے گھریلو اور کاروباری مشاغل کی رعایت ہے تو جماعت بیرون تشکیل کے ساتھ مقامی جماعت بھی بنا کر مندرجہ بالا امور ان کے سپرد کریں یہ ہماری دعوت والی لائن ہوئی یعنی خصوصی گشت عمومی گشت عام بیان اور انفرادی طور پر ریل اور موٹر جو بھی ملے حکمت سے دعوت دے۔

## تعلیم کے آداب

دعوت کے علاوہ جماعت اپنے آپ کو تعلیم میں مشغول کرے جم کر تعلیم ہو' تعلیم کا ایک جز و تو یہ ہے کہ فضائل کی کتابوں کا سننا سنانا ہو' ہماری اس تعلیم میں فضائل کی تعلیم ہوتی ہے اس سے شوق اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا چونکہ مسائل میں اختلاف ہے اس لیے اجتماعی تعلیم میں مسائل کا تذکرہ نہیں ہوتا کیونکہ اگر ہم نے وضو کے چار فرض

بتائے تو یہ صرف حنفیوں کے لیے دعوت ہوگی' شافعی حضرات نہیں جڑیں گے کیونکہ ان کے وہاں چھ فرض ہیں فضائل پر ہم پوری امت کو جوڑ سکتے ہیں' جماعت کی نماز پر ستائیس ۲۷ درجہ کا ثواب ملنا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے' دوسرے یہ کہ اگر سارے ہی حنفی ہوں تو بھی مسائل بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے کیونکہ جماعت میں اکثر عوام ہوتے ہیں غلط مسائل بتانے لگیں گے اس لیے مسائل کو تو علماء کرام کے لیے ہی رکھیں۔ فضائل کے ذریعے دین کا پیاسا بنانا ہے' جب پیاسا بن کر پانی مانگے یعنی مسائل پوچھے تو اسے کہہ دے کہ اپنے اپنے کنویں کا پانی پیو' یعنی حنفی' حنفی علماء سے پوچھے شافعی' شافعی علماء سے پوچھے' اہلحدیث اپنے علماء سے پوچھے۔ یوں سب جڑ کر چل سکتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جماعت والے مسائل سے بے نیاز ہو جائیں' مسائل کا سیکھنا ضروری ہے اس کے بغیر نماز وغیرہ کا عمل نہ ہوگا' فضائل کے معلوم ہوئے بغیر تو ہو سکتا ہے لیکن مسائل کے بغیر عمل نہ ہوگا۔ فضائل تو صرف اعمال کا شوق دلانے کیلئے ہیں اس لیے اجتماعی تعلیم میں صرف فضائل ہونگے اور مسائل ہر آدمی اپنے طور پر انفرادی طور علماء کرام سے پوچھ پوچھ کر ہو' کروڑں مسلمان نماز نہیں پڑھتے اور ہم جزئیات پر جھگڑیں یہ مناسب نہیں کسی بھی طرح مسلمان نماز پر آوے پھر اپنے علماء سے طریقے پوچھے فضائل کی کتابیں جو حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم سے حضرت مولانا الیاسؒ نے لکھائی ہیں جس میں حکایت صحابہ بھی ہے انہیں میں سے تعلیم ہو' بہت سے بھائی یہ پوچھتے ہیں کہ یہ کتابیں تو بیسیوں مرتبہ پڑھ چکے اب آگے کی کتابیں بتاؤ تاکہ علم بڑھے۔ حالانکہ ہماری اس تعلیم کا مقصد قرآن وحدیث کی باتوں سے اثر لینا آجاتا ہے' خوشی کی خبروں سے خوشی کا اثر ہو غمی کی خبروں سے غمی کا اثر ہو جیسے دنیا کی خبروں سے ہوا کرتا ہے یہ قرآن وحدیث سے ہونے لگے' اس لیے اس کیفیت کو پیدا کرنے کے لیے بار بار انہیں احادیث کو عظمت کے ساتھ سنا جائے۔ انسان صرف علم سے عمل پر نہیں پڑتا۔ اگر ایسا ہوتا تو شرابی شراب کو حرام جانتا ہے لیکن بچتا نہیں' اور بے نمازی نماز کے فرض ہونے کا علم رکھتا ہے لیکن پڑھتا نہیں۔ اصل علم کا نور ہے جو آدمی کو عمل پر ڈالتا ہے۔ وہ تو اس وقت ملتا ہے جب آدمی

تعلیم میں عظمت کے ساتھ بیٹھے' کلام اور صاحب کلام کا احترام دل میں لیتے ہوئے بیٹھے اور ظاہر ہیئیت بھی عظمت کی بنائے۔ اگر باوضو ہو کر خوشبو لگا کر بیٹھے تو اور زیادہ اثر ہونے کی امید ہے' دیہاتی ان باتوں کی رعایت سے بعض مرتبہ بیٹھتے ہیں تو ان میں بہت جلد اثر ہو کر عمل پر پڑ جاتے ہیں، ان فضائل کا قلب پر اتنا تاثر ہو کہ عمل کے وقت وہ فضیلت متحضر رہے اس کی ہر شخص کو ضرورت ہے خواہ عالم ہو یا نہ ہو پرانا ہو یا نیا ہو سب اس کے موت تک محتاج ہیں اور یہ سارا معاملہ قرآن اور حدیث کی عظمت کے ساتھ جڑا ہوا ہے اس تعلیم میں اپنی تقریر نہ ہو بلکہ حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم نے جو فائدہ لکھا ہے اسی کو پڑھا جائے ہاں اگر کوئی مشکل ہو تو ترجمہ کر دے اس تعلیم کے موقع پر گشت بھی ہوتا کہ صرف جماعت والوں کی تعلیم ہو کر نہ رہ جائے بلکہ گاؤں والے بھی شریک ہوں۔

## تعلیم کا دوسرا حصہ

اس تعلیم کا دوسرا جز وقرآن کا سننا سنانا ہے کم سے کم سورۂ فاتحہ اور چند سورتیں ایک دوسرے کی سنی جائیں' حلقہ بنا کر سنی جائیں اس کے ذریعے بستی والوں میں صرف احساس پیدا کرانا ہے کیونکہ تھوڑے وقت میں تو وہ اپنی نماز ٹھیک نہیں کر سکتے صرف سیکھنے کا جذبہ پیدا ہو اس کے لیے تشکیل بھی آسان ہوگی' لیکن جو احباب جماعت میں نکلے نہیں ان کو نماز سبقاً سبقاً یاد کرانی چاہئے۔ تاکہ چلہ میں کم سے کم نماز تو ٹھیک ہو جائے' جسے جتنی یاد ہے دوسروں کو یاد کرا دے دین سیکھنے والے کی فضیلت یہ ہے کہ اگر دین سیکھنے کی نیت سے نکلے تو فرشتے پیروں کے نیچے پر بچھاتے ہیں' اور سکھانے والے کی فضیلت یہ ہے کہ زمین و آسمان والے حتیٰ کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں سمندر میں اس کے لئے دعا کرتی ہیں' لیصلون علیٰ معلم الناس الخیر'' تو دونوں اپنے فکر اور شوق سے مشغول ہوں' ان حلقوں میں حسب استعداد غلطی بتائی جائے پورا فن تجوید کھولنے سے عوام قرآن سیکھنے سے مایوس ہو جائیں گے موٹی موٹی ایسی غلطیاں ٹھیک کرائی جائیں جو فوری طور پر ٹھیک ہوں تاکہ اس میں سیکھنے کا شوق ہو' غلطی کا احساس ہو اور

قرآن سیکھنا آسان نظر آئے بعض مرتبہ غلطی بتانے سے کسی کے شرمندہ ہونے کا خطرہ ہو' مثلاً چودھری ہے یا گریجویٹ ہے تو ایسے موقع پر اجتماعی طور پر بتایا جائے یعنی کسی شخص کا نام لے کر نہ بتایا جائے۔ عمومی طور پر اصلاح ہو تا کہ بات بھی پہنچے اور شرمندہ بھی نہ ہو۔ التحیات اور دعائے قنوت اجتماعی تعلیم میں نہ ہو کیونکہ اس میں بھی اختلاف ہے۔ البتہ کلمہ طیبہ' سوۂ فاتحہ اور چند سورتیں ہوں' ہاں اپنی انفرادی تعلیم میں اور چیزیں بھی یاد کریں۔

## چھ نمبروں کا تذکرہ

اس تعلیم میں چھ نمبروں کا مذاکرہ بھی ہو اصل تو یہ چھ نمبر اپنی زندگی میں اتارنے کیلئے ہیں' بیان سیکھنے کے لیے نہیں ہیں' کلمہ کی اتنی دعوت دیں کہ ساری چیزوں کا یقین نکل کر اللہ کی ذات کا یقین دل میں اتر جائے اور سارے طریقوں سے کامیابی کا یقین نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں میں کامیابی کا یقین آ جائے' نماز کو سنوار کر ایسا پڑھے کہ چوبیس گھنٹہ کی زندگی حقیقت صلوٰۃ پر آ جائے اور اعضاء و جوارح امر الٰہی کے پابند بن جائیں تعلیم کے حلقوں میں بیٹھ کر اتنا شوق پیدا ہو کہ ہر کام کرنے سے پہلے یہ تحقیق کر لے کہ اسمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے' اللہ کا ذکر اتنا کرے کہ اللہ کا دھیان دل میں جم جائے جو گناہوں سے روکے اور ہر وقت کے امر پر کھڑا کر دے ان ساری صفات کے پیدا ہونے کے باوجود دوسرے مسلمانوں کو اپنے سے اچھا سمجھنے کی مشق کرے جس سے تواضع پیدا ہو گی' اگر ان اعمال کو کر کے عجب ہوا اپنے کو بڑا سمجھنے کا مرض پیدا ہوا تو کئے کرائے پر پانی پھر جانے کا خطرہ ہے' اس میں کم سے کم درجہ حقوق العباد کی ادائیگی ہے اگر یہ نہ ہو تو نیکیاں ان کے حصے میں چلی جائیں گی' جن کی حق تلفی ہوئی ہے۔ اکرام تو اس سے بھی آگے درجہ ہے ان سارے اعمال کو دنیا کی کسی غرض کے ماتحت نہ کرے بلکہ رضائے الٰہی کا جذبہ ہو آج دین کا کام کر کے آدمی یہ دیکھتا ہے کہ مجھے دنیا کتنی ملی' آخرت کا جذبہ نہ رہا۔ لہٰذا عمل کی طاقت نکل گئی۔ صحابہؓ دین کے لیے اپنی دنیا قربان کرتے تھے تو ان کے دین

میں بڑی طاقت تھی کیونکہ انکے عمل میں اللہ کی نسبت قوی تھی۔ اس لیے جماعت میں جانے والے کو کہا جاتا ہے کہ اپنے گاڑھے پسینہ کی کمائی جیب میں ہو اور آدمی اپنی جان مال کے ساتھ نکلے۔ اور یہ دیکھے کہ دین کیلئے میری دنیا کتنی قربان ہوئی' اس قربانی کے بقدر اخلاص پیدا ہوگا' الغرض دین کو اپنی دنیا بنانے کا ذریعہ نہ بنائے' آخرت بنانے کا ذریعہ بنائے' اللہ اپنے کرم سے دنیا بھی بنا دیتے ہیں' لیکن ہماری نیت یہ نہ ہو اللہ کے وعدوں پر یقین ہو لیکن مقصود اور نیت اللہ کی رضاء ہو' ان ساری باتوں کے علاوہ دعوت دینا مستقل سیکھنے کی چیز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا' حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی آپ کے تابع بن کر آویں گے۔ اس لیے اب یہ دعوت والا کام اس امت کو کرنا ہے چاہے جونسے طبقہ کا امتی ہو' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانے کے سو فیصد امتیوں کو داعی بنایا حتیٰ کہ دیہاتی حضرات اور سختی سے بات کرنے والے بدوی حضرات کو بھی داعی بنایا نبوت کے بعد سب سے پہلا وہ کام جس پر ہر کلمہ گو کو اٹھایا وہ کلمہ کی دعوت ہے پنج وقتہ نماز بھی فرض نہ تھی لیکن کلمہ والی دعوت شروع سے آخر تک چلتی رہی' آج بھی ہر شخص پر محنت کرنی ہے کہ وہ داعی بنے' داعی کی مثال منادی کی ہے اور منادی کے لیے پورا عالم ہونا ضروری نہیں' جتنی بات کی ندا دے رہا ہے اتنی بات معلوم ہونی چاہئے دعوت کی مثال زمین کی سی ہے اور ایمان کی مثال جڑ کی سی ہے اس پر دین کا درخت تیار ہوتا ہے' دعوت دینے سے ایمان قوی ہوتا ہے اس کیلئے مشاغل میں سے ایک مرتبہ چار ماہ فارغ کئے جائیں پھر حسب استطاعت سالانہ چار ماہ چھ ماہ یا چلہ دیتے رہیں' سالانہ ماہانہ ہفتہ واری اور روزانہ کی کوئی ترتیب دین کی محنت کی قائم ہو۔ یہ بہت ہی مختصر سے چھ نمبر ہیں' اس میں ساتھیوں کو کوئی بات سمجھانی ہو تو تعلیم کے موقعہ پر اطمینان سے سمجھائی جاسکتی ہے مثلاً کوئی بے عنوانی ہے کہ اجتماعی طور پر سمجھانے کا اچھا موقع ہے۔

## ذکر

ذکر و دعوت اور تعلیم کے علاوہ ذکر الٰہی میں وقت گذرے ذکر میں سب سے اہم

قرآن پاک کی تلاوت ہے روزانہ کی تلاوت کا اتنا معمول ہو جتنا کہ روزانہ نبھا سکے اور جو بے پڑھے حضرات ہوں وہ روزانہ پندرہ بیس منٹ یا آدھ گھنٹہ قرآن پاک سیکھ لیا کریں' لیکن جتنا قرآن نماز میں پڑھنا ضروری ہے وہ پہلے سیکھ لیں' بعد میں پورا قرآن سیکھنے کی نیت سے روزانہ محنت کریں۔ اس کے علاوہ اذکار مسنونہ ہیں جن میں سوم کلمہ درود شریف اور استغفار دوسو۲۰۰ دوسو۲۰۰ مرتبہ سے کم پڑھیں' اور روزمرہ کی مسنون دعائیں مثلاً کھانے سے پہلے اور بعد اور استنجاء کے بعد اور پہلے سوتے وقت اور جاگ کر مسجد میں داخل ہوتے وقت' مسجد سے نکلتے وقت سواری پر سوار ہوتے وقت جو اذکار مسنون ہیں وہ بھی یاد کر کے عمل میں لانے کی کوشش ہو زندگی بھر کیلئے یہ سنتیں زندگی میں آجائیں' اور گھر پر عورتوں اور بچوں میں بھی زندہ کریں لیکن یہ سنتیں معتبر کتابوں میں دیکھ کر یاد کریں' من گھڑت سنتیں نہ ہوں ان اذکار مسنونہ میں بہت نور ہے اور امت میں اختلاف بھی نہیں ہے' تلاوت اور اذکار مسنون کے علاوہ اگر کوئی صاحب کسی سے بیعت ہوں تو اپنے شیخ کا بتلایا ہوا ذکر بھی پورا کریں' اور اگر کوئی مشائخ کے متوسلین ایک جماعت میں ہوں ہر ایک اپنے شیخ کے بتلائے ہوئے طریقہ پر ذکر کرے' اور کوئی صاحب کسی بزرگ پر تنقید نہ کریں' امت کو مطلقاً اللہ کے ذکر پر ڈالنا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ خلوت اور جلوت میں دعاؤں کا خوب اہتمام ہو یہ کام دعاؤں سے چلے' دن بھر کی تھکا دینے والی محنت ہو اور تنہائیوں میں خوب رو رو کر دعاؤں کا مانگنا ہو پتہ نہیں کس کا رونا اللہ کو پسند آجائے اور ہدایت کے دروازے کھل جائیں۔

## عبادات

دعوت' تعلیم اور ذکر کے ساتھ عبادات بھی ذوق وشوق سے ادا کی جائیں فرض نماز جماعت سے پڑھنے کا اہتمام ہو تکبیر اولیٰ فوت نہ ہونے پائے۔ صف اول کا فکر ہو' خوب جی لگا کر نمازیں پڑھی جائیں فرائض کے علاوہ قضاء نمازیں اور سنتیں نفلیں بھی اہتمام سے پڑھی جائیں' اشراق' چاشت اوابین اور تہجد کے اہتمام کی فکر کی جائے۔

کام کرنے والے خصوصی طور سے تہجد کا خوب اہتمام کریں' تو دن بھر کے کاموں میں قوت رہے گی۔'' رھبان باللیل و فرسان بالنھار '' دن کو دعوت کے لیے اللہ کے بندوں کے سامنے کھڑا ہونا' رات کو دعا کیلئے اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھانا اور دن کو بندوں سے خدا کی قدرت منوانا۔اور رات کو خدا کی رحمت کو بندوں کی طرف متوجہ کرانا۔'' یَـآ اَیُّھَـا الْـمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِر '' کا منظر ہو اور رات کو'' یَـآ اَیُّھَـا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیلَ'' (المزمل ) کا منظر ہو' لیکن نئے آنے والوں پر تہجد وغیرہ کے لئے اتنا زور نہ دیا جائے کہ وہ اکتا جائیں نفل کو نفل کے درجہ میں رکھنا ہے فرض کا درجہ نہیں دینا ہے البتہ شوق اتنا دلایا جائے کہ آدمی خود کہے کہ مجھے جگا دو' پھر نئے آدمی کو جگانے میں حرج نہیں۔

## خدمت

دعوت' تعلیم ذکر وعبادت کے ساتھ ساتھ ساتھیوں کی خدمت بھی ہو' احباب جتنی خدمت گذاری کریں گے اتنا ہی جوڑ ہوگا' ہر ساتھی خدمت کرنے والا ہو خدمت چاہنے والا کوئی نہ ہو تو اس سے جماعت میں جوڑ ہو جائے گا' اور اگر سارے خدمت چاہنے والے ہوں خدمت کرنے والا کوئی نہ ہو تو اس سے جماعت میں آپس میں لڑائی ہوگی' تکلیف کے موقع پر اپنے آپ کو آگے کرے اور راحت کے موقع پر دوسروں کو آگے کرے وہ جماعت بہت مبارک ہے جو آپس میں محبت کے ساتھ اپنا وقت پورا کرے' مختلف علاقوں اور مزاجوں کے احباب ایک جماعت میں ہوتے ہیں ان میں آپس میں کشیدگی نہ ہو بلکہ محبت سے وقت گذرے۔اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ سب سے چھوٹا بن کر رہے تو جوڑ پیدا ہوگا' اور اگر بڑا بن کر ہر آدمی رہے تو توڑ ہوگا' تواضع سے جوڑ ہوتا ہے اور تکبر سے توڑ ہوتا ہے' یہ چند کام تو کرنے کے ہیں۔

## ان کاموں سے بچنا ہے

اور کچھ کام ایسے ہیں جن سے بالکلیہ بچنا چاہئے' اس میں ایک تو اشراف سے

دوسرے سوال سے بچنا چاہئے۔ کسی انسان کے کھانے یا پیسے یا چیزوں کی طرف اگر خیال آ جائے اور اندر ہی اندر کھچڑی پکے تو یہ اشراف ہے' اور اگر زبان سے مانگ لیا تو یہ سوال ہے' داعی سائل نہیں ہوا کرتا "مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلاَّ عَلَی اللّٰهِ" اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مانگے' انسانوں سے نہ مانگے اس سے قوت دعاء بڑھے گی' اسی طرح فضول خرچی سے بچے' سیدھا سادھا کھانا بستر کپڑا ہو' یہی سادگی پھر گھر میں داخل ہوگی' یہ سادگی بذاتِ خود مطلوب ہے' اس کی برکت سے اقتصادی پریشانیاں بھی دور ہونگی اسکے علاوہ کسی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کرے' اگر اجازت بھی دے تو سنجیدگی کے ساتھ استعمال کرے بے محل استعمال نہ کرے اور اس کی ضرورت کے وقت پر استعمال نہ کرے ان چند باتوں سے بالکلیہ بچنا ہے' یہ ساری ظاہری تدابیر ہیں' اصل کرنے والے اللہ ہیں' خوب محنت کر کے پھر اللہ کے سامنے رو کے اپنی گندگیوں کا' قصوروں کا اعتراف کرتے ہوئے۔ شیطان اول تو محنت سے روکے گا یہ غرور ہے اور اگر محنت کی تو پھر عجب پیدا کرائے گا۔ آدمی محنت خوب کرے پھر خدا کے سامنے روتا رہے تو انشاء اللہ اس کے ہاتھوں اللہ کا دین پھیلنے کی امید ہے' ہر جماعت اپنا وقت پورا کیے بغیر نہ لوٹے جتنا وقت لکھوایا ہے اس سے جھکتا تو لے یعنی دو چار روز زیادہ دے' لکھائے ہوئے سے کم نہ کرے۔

## سب ساتھی داعی بنیں

ایک بات یہ بھی ذہن میں رہے کہ ساتھ چلنے والے داعی بنیں' اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے گشت تعلیم بیان وغیرہ سارے کام کرائے جائیں اور کبھی کبھی نئی جماعت دے کر تین دن کے لیے اپنے سے الگ کیا جائے۔ جماعت کا بوجھ سر پر پڑے گا تو دعوت کا کام کھلے گا۔ تین دن کے بعد جب واپس آ دیں تو پوری کارگزاری سنی جائے' اب یہ صاحب ساتھ رہیں گے تو ہر چیز فکر سے سیکھیں گے' ہر جماعت یہ دیکھے کہ اس میں جماعتوں کے چلانے والے کتنے ہیں؟ اور ہر ساتھی کا وقت کیسا گذرا؟ اور جس علاقہ میں گئے وہاں سے کتنی جماعتیں نکلیں اور کتنی جگہ مقامی کام

چالو ہوا' اور خود اپنا وقت کیسے گذرا؟ ہر جماعت اس طور خود ہی اپنا محاسبہ کرے۔

## ہجرت اور نصرت

ہماری اس دعوت کے دو پہلو ہیں ایک ہجرت' دوسرے نصرت' ہجرت تو یہ ہے اپنے مرغوبات کو قربان کر کے خدا کے راستے میں نکلنا' اور نصرت یہ ہے کہ اپنی بستی میں کوئی جماعت آوے تو ہم ان کا پورا ساتھ دیں' اور ان کے کام میں ہاتھ بٹائیں' گاؤں سے جماعت نکلوانے میں ان کے معاون بنیں' صرف کھلانے پلانے کی نصرت نہ ہو' بلکہ کام میں ہاتھ بٹانے کی نصرت ہو' اس سے انشاء اللہ دین پھیلے گا' مکہ مکرمہ کے مہاجرین کی حبشہ والوں نے بھی نصرت کی' لیکن صرف ٹھکانہ دیا' اکرام کیا' لیکن مہاجرین کے کام کو نہ اوڑھا' تو حبشہ سے دین نہیں پھیلا' اور مدینہ منورہ والوں نے ایسی نصرت کی ٹھکانہ دینے اور سہولتیں بہم پہنچانے کے علاوہ کام میں شریک ہوئے بلکہ دینی محنت کو اوڑھا تو مدینہ منورہ سے دین پھیلا' نصرت کی دوسری نوعیت یہ ہے کہ اپنی بستی میں سے جو آدمی خدا کے راستے میں جائے اس کے کاموں کی خیر وخبر باقی احباب لیں۔ مثلاً اس کی وجہ سے گشت تعلیم چالو تھی اس کے جانے کے بعد باقی ماندہ لوگ اوڑھیں یا وہ مکتب پڑھاتا تھا تو اب گاؤں والے باری باری اس کا کام کریں تاکہ بچوں کی تعلیم میں حرج نہ ہو اس کے گھر والوں کی دلجوئی' ہمت افزائی اپنی مستورات کے ذریعہ کرائی جائے۔ گھر والی بیمار ہو تو اپنی اہلیہ کے ذریعہ دوا کی ترتیب بنائی جائے' سودا سلف کوئی لانے والا نہ ہو تو سودا لا دیں' الغرض اس کے بال بچوں کو اپنے بڑے کی غیر حاضری محسوس نہ ہو "**من خلف الغازی کمن غزا**" اگر باہر نہ نکلے تو کم سے کم باہر نکلنے والوں کی دلجمعی کا سبب بنے' لیکن اس پر اکتفا نہ کرے یہ تو جب ہے جب ہجرت نہ کرے تو نصرت کرے ورنہ اصل ہجرت ہے' ہجرت نہ تو پھر نصرت ہے "**لولا الهجرت لكنت امرا من الانصار**" اس کے واپس آنے کے بعد اگر گھریلو اور کاروباری حالات پریشان کن ہوں تو اسے طعنہ نہ مارا جائے' بلکہ تسلی دی جائے "**وتواصوا بالصبر**" کا منظر قائم ہوتا کہ

وہ آئندہ ہمت سے دین کا کام کر سکے۔ یہ ہدایات آجکل بھی بہت اہتمام سے بڑی تفصیل سے دی جاتی ہیں اور سمجھائی جاتی ہیں' یہ خیال کہ صرف جماعتوں کا نکال دینا مقصد ہے یہ غلط ہے۔

## اشکال نمبر ۱۷: مسائل کی بجائے فضائل کی کتابوں پر زور کیوں؟

ایک اعتراض یہ بھی اکثر کانوں میں پڑا کہ تبلیغ والے فضائل کی کتابوں پر زور دیتے ہیں' مسائل کی کتابوں پر نہیں اس اعتراض سے بھی بڑی حیرت ہے کہ جب کسی عالم کی زبان سے سنتا ہوں' واقعہ صحیح ہے اور ایسا ہی ہے کہ تبلیغی نصاب میں فضائل کی کتابوں کو زیادہ اہمیت ہے۔ جس کی وجہ خود حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں مسطور ہے وہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ''فضائل کا درجہ مسائل سے پہلے ہے' فضائل سے اعمال کے اجر پر یقین ہوتا ہے جو ایمان کا مقام ہے اور اسی سے آدمی عمل کے لیے آمادہ ہوتا ہے' مسائل معلوم کرنیکی ضرورت کا احساس تو تب ہی ہوگا جب وہ عمل پر تیار ہوگا' اس لیے ہمارے نزدیک فضائل کی اہمیت زیادہ ہے''

(ملوظات حضرت دہلویؒ)

اور بھی متعدد ملفوظات حضرت دہلوی اور مولانا محمد یوسف صاحب کے اس مضمون کے ہیں' جو ان کے ملفوظات اور سوانح سے معلوم ہو سکتے ہیں' ہدایات بالا میں اس کی مکمل وجہ لکھی جا چکی ہے کہ فضائل میں اختلاف نہیں مسائل میں اختلاف ہے۔ اور ان حضرات کا یہ فعل اللہ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عین سنت ہے' بخاری شریف میں حضرت عائشہؓ سے نقل ہے کہ قرآن پاک میں جو ابتداء میں نازل ہوا وہ آخر قرآن میں مفصل ہوا اس میں جنت دوزخ کا ذکر تھا' یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہو گئے تو اسکے بعد حلال و حرام کے احکام اترے اگر شروع ہی میں یہ احکام اتر جاتے کہ شراب مت پیو تو لوگ کہنے لگتے کہ اس کو تو ہم نہیں چھوڑ سکتے' اور اگر نازل ہوتا کہ زنا چھوڑ دو تو وہ کہتے کہ ہم سے تو کبھی بھی نہیں چھوٹے گا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں جبکہ میں کمسن لڑکی تھی (سورۃ

قمر کی آیۃ) "بَلِ السّاعۃ موعدھم والساعۃ ادھیٰ وامرّ" بلکہ قیامت ہے ان کے وعدے کا وقت اور وہ گھڑی بڑی آفت ہے اور بہت کڑوی (ترجمہ حضرت شیخ الہند) اور سورۂ بقرہ اور نساء (جن میں احکام کی آیتیں ہیں وہ اس وقت نازل ہوئیں جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئی تھی (یعنی مدینہ منورہ میں) حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد ہے۔ پہلے مجھ کو شبہ تھا کہ علماء وعظ میں احکام کیوں نہیں بیان کرتے' صرف ترغیب وترہیب پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اور جو علماء محض واعظ ہیں صرف ان پر یہ سوال نہیں تھا بلکہ حقیقت میں جو علماء ہیں ان کے متعلق یہ شبہ تھا اور اپنے بزرگوں پر بھی یہی شبہ تھا' لیکن پھر خود تجربہ سے معلوم ہوا کہ وعظ میں مسائل بیان کرنا ٹھیک نہیں خصوصاً اس زمانہ میں جب کہ بدفہمی کا بازار گرم ہے۔ صرف ترغیب دینا ہی مناسب ہے ترغیب ہی دینا چاہئے۔ یہ تجربہ مجھ کو لکھنو کے ایک وعظ سے ہوا' میں نے چند مسئلے ربوا کے متعلق ایک دم بیان کردیے سامعین میں بعض مسائل میں اختلاف ہوگیا' میرے پاس مکرر تحقیق کے لیے آئے۔ معلوم ہوا کہ قلت فہم یا سوء حفظ سے کسی مقدمہ کا مقدم دوسرے کی تالی سے جوڑ دیا اور بالعکس اس لیے گڑبڑ ہوگئی اور جب خود واقعہ پیش آوے گا تو اس کے پوچھنے پر صرف واقعہ نظر میں ہوگا' اس میں غلط نہیں ہوسکتا۔ (افاضات یومیہ)

ایک دوسرے ملفوظ میں اسی واقعہ کو دوسرے عنوان سے تعبیر فرما کر آخر میں فرمایا ہے کہ اسی مصلحت کی بناء پر علماء صرف مضامین ترغیب وترہیب ہی کے وعظ میں بیان فرماتے ہیں۔ (حسن العزیز)

ایک جگہ ارشاد ہے کہ میرے مواعظ میں امید کے مضامین بہت ہوتے ہیں' ترہیب بہت کم ہوتی ہے' میری زیادہ غرض یہ ہوتی ہے کہ لگاؤ اور محبت حق تعالیٰ سے پیدا ہوجائے گو خیال ہوتا ہے کہ جرأت معصیت پر نہ ہوجائے' لیکن لگاؤ اور محبت اگر پیدا ہوجائے ...... تو معصیت ہو ہی نہیں سکتی' یہ حضرت حاجی صاحب کا طریق ہے وہاں بس تسلی تھی کسی حال میں مایوس نہ ہونے دیتے تھے' یوں فرماتے تھے کہ ہم لوگ عبد احسانی ہیں احسان اور لطف کے بندے ہیں

جب تک آرام و آسائش میں ہیں تب تک تو عقائد بھی درست ہیں اور تھوڑا بہت نماز روزہ بھی ہے اور جہاں کوئی مصیبت پڑی بس سب رخصت۔ (حسن العزیز)

## حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

جناب الحاج مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے اس اعتراض کا جواب اپنے وعظ میں بہت تفصیل سے دیا ہے' فرمایا کہ یہ لوگ ایک اعتراض یہ کیا کرتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے صرف فضائل بیان کرتے ہیں مسائل نہیں بیان کرتے اور دین درست ہوتا ہے مسائل سے فضائل سننے کے بعد دل میں امنگ تو پیدا ہو جاتی ہے مگر جب آگے مسئلہ معلوم نہ ہوگا تو ممکن ہے کہ لوگ امنگ اور جذبات کی رو میں بہہ کر من گھڑت عمل شروع کر دیں اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ بدعت میں مبتلا ہونگے' لوگوں کا یہ کہنا کہ اس طرز عمل سے لوگ بدعت کے اندر مبتلا ہوتے چلے جائیں گے اولاً تو محض احتمال اور امکان کی بات ہے' دیکھنا یہ ہے کہ واقعہ کیا ہے' چالیس برس کے اندر کتنے لوگ بدعت میں مبتلا ہوئے؟ رہا مسائل کا نہ چھیڑنا اس کا اگر یہ جواب دیا جائے کہ ہم پہلے فضائل بیان کر کے جذبہ پیدا کرنا چاہتے ہیں بعد میں مسائل چلائیں گے تو بھی غلط ہے کیونکہ چالیس سال سے تبلیغ چل رہی ہے کیا آج تک جذبہ ہی پیدا نہیں ہوا' اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ تبلیغ والے فضائل ہی تو بیان کرتے ہیں مسائل سے انکار تو نہیں کرتے' کیا وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسئلہ کسی سے نہ پوچھو' ہرگز وہ ایسا نہیں کہتے' دوسرے یہ کہ کام کرنے کے مختلف میدان اور مختلف لائنیں ہوتی ہیں کوئی درس و تدریس کی لائنیں اختیار کرتا ہے کوئی وعظ و تبلیغ کی تو کوئی سیاست و حکمت کی ان حضرات نے بھی ایک لائن اختیار کر لی ہے فضائل بیان کرتے ہیں لوگوں کے اندر دینی جذبہ پیدا کرتے ہیں اب ساری لائن وہی اختیار کر لیں یہ نہ تو ضروری ہے اور نہ ہی ممکن۔

جب آپ کسی کام کو شروع کرتے ہیں تو آپ کام کرنے سے پہلے کچھ مقاصد

اور اصول مقرر کرتے ہیں اور اپنی لائن متعین کرتے ہیں اس میں آپ سب چیزوں کو داخل نہیں کرتے تو پھر آپ اس میں سب چیزوں کو کیوں شامل کرنا چاہتے ہو؟ بہر حال جب کوئی اعتراض کرے تو اس سے سن لینا چاہیۓ اور اپنا کام کرتے رہنا چاہیۓ، عمل ہی سب اعتراضات کا جواب ہے۔ بس تبلیغ والوں کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے اندر دین کا جذبہ اور دینی امنگ پیدا کردی جاۓ اب اس امنگ سے آدمی دین کی جس لائن میں بھی کام لینا چاہے لے سکتا ہے تیز دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ جب کسی چیز کی امنگ پیدا ہو جاتی ہے تو آدمی خود ہی اس امنگ کو صحیح طریقہ سے پورا کرنے کی جدوجہد اور سعی کرتا ہے۔

## علماء سے ملیں اور مسائل معلوم کریں

اگر آپ کے اندر صحیح امنگ پیدا ہوگئی ہے اور آپ کو مسائل کی طلب ہے تو علماء سے ملئے مدرسہ میں جایئے اور مسائل معلوم کیجئے باقی کام میں نہ لگنا اور اعتراضات کا کرنا یہ حیلہ حوالہ کرنے والوں کا کام ہے جیسا کہ میں نے ابھی کہا کہ ہر جماعت کا ایک نصب العین اور طریقہ کار ہوتا ہے، آپ کا اس پر دوسری چیزوں کا لادنا کہ فلاں چیز کو بھی اس میں شامل کرلیجئے کسی طرح مناسب نہ ہوگا جب اس جماعت نے اپنا ایک موضع متعین کرلیا تو آپ کو چاہیۓ کہ آپ اس پر کار بند رہنے دیں، بہر حال تبلیغ سے نفع اظہر من الشمس ہے کہ لاکھوں انسانوں کے دلوں میں دین کی امنگ اور طلب پیدا ہوئی اور اسی امنگ اور طلب کی وجہ سے کتنی بدعات ختم ہوئیں ورنہ لاکھوں آدمیوں کا محض اللہ اور اللہ کے دین کی خاطر اپنا پیسہ خرچ کر کے سفر کرنا اپنا کھانا اپنا پینا، پہلے یہ جذبہ کہاں تھا۔ تو اس سے جو نفع پہنچا اس کو تو آپ بیان نہ کریں اور جوان کا منصوبہ نہیں اس کو آپ اعتراض کی بنیاد بنائیں یہ تو کوئی مناسب بات نہ ہوگی، بہر حال اصلاح نفس کے چار جزو اور چار طریقے ہیں اور تبلیغ کے اندر حسن اتفاق چاروں طریقے جمع ہوگئے ہیں، صحبت صالح بھی ہے، ذکر وفکر بھی ہے، مواخاۃ فی اللہ بھی ہے اور محاسبہ نفس بھی ہے، اور انہیں چاروں مجموعوں کا نام تبلیغی

جماعت ہے، عام لوگوں کے لئے اصلاح نفس کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ نہیں ہوسکتا اس طریقہ کار سے دین عام ہوتا جارہا ہے، اور ہر ملک کے اندر یہ صدا پہنچتی چلی جارہی ہے اس طریقہ کار سے دین عام ہوتا جارہا ہے، لوگ تیزی سے اعمال کی جانب بڑھ رہے ہیں اور اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے سانچے میں ڈھالنے کی پوری کوشش کررہے ہیں کم از کم ان تجربات کو سامنے رکھ کر اعتراض کرنے والوں کو ٹھنڈے دل سے سوچنا اور غور کرنا چاہئے، اس لیے اس میں خود چل کر اس کام کے فائدہ کو دیکھنا چاہئے آپ خود داخل ہو کر اس بات کا فائدہ محسوس کریں گے کہ اس کام سے آپ کو کیا فائدہ پہنچا۔

آپ اسے تجربات کی روشنی میں معلوم کرلیجئے جو شخص بھی حسن نیت سے اس کام میں آئے گا اس کا اثر اسے ضرور ہوگا، اس کام میں دعوت بھی ہے اور دعوت ہے لا الہ الا اللہ کی، نماز کی محنت بھی ہے ساتھیوں کے ساتھ تعلق بھی ہے ذکر بھی ہے محاسبہ بھی ہے اور بھی بہت سی چیزیں ہیں یہی وجہ ہے کہ اس محنت سے بہت سی خیر اور بھلائی انسان میں آرہی ہے، کتنے برے تھے جماعت کی وجہ سے اچھے بن گئے، یہاں تک دیکھا گیا ہے کہ برے عقیدہ والے صالح عقیدہ والے بن گئے ہیں۔ اور پھر اعتراضات تو وہ قابل قبول ہیں جو کام میں گھس کر کیے جاویں اور جو باہر بیٹھ کر اعتراضات کرے وہ قابل قبول نہیں ہوا کرتے۔ اگر اندر گھس کر کوئی اعتراض کرے تب تو ٹھیک ہے لیکن اندر گھسنے والا کوئی اعتراض کرتا نہیں کیونکہ داخل ہونے کے بعد اسے اس کام کا فائدہ معلوم ہوجاتا ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ یہ سب باہر کے اعتراضات ہیں جو قابل قبول نہیں، یوں تو اعتراضات سے مدرسہ والے بھی خالی نہیں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اعتراض سے خالی نہیں۔ (کیا تبلیغی کام ضروری ہے)

## اشکال نمبر ۱۸: موجودہ تبلیغ مولانا محمد الیاسؒ کے طرز پر نہیں

اعتراض موجودہ تبلیغ مولانا محمد الیاسؒ کے طرز پر نہیں ہے۔ اور جواب ایک

احمقانہ جاہلانہ اعتراض بھی کانوں میں پڑا کہ تبلیغ اپنی افادیت' ہدایت اور اصلاح کے درمیان یقیناً ایسی ہی تھی جیسا کہ لوگ بتاتے ہیں' لیکن اب موجودہ تبلیغ چونکہ حضرت دہلوی کی طرز پر نہیں رہی اس لیے اب یہ ضلالت وگمراہی ہے میں ان لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا موجودہ دارالعلوم دیوبند اسی طرز پر باقی ہے جو حضرت نانوتوی قدس سرہٗ اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے دور میں تھا؟ کیا مظاہر العلوم سہارنپور اب اسی طریقہ' اور اصول پر ہے جو حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت شیخ الہند اور مولانا کفایت اللہ صاحب کے دور میں تھا؟ کیا موجودہ جمیعۃ علماء ہند وہی جمیعۃ ہے جو حضرت حاجی صاحب اور حضرت گنگوہی کے زمانہ میں تھیں اور اگر وہ نہیں ہیں تو کیا ساری گمراہی وضلالت ہے؟ تو کیا یہ سارے ہی ادارے اور ان جیسے سارے ہی ادارے اب ضلالت وگمراہی بن گئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ میرا زمانہ سب سے بہتر زمانہ ہے پھر اس کے بعد کا زمانہ' پھر اس کے بعد زمانہ' اس لیے خیر القرون سے جتنا بھی بعد ہوتا جائے گا' ظاہر ہے کہ وہ صلاح وفلاح خیر وبرکات ہرگز نہیں رہ سکتی جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تھی' تو کیا اب اسلام کو ضلالت وگمراہی کہا جائیگا؟

مشکوٰۃ شریف میں بخاری شریف کی روایت سے نقل کیا ہے' حضرت زبیر بن عدی رضی اللہ عنہٗ کہتے ہیں کہ ہم لوگ انس بن مالک رضی اللہ عنہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حجاج ظالم کے مظالم کی شکایت کی تو انہوں نے صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ کوئی زمانہ تم پر ایسا نہیں آئے گا کہ اس کے بعد والا اس سے زیادہ برا نہ ہو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے حضرت زہری کہتے ہیں کہ میں حضرت انسؓ کی خدمت میں دمشق میں حاضر ہوا تو وہ رو رہے تھے اور فرمارہے تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں رہی جو تم لوگوں نے بدل نہ دی ہو' ایک نماز رہ گئی تھی اسے بھی ضائع کردیا (یہ دو حدیثوں کا مشترک مضمون ہے)بخاری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تم لوگ ایسے زمانہ میں ہو کہ اگر مامور بہ کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دو تو ہلاک ہو جاؤ' لیکن عنقریب ایک زمانہ آنے والا ہے کہ اگر وہ لوگ مامور

بہ کا دسویں حصہ پر بھی عمل کریں گے تو نجات پالیں گے۔ (مشکوٰۃ)

مشکوٰۃ میں بروایت ترمذی حضرت انسؓ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ پاک تشریف آوری ہوئی مدینہ پاک کی ہر چیز روشن ہوگئی اور جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ہر چیز بے نور ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بعد ہم ہاتھ مٹی سے جھاڑنے بھی نہ پائے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تغیر پایا' اس لیے اکابر کے دور کی برکات اور ان کے انوار بعد میں ڈھونڈنا یا بعد والوں کو ان کے معیار پر جانچنا نادانی کے سوا کیا ہوسکتا ہے میں تو پچاس سال سے دیکھ رہا ہوں کہ اکابر میں سے جو بھی گیا اپنی جگہ بالکل خالی چھوڑ گیا وہ برکات انوار خیرات جو ان اکابر کے دور میں تھیں بعد میں نہ مل سکیں۔

## مفتی محمودؒ کا جواب

مفتی صاحب نے اسی نوع کے ایک اعتراض پر اپنے ایک نجی خط میں جو چشمۂ آفتاب میں چھپ بھی گیا ہے بڑی شدت سے نکیر کی ہے۔ اس کے آخر میں لکھا ہے کہ تبلیغی کام کسی خاص طبقہ کی اصلاح کا ذریعہ نہیں بلکہ تمام دین کے احیاء اور تمام مسلمانوں کی اصلاح اور پختگی کا ذریعہ ہے اور دائرہ اسلام کی بیش از بیش وسعت کا ذریعہ ہے' اور دیگر اقوام کے مطالعہ کا ذریعہ ہے کہ جو غلط چیزیں غلط ماحول اور جہالت کی وجہ سے لوگوں میں پھیل گئی ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں' چونکہ یہ کام بہت عمومی حیثیت رکھتا ہے ہر قسم کے آدمی اس میں آتے ہیں اور کام کرتے ہیں اور ایک کی اصلاح اس کے حوصلہ کے موافق ہوتی ہے۔ اس لیے بے علم اور باعلم ذہین اور نجی نئے اور پرانے' تجربہ کار اور بے تجربہ' متقی اور غیر متقی' ذاکر اور غافل' نستعلیق اور شکستہ' شہری اور دیہاتی' شستہ زبان اور اکھڑ' سب کو تنقید کرتے وقت ایک معیار پر جانچنا اور ایک وزن سے تولنا صحیح نہیں بلکہ اصولاً غلط ہے۔ کسی سے اگر کوتاہی ہو جائے تو اس کو اصول قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ اصلاح کی طرف متوجہ کیا جائے گا آپ کی اس تحریر سے انشاء اللہ کام کرنے والوں کے بددل ہوجانے کا تو اندیشہ نہیں کیوں کہ ان میں جو اہل علم ہیں وہ دلائل حقہ کی روشنی میں اعلیٰ وجہ البصیرت

کام کر رہے ہیں، آپ کی مجمل تحریر سے ان کے دلائل میں اضمحلال پیدا نہیں ہوگا اور جو بے علم ہیں وہ اپنی عملی اور اخلاقی حالت کو بہتر سے بہتر ترقی پر دیکھتے ہیں اور ان کے ایمان میں قوت پیدا ہوتی ہے جس سے یقین میں پختگی آتی ہے اور اللہ پاک کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی ہیں، بے علم ہونے کے باوجود ان کو یہ چیزیں روزانہ زیادہ سے زیادہ اس کام پر مستعد کرتی ہیں۔ (چشمۂ آفتاب)

## حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا قول

حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے ایک ملفوظ میں فرمایا کہ ''میں سچ عرض کرتا ہوں کہ ہم اپنی وضع پر نہیں رہے۔ ہم اپنے بزرگان سلف کی سوانح دیکھتے ہیں کہ ان کا برتاؤ دیکھ دیکھ کر لوگ مسلمان ہوتے ہیں'' (ملفوظات یومیہ) کیا خدانخواستہ نعوذ باللہ خانقاہ اشرفیہ حضرت تھانویؒ کے دور میں ضلالت و گمراہی بن گئی تھی؟ جب کہ وہ اپنے اکابر اور اسلاف کا طرز مدارس کے معاملہ میں اور اوقات کے سلسلہ میں کئی واقعات لکھ چکا ہے، جن پر عمل تو درکنار موجودہ اہل مدارس کے حلق کے تلے بھی نہیں اترتے۔ تو کیا ان سب مدارس کو گمراہی کہہ دیا جائے گا؟ جن کا وجود موافق و مخالف سب کے نزدیک نہایت ضروری ہے۔ ان سب کے باوجود مجھے نہ تبلیغ والوں کو معصوم بتانا ہے نہ ان کی بے جا حمایت کرنی ہے۔ نہ ان کی غلطیوں سے انکار ہے، پہلے مختلف نمبروں میں یہ مضامین کثرت سے گزر چکے ہیں کہ غلطیوں سے کونسا گروہ اور کونسا ادارہ خالی ہے۔ میرا مقصد ان سارے مضامین سے یہ ہے کہ اعتراضات سے اگر واقعی اصلاح مقصود ہے اور محض تخریب مقصود نہیں ہے تو پھر اعتراضات اصلاح کے طریقہ سے ہونا چاہئیں جن کی تفاصیل اوپر گذر چکی ہیں، حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے ایک ملفوظ میں ارشاد فرمایا ہے کہ مدرسہ کی مخالفت کرنے والے تو خود اعتراض میں مبتلا ہیں الا ماشاء اللہ، شکایات تو خود مجھ کو بھی کارکنان مدرسہ سے ہیں مگر شکایات کا یہ طریقہ نہیں جو ان مخالف لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے، کہ انہوں نے مدرسہ ہی کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دینے کا انتظام کر دیا، مجھ کو مدرسہ والوں کے ساتھ تو صرف طریقہ کار سے اختلاف ہے اور مخالفین کے ساتھ ان باتوں سے اختلاف ہے جو بدون

تحقیق کارکنان مدرسہ کے سر تھوپی گئیں۔ آخر دین بھی کوئی چیز ہے دشمنی میں بھی حدود سے تجاوز نہ ہونا چاہیے۔

دوسرے یہ کہ اگر ان کو دشمنی بھی ہے تو کارکنان مدرسہ سے نہ کہ مدرسہ سے، تو ایسی حرکت کرنا یا وہ طریقہ اختیار کرنا جس سے مدرسہ کو نقصان پہنچے یہ کس درجہ تک عقل کی بات ہے اور خاص اغراض پورا کرنے کی وجہ سے چالاکیاں اور پالیسی اختیار کرنا کون سی کمال کی بات ہے۔ ایسی پالیسی تو ہم بھی جانتے ہیں مگر استعمال سے نفرت ہے (افاضات یومیہ) جہاں تک مبلغین پر تنبیہات کا تعلق ہے اور ان کی فہمائش اور اصلاح کا تعلق ہے میں پہلے لکھوا چکا ہوں کہ نظام الدین سے جماعتوں کی روانگی کے وقت دو گھنٹے تک ہدایات سمجھی جاتی ہیں اور اس تبلیغ کی موجودہ تحریک کے سلسلہ میں اب سے بیالیس سال پہلے حضرت دہلویؒ کے ارشاد پر اس ناکارہ نے رسالہ فضائل تبلیغ لکھا تھا جو کئی بار طبع بھی ہو چکا ہے۔ اس کے درمیان کئی فصلیں مبلغین کی تنبیہات اور ان کے کاموں کی اصلاح کے بارے میں شائع ہو چکی ہیں نیز اپنے رسالہ الاعتدال میں ۵۷ھ میں لکھا گیا تھا معترضین کے متعلق بھی کچھ تفصیل لکھوا چکا ہوں، جس کا یہاں اعادہ موجب طوالت ہے۔ یہ بھی میں پہلے لکھوا چکا ہوں کہ جو جماعتیں مرکز میں واپس جاتی ہیں ان سے بہت اہتمام سے اب بھی کارگزاری سنی جاتی ہے اور اس میں قابل اصلاح چیزوں پر نکیر اور تنبیہ کی جاتی ہے۔ جماعتوں کے سہارنپور آنے کے زمانے میں کسی کارکن سے کوئی لغزش میرے کان میں پڑتی ہے یا مبلغین کی تقریروں میں سے کسی کی تقریر میں کوئی بے اعتدالی کان میں پڑتی ہے تو میں اس جماعت کی تحقیق اس مقرر کا نام اور تقریر کا قابل گرفت حصہ نقل کر کے مرکز بھیجتا ہوں کہ وہ اس جماعت سے واپسی پر میرے خط کے حوالہ سے اس کی گرفت بھی کرتے ہیں اور یہ ناکارہ خود بھی ان مقرر صاحب یا کارکن کو تنہائی میں بلا کر اس پر نکیر کرتا ہے، مضمون بے ارادہ طویل ہو گیا بہت ہی مختصر اجمالی طور پر چند امور لکھوانے کا خیال تھا مگر بات میں بات یاد آتی گئی، آخر میں حضرت دہلویؒ کے چند ملفوظات پر جو کام سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

## ملفوظات حضرت دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

**ملفوظ نمبر ۱** :۔ ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلا اور اہم تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی کا احتساب کرے، اپنے فرائض اور اپنی کوتاہیوں کو سمجھے اور ان کی ادائیگی کا فکر کرنے لگے لیکن اگر اس کے بجائے وہ اپنے علم سے دوسروں ہی کے اعمال کا احتساب اور ان کی کوتاہیوں کے شمار کا کام لیتا ہے تو پھر یہ علمی کبر وغرور ہے جو اہل علم کے لیے بڑا مہلک ہے۔ ؎ ''کار خود کن کار بیگانہ مکن''

**ملفوظ نمبر ۲**: ارشاد فرمایا کہ ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع ماجاء بہ النبی ﷺ سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے میرا اصل مقصد، رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ اس مقصد کے لیے ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ ونماز کی تلقین وتعلیم گویا پورے نصاب کی ا۔ب۔ت ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورا کام نہیں کر سکتے ان سے تو بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جدوجہد سے ایک حرکت و بیداری پیدا کر دیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں (علماء وصلحاء) کو بے چارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں۔ ہر جگہ پر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کر سکیں گے اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی ہی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہوگا، البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جو ایک عرصہ سے افادہ واستفادہ اور تعلیم وتعلم کے اس طریقہ پر عامل ہیں اور اس پر بڑی حد تک قابو پا چکے ہیں۔

**ملفوظ نمبر ۳**:۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب سابق شیخ الاسلام پاکستان تقسیم سے پہلے حضرت دہلوی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھتے ہی فرمایا ؎

بلبہم رسید جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازاں کہ من نہ مانم بچہ کار خواہی آمد

مجھ (مولانا ظفر احمد صاحب) پر اتنا اثر ہوا کہ آبدیدہ ہو گیا۔ پھر فرمایا کہ وعدہ بھی یاد ہے؟ میں نے (مولانا ظفر احمد صاحب) وعدہ کیا تھا کہ کچھ دن تبلیغ میں دوں گا، عرض کیا یاد ہے،

مگر اس وقت تو دہلی میں گرمی بہت ہے رمضان میں تعطیل ہوگی تو بعد رمضان کے وقت دوں گا۔ فرمایا کہ تم رمضان کی باتیں کرتے ہو یہاں شعبان کی بھی امید نہیں۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا اب میں ٹھہر گیا آپ دل برا نہ کریں۔ میں ابھی تبلیغ میں وقت دوں گا۔ یہ سن کر چہرہ خوشی سے چمک اٹھا، میرے گلے میں بانہیں ڈال دیں اور پیشانی پر بوسہ دیا اور دیر تک سینہ سے لپٹائے رکھا، اور بہت دعائیں دیں، پھر فرمایا تم نے میری طرف رخ تو کیا ہے، بہت سے علماء تو دور ہی دور سے میرے مقصد کو سمجھنا چاہتے ہیں، پھر ایک بڑے عالم کا نام لیا کہ وہ تبلیغ میں آجکل بہت حصہ لے رہے ہیں مگر مجھ سے پوچھو تو اب تک بھی وہ میرے منشاء کو نہیں سمجھے کیوں کہ مجھ سے آج تک بلاواسطہ گفتگو نہیں کی اب میں وسائط سے اپنے منشاء کو کیوں کر سمجھا دوں؟ خصوصاً جب کہ وسائط بھی ناقص ہوں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تم کچھ دن میرے پاس رہو تو میری منشاء کو سمجھو گے۔ دور رہ کر نہیں سمجھ سکتے، یہ میں جانتا ہوں کہ تم تبلیغ میں حصہ لیتے ہو جلسوں میں تقریر کرتے ہو، تمہاری تقریر سے نفع بھی ہوتا ہے مگر یہ تبلیغ وہ نہیں جو میں چاہتا ہوں۔

**ملفوظ نمبر ۴:۔** ایک دینی مدرسہ کے طلبہ کی ایک جماعت سے خطاب کا آغاز اس سوال سے کیا بتاؤ تم کون ہو؟ پھر خود ہی فرمایا تم مہمانان خدا اور مہمانان رسول ﷺ ہو مہمان اگر میزبان کو ایذاء دے تو اس کی ایذا دوسروں کی ایذا سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ پس اگر تم طالب علم ہو کر خدا اور رسول ؐ کی رضا کے کام نہ کرو اور غلط راہوں پر چلو تو سمجھ لو کہ تم اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے ستانے والے ان کے مہمان ہو۔

**ملفوظ نمبر ۵:۔** فرمایا دوستو! ابھی کام کا وقت باقی ہے، عنقریب دین کے دو زبردست خطرے پیش آئیں گے ایک تحریک شدھی کی طرح کفر کی تبلیغی کوشش جو جاہل عوام میں ہوگی، اور دوسرا خطرہ ہے الحاد و دہریت کا جو مغربی حکومت و سیاست کے ساتھ ساتھ چلا آرہا ہے۔ یہ دونوں گمراہیاں سیلاب کی طرح آئیں گی جو کچھ کرنا ہے ان کے آنے سے پہلے پہلے کر لو۔

**ملفوظ نمبر ٦:۔** فرمایا دین کی عمومی تعلیم و تربیت کا جو طریقہ، ہم اپنی اس تحریک کے ذریعہ رائج کرنا چاہتے ہیں صرف وہی طریقہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ میں رائج تھا، اور اسی طرز سے

وہاں عام طور پر دین سیکھا اور سکھایا جاتا تھا۔ بعد میں جو اور طریقے اس سلسلے میں ایجاد ہوئے مثلاً تصنیف وتالیف اور کتابی تعلیم وغیرہ سوان کو ضرورت حادثہ نے پیدا کیا، مگر اب لوگوں نے صرف اسی کو اصل سمجھ لیا ہے، اور حضور ﷺ کے زمانے کے طریقہ کو بالکل ہی بھلا دیا ہے حالاں کہ اصل طریقہ وہی ہے اور عمومی پیمانے پر تعلیم وتربیت صرف اسی طریقہ سے دی جاسکتی ہے۔''

**ملفوظ نمبر ۷:۔** فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں بلاشبہ وہ بالکل یقینی ہیں اور آدمی اپنی سمجھ بوجھ اور اپنے تجربات کی روشنی میں جو سوچتا ہے اور جو منصوبے قائم کرتا ہے وہ محض ظنی اور وہمی باتیں ہیں، مگر آج کا عام حال یہ ہے کہ اپنے ذہنی منصوبوں اور اپنے تجویز کیے ہوئے وسائل واسباب اور اپنی سوچی ہوئی تدابیر پر یقین واعتماد کر کے لوگ ان کے مطابق جتنی محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں اللہ کے وعدوں کی شرطیں پوری کر کے ان کا مستحق بننے کے لیے اتنا نہیں کرتے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے خیالی اسباب پر ان کو جتنا اعتماد ہے اتنا اللہ کے وعدوں پر نہیں ہے اور یہ حال صرف ہماری عوام کا ہی نہیں ہے بلکہ سب ہی عوام وخواص کا (الا ماشاء اللہ) ان ہی وعدوں والے اور یقینی اور روشن راستہ کو چھوڑ کر اپنی ظنی اور وہمی تدبیروں میں الجھے ہوئے ہیں، پس ہماری اس تحریک کا خاص مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کی زندگی سے اس اصولی اور بنیادی خرابی کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔ اور ان کی زندگیوں وسرگرمیوں کو ظنون واوہام کی لائن کی بجائے الٰہی وعدوں کے یقینی راستہ پر ڈالا جائے۔ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ یہی ہے اور انہوں نے اپنی امتوں کو یہی دعوت دی ہے وہ اللہ کے وعدوں پر یقین کر کے اور بھروسہ کر کے ان کی شرطوں کے پورا کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر کے ان کے مستحق بنے اللہ کے وعدوں کے بارے میں جیسا تمہارا یقین ہوگا ویسا ہی تمہارے ساتھ اللہ کا معاملہ ہوگا۔ حدیث قدسی ہے۔'''' انا عند ظن عبدی بی''

**ملفوظ نمبر ۸:۔** فرمایا ہمارے سب کام کرنے والوں کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلینی چاہیے کہ تبلیغ کے لیے باہر جانے کے زمانے میں بالخصوص علم اور ذکر کی طرف بہت زیادہ توجہ کریں۔ علم اور ذکر میں ترقی کے بغیر دینی ترقی ممکن نہیں نیز علم اور ذکر کی تحصیل وتکمیل اس راہ میں بڑوں سے وابستگی رکھتے ہوئے اور ان کے زیر ہدایت اور ان کی نگرانی میں ہو، انبیاء علیہم السلام

کا علم وذکر اللہ تعالیٰ کے زیرِ ہدایت اور اس کے حکم کے ماتحت ہوتا تھا اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا علم وذکر رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے ماتحت اور آپ کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ پھر ہر زمانہ کے لوگوں کے لیے اس قرآن کے اہل علم اور اہل ذکر گویا رسول اللہ ﷺ کے خلفاء ہیں، لہٰذا علم وذکر میں اپنے بڑوں کی نگرانی سے استغناء نہیں یہ بھی ضروری ہے کہ خاص کر باہر نکلنے کے زمانہ میں صرف اپنے خاص مشاغل میں اشتغال رہے اور دوسرے تمام مشاغل سے یکسو رہا جائے۔ اور وہ خاص مشاغل یہ ہیں، تبلیغی گشت، علم، ذکر، دین کے لیے گھر بار چھوڑ کر نکلنے والے اپنے ساتھیوں کی خصوصاً اور عام خلق اللہ کی عموماً خدمت کی مشق، اور تصحیح نیت اخلاص واحتساب کا اہتمام اور اتہام نفس کے ساتھ بار بار اس اخلاص واحتساب کی تجدید یعنی اس کام کے لیے نکلتے وقت یہ تصور کرنا اور اثناء سفر میں بھی بار بار اس تصور کو تازہ کرتے رہنا کہ ہمارا یہ نکلنا صرف اللہ کے لیے اور ان نعمائے آخرت کی طمع میں ہے جن کا وعدہ دین کی خدمت ونصرت پر اور اس راہ کی تکلیفیں اٹھانے پر فرمایا گیا ہے یعنی بار بار اس دھیان کو دل میں جمایا جائے کہ اگر میرا نکلنا خالصاً مخلصاً ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو قبول فرمالیا تو اللہ کی طرف سے مجھے وہ نعمتیں ضرور ملیں گی جن کا وعدہ اس کام پر قرآن پاک اور احادیث میں فرمایا گیا ہے اور وہ یہ یہ ہوں گی، بہرحال ان الٰہی وعدوں پر یقین اور ان کی امید کے دھیان کو بار بار تازہ کیا جائے۔ اور اپنے سارے عمل کو اسی یقین اور اسی دھیان سے باندھا جائے۔ بس اسی کا نام ایمان واحتساب ہے اور یہی ہمارے اعمال کی روح ہے۔

**ملفوظ نمبر ۹:۔** فرمایا اس راہ میں کام کرنے کی صحیح ترتیب یوں ہے جب کوئی قدم اٹھانا ہو مثلاً خود تبلیغ کے لیے جانا ہو یا تبلیغی قافلہ کہیں بھیجنا ہو یا شکوک وشبہات رکھنے والے کسی شخص کو مطمئن کرنے کے لیے اس سے مخاطب ہونے کا ارادہ ہو تو سب سے پہلے اپنی نااہلیت اور بے بسی اور وسائل واسباب سے اپنی تہی دستی کا تصور کر کے اللہ کو حاضر ناظر وقادر مطلق یقین کرتے ہوئے پورے الحاح وزاری کے ساتھ اس سے عرض کریں کہ خداوند! تو نے بارہا بغیر اسباب کے بھی محض اپنی قدرت کاملہ سے بڑے بڑے کام کر دیے ہیں۔ اللہ! بنی اسرائیل کے لیے تو نے محض اپنی قدرت ہی سے سمندر میں خشک راستہ پیدا کر دیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے لیے تو نے اپنی رحمت اور

قدرت ہی سے آگ کو گلزار بنا دیا تھا اور اے اللہ! تو نے اپنی حقیر حقیر مخلوقات سے بھی بڑے بڑے کام لے لیے ہیں ابابیل سے تو نے ابرہہ کے ہاتھیوں والے لشکر کو شکست دلوائی اور اپنے گھر کی حفاظت کرائی، عرب کے اونٹ چرانے والے امیوں سے تو نے اپنے دین کو ساری دنیا میں چمکایا اور قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا، پس اے اللہ! اپنی اس سنت قدیمہ کے مطابق مجھ نکمے ناکارہ اور عاجز و بے بس بندہ سے بھی کام لے۔ اور میں تیرے دین کے جس کام کا ارادہ کر رہا ہوں اس کے لیے جو طریقہ تیرے نزدیک صحیح ہے مجھے اس کی طرف رہنمائی فرما اور جن اسباب کی ضرورت ہو وہ محض اپنی قدرت کاملہ سے مہیا فرما دے۔ بس اللہ سے یہ دعا مانگ کے کام میں لگ جائے جو اسباب اللہ کی طرف سے ملتے رہیں ان سے کام لیتا رہے اور صرف اللہ ہی کی قدرت و نصرت پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی کوشش بھی بھرپور کرتا رہے اور رو رو کے اس سے نصرت اور انجاز وعد کی التجائیں بھی کرتا رہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہی کو اصل سمجھے اور اپنی کوشش کو اس کے لیے شرط اور پردہ سمجھے۔

**ملفوظ نمبر ۱۰:۔** فرمایا کہ ہماری تبلیغ کا حاصل یہ ہے کہ عام دیندار مسلمان اپنے اوپر والوں سے دین کو لیں، اور اپنے نیچے والوں کو دیں، مگر نیچے والوں کو اپنا محسن سمجھیں کیوں کہ جتنا ہم کلمہ کو پہنچائیں گے، پھیلائیں گے اس سے خود ہمارا کلمہ بھی کامل اور منور ہوگا، اور جتنوں کو ہم نمازی بنائیں گے اس سے خود ہماری نماز بھی کامل ہوگی، تبلیغ کا یہ بڑا گر ہے کہ اس سے مبلغ کو اپنی تکمیل مقصود ہو، دوسروں کے لیے اپنے کو ہادی نہ سمجھے کیوں کہ ہادی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے۔

**ملفوظ نمبر ۱۱:۔** حضرت مولانا علی میاںؒ نے حضرت دہلویؒ کی سوانح میں لکھا ہے جو خود میرے علم میں بھی ہے بلکہ میں خود تنخواہ دار مبلغین کا ابتداء بہت حامی رہا، میرے ہی اصرار پر شروع میں مبلغین رکھے گئے۔ اور تجربہ سے واقعی معلوم ہوا کہ تنخواہ دار مبلغین سے وہ لوگ بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوئے جو بلا معاوضہ دینی جذبہ سے کام کرتے ہیں، علی میاں صاحب لکھتے ہیں کہ دہلی اور دوسرے مقامات پر تبلیغ کرنے کے لیے کچھ عرصہ میں پانچ تنخواہ دار مبلغین رکھے ہوئے تھے جو قریب قریب تبلیغ کے مروجہ عام طریقوں پر کام کرتے تھے انہوں نے تقریباً ڈھائی سال کام کیا لیکن ان سے مولانا کا مقصود حاصل نہیں ہوتا تھا اور مولانا اس سست اور بے روح کام سے بہت اکتا گئے

تھے، ان لوگوں کے کام سے وہ دینی اور اصلاحی نتائج حاصل نہیں ہو رہے تھے اور وہ حرکت و زندگی نہیں پیدا ہو رہی تھی جو میوات کے رضا کار اور طالب اجر اور ایثار پیشہ مبلغین سے پیدا ہو گئی تھی مولانا اس طریق کار سے بالکل غیر مطمئن ہو گئے تھے اور اس کو ختم کر دینا چاہتے تھے۔ (دینی دعوت)

**ملفوظ نمبر ۱۲:۔** ایک مکتوب میں حضرت دہلویؒ ارشاد فرماتے ہیں "تبلیغ کے لیے خاص جگہ کو مخصوص کر لینا اور باقی مواضع کو اس کے بعد پر رکھنا ایک سنگین بنیادی غلطی ہے، خطرناک اور زہریلا خیال ہے، ہرگز ہرگز اس کو دل میں جگہ نہ دیں اور اس خیال کو قلب میں نہ آنے دیں۔" علی میاں اس کی تائید میں لکھتے ہیں کہ اگر ایک ہی مقام پر اپنی کوشش اور توجہ کو مرکوز رکھا ہوتا اور دوسرے مقام کی طرف قطعاً توجہ نہ دی جاتی تو سخت ہمت شکنی اور شکستہ دلی کا باعث ہوتا۔ اس لیے کہ بعض مقامات قطعاً اہلیت اور استعداد سے محروم ہیں، مقامات کی تعداد اور تنوع کی وجہ سے ہمت افزائی اور تازگی کام میں رہی۔ (مکاتیب)

## آخری گذارش

آخر میں کام کرنے والے احباب سے بھی باصرار درخواست ہے کہ حضرت دہلویؒ کے اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ملفوظات اور ارشادات اور ہر دو کی سوانح عمریاں اور مکاتیب بہت اہتمام سے مطالعہ میں رکھا کریں کہ کام کرنے والوں کے لیے یہ بہت قیمتی ہوتی ہیں اور ان اصول کی پابندی کام میں اضافہ ترقی اور برکت کا سبب ہے، اور جیسا کہ حضرت دہلویؒ نے بار بار فرمایا اور ملفوظات میں بھی کئی جگہ آیا کہ ان اصول کی رعایت سے تو انشاء اللہ کام میں ترقی کی امید ہے اور بے اصولی سے سخت خطرات کا اندیشہ ہے اس مضمون کو بھی یہ ناکارہ رسالہ فضائل تبلیغ میں بہت تفصیل سے لکھ چکا ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين وصلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد وعلىٰ اله واصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين

محمد زکریا کاندھلویؒ

چہار شنبہ ۲۵/ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ بمطابق ۱۰/ مئی ۱۹۷۲ء

# تکملہ

اس نا کارہ نے جب حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء ہند کی اس کام میں شرکت اور آراء لکھیں تو اس وقت اپنے بعض دوستوں کو پاکستان میں لکھا کہ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء میں سے آپ کے کام میں کسی کی شرکت ہوتو ضرور مطلع فرمادیں، رسالہ کے پورا ہونے کے بعد چند دوستوں کے خطوط آئے چونکہ رسالہ کی ابھی تک طباعت پوری نہیں ہوئی تھی گو معظم حصہ ہو گیا تھا، اس لیے تکملہ کے طور پر ان احباب کے خطوط بھی نقل کرتا ہوں۔

## (۱) مکتوب عزیزم الحاج مولوی احسان الحق صاحب مدرس مدرسہ عربیہ رائیونڈ

میں نے ڈاکٹر اسماعیل صاحب کے ذریعہ سے جو عریضہ لکھا ہے (وہ ابھی تک نہیں پہنچا) جس میں حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاء کے متعلق لکھ چکا ہوں۔ دوبارہ احتیاطاً لکھتا ہوں (ا) مولانا عبدالسلام نوشہرہ والے دس یوم کے لیے یہاں تشریف لائے تھے مقامی مرکز میں تشریف لے جاتے ہیں، علاقے کے اجتماع میں شرکت کرتے ہیں۔ صاحبزادہ کو چلے کے لیے بھیجا (ب) مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری کراچوی رحمۃ اللہ علیہ (ج) پیر فخر الدین گھوٹکی رحمۃ اللہ علیہ ہر دو حضرات بھی تبلیغ کے زبردست مؤید تھے (د) مولوی مقصود اللہ صاحب باریسال مشرقی تو تبلیغ کے کام میں چلوں کے حساب سے شرکت فرمایا کرتے تھے (ہ) مولوی نور اللہ بخش صاحب چاٹگامی کے دو خلفاء مولانا عبدالحلیم صاحب فینی اور مولانا سعید الحق صاحب ہاتھیہٗ پہلے تو ابھی زندہ ہیں چار ماہ تبلیغ میں لگانے کے ارادے سے آئے تھے، اور آج کل وقت تبلیغ کا پورا کر کے کراچی میں مقیم ہیں۔ مولانا سعید الحق صاحب تبلیغ کے بڑے زبردست کارکنوں میں تھے۔ (و) مولانا محمد اللہ صاحب (ز) مولانا اطہر علی صاحب جنگ سے پہلے حیات تھے اب کا حال معلوم نہیں اور یہ دونوں حضرات بھی خوب تائید فرماتے ہیں۔

## (۲) عزیز احسان کا ایک مکتوب

بلکہ متعدد خطوط دیگر احباب کے جب کہ یہ رسالہ زیر کتابت تھا پہنچے۔ ان سب کا نقل

کرانا تو شوار ہے عزیز احسان کا مکتوب چونکہ مختصر ہے اس لیے اس کو مختصر کر کے لکھواتا ہوں۔

حضرت والا کا گرامی نامہ بمبئی لندن کراچی ہوتا ہوا ان دنوں رائیونڈ پہنچا جب کہ میں سفر میں تھا واپسی سے اس سے مشرف ہوا۔ اس میں فوری جواب دینے کا حکم تھا، لیکن بعض باتیں قاضی جی، عبدالوہاب اور مولانا عبدالعزیز صاحب سے دریافت کر کے جواب دینے کی تھیں۔ اور یہ تینوں بھی سفر میں تھے اب ان حضرات کے واپس آتے ہی معلومات حاصل کر کے جواب ارسال خدمت کرر ہا ہوں۔ ہمارے ہاں پیر فخرالدین صاحب رحمۃ اللہ گھوٹکی سندھ اور مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ کراچی، ہر دو حضرت تھانویؒ کے خلفاء میں سے تبلیغی کام کی بہت زیادہ تائید فرمایا کرتے تھے اور دیگر خلفاء میں سے مولانا قاضی عبدالسلام صاحب نوشہرہ اور مولانا فقیر اللہ صاحب پشاور حیات ہیں۔ اور ہر دو زبردست مؤید موکد ہیں، اپنے اقارب کو یہاں بھیجتے ہیں بلکہ اول الذکر تو ایک مرتبہ خود یہاں تشریف لائے تھے دس یوم کے لیے۔ اور مشرق میں تھانوی سلسلے کے خلفاء میں سے پیر مقصود صاحب رحمۃ اللہ باریسال بہت ہی زیادہ عملی حصہ لیا کرتے تھے، ادھر سے رائیونڈ بھی تشریف لائے تھے۔ اور دیگر خلفاء مین سے مولانا عبدالوہاب صاحب مدظلہ ہاٹ ہزاری، مولانا اطہر علی صاحب کشور گنج اور پیر جی حضور مولانا محمد اللہ صاحب لال باغ ڈھاکہ لسانی تائید فرماتے ہیں اور مولانا نور بخش صاحب رحمۃ اللہ فینی جو کہ حضرت تھانوی کے اجل خلفاء میں سے تھے، ان کے خلیفہ مولانا سعید الحق صاحب اتر ہاتھیہ بھی بہت ہی زیادہ عملی حصہ لیا کرتے تھے اور ان کے دوسرے خلیفہ مولانا عبدالحلیم صاحب فینی تو گزشتہ سال چار ماہ کے لیے یہاں تشریف لائے اب راستہ مسدود ہونے کی وجہ سے کراچی قیام پذیر ہیں۔

## (۳) مکتوب جناب الحاج مفتی زین العابدین صاحب

وہ تحریر فرماتے ہیں کہ مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ رائیونڈ کے اجتماع میں تشریف لائے مکی مسجد کراچی تو بارہا تشریف لائے بیان بھی فرمایا، لوگوں نے ان کے بیان پر اوقات دیے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ (مولانا محمد یوسف صاحب) جب بھی کراچی تشریف لائے حضرت

مفتی صاحب ان کو باصرار دارالعلوم بلاتے رہے اور دارالعلوم میں ان کا بیان کرایا اور مجھ سے بارہا فرمایا کہ سالانہ امتحان سے پہلے آ کر دارالعلوم میں بیان کیا کرو تاکہ طلباء زیادہ تعداد میں وقت لگانے کے لیے نکلیں اور بالکل یہی صورت حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمۃ اللہ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) کی تھی۔ جب بھی ملتان کا تبلیغی اجتماع ہوا حضرت نے خیر المدارس کی چھٹی کی، حضرت جی مدظلہٗ (مولانا انعام صاحب) کو خیر المدارس بلا کر بیان کرایا اور یہاں تک کہ جب بھی میں خیر المدارس گیا مجھ سے طلباء میں بیان کرایا اور طلباء نے اوقات لکھوائے اور میرے لیے خیر المدارس کے سالانہ جلسے میں حاضری ضروری تھی اور بیان بھی ضرورت تبلیغ پر کراتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) کی حیات میں جامعہ اشرفیہ کے جلسے میں بندے کی حاضری ضروری تھی اور بیان ان کی طرف سے ضرورت تبلیغ پر مقرر ہوتا تھا ایک دفعہ نیلا گنبد کی مسجد میں حضرت مفتی صاحب سے تعلق رکھنے والوں نے دعوت الحق کا کام شروع کیا ہمارے ساتھی اسی مسجد میں دوگشت اور تعلیم کرواتے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا ہم کیا کریں؟ تو میں نے ان سے کہا کہ جب ان حضرات نے کام شروع کر دیا تو تم دوسری جگہ کام کرو۔ مقصد تو تبلیغ کا کام ہے۔ چند روز بعد میں دوبارہ لاہور آیا تو حسب دستور حضرت مفتی صاحب سے ملنے گیا، امرتسر کے قیام کے زمانے سے بہت شفقت فرماتے تھے، میں نے عرض کیا حضرت الحمدللہ دعوت الحق کا کام شروع ہو گیا اس لیے میں نے اپنے ساتھیوں کو دوسری جگہ کام کرنے کو کہہ دیا ہے، تو فرمایا کہ منع نہ کرتے وہ بھی کرتے رہتے۔ کیوں کہ یہ لوگ التزام واہتمام سے معلوم نہیں کرتے ہیں یا نہ اور وہ کام جو التزام سے ہو رہا ہے رک جائے گا تو میں نے عرض کیا خدانخواستہ یہ حضرات چھوڑ دیں گے تو پھر ان سے کرنے کو کہہ دوں گا۔ چنانچہ کچھ مدت بعد انہوں نے بالکل چھوڑ دیا اور احباب نے پھر شروع کر دیا اور الحمدللہ ہم نے ہمیشہ ان حضرات کو اپنے اکابرؒ سے سمجھا اور انہوں نے بھی ہمیشہ ہمیں اپنا سمجھا ہے اور اب بھی دارالعلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ اور خیر المدارس کے ساتھ معاملہ حسب سابق ہے۔'' والحمدللہ علی ذالک''

## (۴) مکتوب جناب الحاج عبدالوہاب صاحب

وہ اپنے خط میں تحریر کرتے ہیں کہ مولانا عبدالسلام صاحب نوشہرہ کے ایک بزرگ ہیں مدرسہ حسین بخش دہلی کے فارغ ہیں، حضرت تھانویؒ دستار بندی کے جلسے میں تشریف لے گئے۔ جب ان کی دستار بندی فرمار ہے تھے مصافحہ کیا تو فرمایا دو تین ماہ کے لیے ہمارے پاس تھانہ بھون آجانا چنانچہ یہ اپنے گاؤں زیارت کا کا سے تھانہ بھون تشریف لے گئے اور وہاں قیام کیا، لیکن ایک ماہ کے بعد ان کے والد صاحب کا خط آیا کہ میں ناراض ہوں واپس آجاؤ تمہارے لیے والد کی خدمت ضروری ہے، حضرت تھانویؒ نے خود ہی جواب لکھوایا کہ جس چیز میں لگا ہوا ہوں اس کے بغیر میرا والد صاحب کی خدمت میں جانا جائز نہیں اور ان کو روک لیا تین ماہ کے بعد خلافت دے کر رخصت فرمایا۔

آج سے چار پانچ برس پہلے ہمارا گرمیوں میں ٹیکسلا میں اجتماع ہوا وہاں تین روز کے لیے تشریف لائے ہمیں بالکل خبر نہ تھی کہ وہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ عوام میں چھپے رہے دس روز لکھوا دیے اور رائیونڈ تشریف لے آئے۔ فجر کی نماز کے بعد بندہ ہی بیان کرتا تھا شروع سے لے کر اخیر تک سنتے تھے بیچ میں بوڑھا ہونے کی وجہ سے پیشاب کے لیے اٹھ کر جاتے تھے۔ اسی دوران جماعتوں میں باہر بھیج دیا گیا، اس زمانہ میں ہمارے یہاں آٹھ دس روز کے بعد رائیونڈ واپس بلا لیا جاتا تھا اور پھر کسی اور جماعت میں جوڑ کر بھیج دیا جاتا تھا، اسی میں چلہ پورا کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ عالم ہیں یا غیر عالم۔ اپنے آپ کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ ایک روز بندہ کا ان کے پاس گذر ہوا یا خود ہی بندہ کے پاس تشریف لائے کہ خلوت میں بات کرنی ہے۔ بندہ نے عرض کیا حاضر ہے، فرمانے لگے کہ یہ میرے معمولات ہیں تو اس میں کچھ اضافہ کرنے کو کہہ دے تو میں بڑھا دوں، بندہ نے عرض کیا کہ جن سے آپ بیعت ہوں ان ہی سے پوچھیں میں تو نہ عالم نہ کسی سے اجازت۔ فرمانے لگے کہ تو ضرور بتا، غرض اس سوال و جواب میں اپنا سارا واقعہ سنایا مجھے بڑی شرم اور ندامت ہوئی کہ یہ تو اپنے آپ کو چھپانے میں کامیاب ہو گئے لیکن پہنچاننے میں ناکامیاب ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ میں نے تیرے سارے بیان سنے اور بس تربیت

کے لیے اپنے دو بیٹوں کو جو کہ فارغ التحصیل ہیں مولوی ہیں ان کو تیرے پاس بھیجوں گا۔ بندہ نے عرض کیا کہ حضرت ضرور بھیجیں اور دعاء فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان سے منتفع فرمادے، فرمانے لگے کہ نہیں انگریزی کالجوں کی طرف ان کا رخ ہے۔ انشاء اللہ تیرے پاس رہنے سے بہت فائدہ ہوگا، ہر شب جمعہ میں جو کہ ان ہی کی جامع مسجد میں ہوتی ہے شرکت فرماتے ہیں ابھی دو تین ہفتہ پہلے بندہ حاضر ہوا نوشہرہ میں تو خدمت میں حاضری کے لیے گیا تو تشریف فرما نہ تھے بندہ جماعت کے پاس واپس آ گیا تو مغرب کی نماز وہیں آ کر پڑھی اور بندہ کے بیان میں شروع سے آخر تک بیٹھے رہے۔ بندہ کو پتہ چل جاتا تو انہی سے عرض کرتا عشاء کے بعد ملاقات ہوئی کھانا بھی اکٹھا کھایا اور پھر تشریف لے گئے۔ انہیں صرف ایک اشکال ہے کہ جمعہ کی صبح کو جماعتوں کو ان دیہات میں بھیج دیا جاتا ہے جہاں جمعہ نہیں ہوتا اس سے جمعہ کی اہمیت پر چوٹ پڑتی ہے، بندہ نے احباب سے عرض کیا کہ بھائی جمعرات کو روانہ کر دیا کرو۔ بندہ نے سارا واقعہ اس لیے درج کر دیا کہ انہوں نے کسی بات پر اشکال نہیں کیا۔ ہمارے یہاں بھی رہے اور جماعتوں میں باہر بھی پھرے اور مزاج میں تنقید اتنی ہے کہ بھرے جلسوں میں مقرر کو ٹوک دیتے ہیں اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے...... گزشتہ سال پہاڑوں کا نہایت دشوار گزار سفر اختیار فرمایا صرف بندہ کے ایک پیغام پر اور ایک اجتماع میں بھی آئے۔ فقط۔

جیسا کہ رسالہ میں بار بار کئی جگہ لکھوا چکا ہوں کہ حضرات نظام الدین کو اس قسم کے اعتراضات اور جوابات کی فرصت ہے اور نہ ان لوگوں کو ادھر متوجہ ہونا چاہیے۔ لیکن دیگر اکابر اس قسم کے اعتراضات کے بہت سے جوابات تحریراً و تقریراً دے چکے ہیں، بالخصوص حضرت الحاج قاری محمد طیب صاحب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی، الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی وغیرہ اور بعض مضامین اس رسالہ میں گذر بھی گئے ہیں اور ان حضرات کے اکثر مضامین رسالہ ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں مفصل طبع ہو چکے ہیں۔ رسالہ کے خاتمہ پر مولانا منظور احمد نعمانیؒ کا مضمون جو الفرقان میں طبع ہوا ہے نقل کراتا ہوں اور اسی پر رسالہ کو ختم کرتا ہوں۔

باب دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تبلیغی جماعت کے متعلق بعض اہم شبہات کے حقائق پر مبنی

# جوابات

حضرت مولانا

## محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

کی

ایک دلنشین تحریر

# ''تبلیغی جماعت'' اور بعض شکایات

از: مولانا محمد منظور نعمانیؒ مطبوعہ ''الفرقان'' ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ

کئی مہینے ہوئے صوبہ ممبئی سے ایک صاحب علم کا خط اس ناچیز کے نام آیا تھا۔ جس میں ''تبلیغی جماعت'' اور اس کے کام سے متعلق کچھ شکایات درج تھیں اتفاق سے گذشتہ مہینے شوال میں ایک سفر کے دوران میں اس کا جواب لکھا جاسکا اسی سفر میں بعض تبلیغی احباب سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس طرح کی شکایتیں بعض خاص حلقوں میں یہاں بھی پھیل رہی ہیں اس لیے اس جواب کی عام اشاعت مناسب سمجھی گئی (منظور احمد نعمانی عفا اللہ عنہ)

بسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرمی ومحترمی......زید مجدکم......سلام مسنون

خدا کرے مزاج بعافیت ہوں، گرامی نامہ کا جواب آج بہت تاخیر سے دے رہا ہوں، میری عادت سی ہوگئی ہے کہ جن خطوط کا جواب مختصر نہیں دیا جاسکتا وہ فرصت کے انتظار میں رکھے رہتے ہیں اور بسا اوقات ہفتوں اور کبھی کبھی تو کئی مہینوں کے بعد ان کے جواب کی نوبت آتی ہے آپ کے گرامی نامہ کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا اس وقت سفر میں ہوں اور یہ جواب چلتی ٹرین میں لکھ رہا ہوں آپ کو انتظار جواب کی بڑی زحمت ہوئی ہوگی امید ہے کہ معذور تصور فرما کر معاف فرمادیں گے۔

آپ نے تبلیغی جماعت اور اس کے تبلیغی کام کے متعلق جو چند شکائتیں اور بعض اشکالات لکھے ہیں اور بعض اصلاح طلب امور کی طرف توجہ دلائی ہے اس کے بارے میں پہلی بات تو مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ آپ نے جماعت کا خاص رکن اور ذمہ دار سمجھ کر اس سلسلہ میں مجھے مخاطب فرمایا ہے میں ذرہ برابر انکسار کے بغیر عرض کرتا ہوں'' واقعہ میں میری یہ حیثیت بالکل نہیں ہے۔ میں اگرچہ اصولی طور پر اس کام کو بڑا مبارک اور مقبول کام سمجھتا ہوں اور میرے دل میں اس

کی بڑی عظمت ہے لیکن اپنے خاص حالات اور اپنے ان بعض مشاغل کی وجہ سے جن کو میں نے اپنا رکھا ہے میں اس کام میں بہت کم عملی حصہ لے سکتا ہوں' اور چونکہ یہ کام سراسر عملی ہے اس میں کسی کا کوئی منصب اور کوئی عہدہ نہیں ہے اس لیے میں اس کے تیسرے درجہ کے کارکنوں میں شمار ہونے کے قابل نہیں ہوں اس لیے اس کام کے سلسلہ میں اگر آپ کو یا کسی کو کوئی مخلصانہ مشورہ دینا ہو یا کسی اصلاحی بات کی طرف توجہ دلانی ہو تو اس کام کے اصل مرکز ''بستی نظام الدین اولیاء دہلی'' کو لکھنا چاہئے بلکہ زیادہ صحیح اور مفید طریقہ یہ ہے کہ اس کام کے اصل روح رواں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دامت فیوضہم کی خدمت میں حاضر ہو کر مشافہ ان سے عرض کیا جائے۔''

تاہم چونکہ اس کام سے اور اس کے خاص کارکنوں اور ان کے حالات و خیالات سے بفضلہ تعالیٰ واقفیت رکھتا ہوں اس لیے گرامی نامہ کے مندرجہ جات کے بارے میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ آپ کے خط سے مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کام کی حقیقت سے آپ شاید بالکل واقف نہیں ہیں بلکہ اس کے مشہور عنوان ''تبلیغ'' کے لفظ سے آپ کے ذہن میں جو تصور قائم ہوا ہے' بس اسی کو بنیاد بنا کر آپ نے رائے قائم کی ہے اور مشورے دیے ہیں اس لیے ان میں زیادہ تر ایسے ہیں جو اصل کام سے بالکل غیر متعلق ہیں۔ ''یہ داخلی تبلیغ'' اور ''خارجی تبلیغ'' کی لمبی بحث جو آپ نے لکھی ہے اسی نادانگی کا نتیجہ ہے۔ میرا ہمیشہ سے یہ خیال ہے کہ اس کام کے لیے ''تبلیغ'' کا عنوان اور اس کے کرنے والوں کے لئے ''تبلیغی جماعت'' کا نام بہت سوں کے لیے غلط فہیوں اور ذہنی الجھنوں کا سبب بنتا ہے' تبلیغ کے اس لفظ سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ وعظ و نصیحت کا کام ہے اور ''تبلیغی جماعت'' وعظ و نصیحت کا کام کرنے والوں کی کوئی ٹیم یا پارٹی ہے اس لیے وہ یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ اس جماعت کے ہر آدمی کو دین کا اتنا علم ضروری ہونا چاہئے جتنا کہ وعظ و نصیحت کے لئے ضروری ہے اسی طرح عملی حیثیت سے بھی اس میں کوئی نمایاں کمی نہ ہونی چاہیے۔ پھر جب وہ پھرنے والی تبلیغی جماعتوں میں ایسے لوگوں کو بھی دیکھتے ہیں جن کو صحیح وضو کرنا بھی نہیں آتا اور جن کی وضع اور صورت بھی شریعت کے مطابق نہیں ہوتی تو ان کے دلوں میں سخت

اعتراض پیدا ہوتا ہے...... اسی طرح جب وہ دیکھتے ہیں کہ تبلیغی جماعت والے سب سے زیادہ اصرار اس پر کرتے ہیں کہ لوگ اپنے گھر چھوڑ کر اس کام کے لیے باہر نکلیں اور لمبے لمبے سفر کریں تو بھی لوگوں کو حیرت ہوتی ہے۔ اور ان کے دلوں میں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ جب وعظ و نصیحت ہی کرنا ہے اور قرب و جوار میں اور خود اپنے علاقوں میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن میں یہ کام کرنے کی ضرورت ہے تو یہ لمبے لمبے سفر کیوں کئے جاتے ہیں اور اللہ کے بندوں کا پیسہ ریل کے کرایوں میں کیوں فضول صرف کرایا جاتا ہے؟ بہر حال اس طرح کے سارے اعتراضات صرف اس لیے پیدا ہوتے ہیں کہ تبلیغی جماعت کا کام وعظ و نصیحت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہاں تبلیغ سے مراد ایک خاص نظام عمل ہے یعنی ایک خاص قسم کے دینی اور دعوتی ماحول میں خاص اصولوں کے ساتھ کچھ خاص اعمال واشغال کی پابندی کرتے ہوئے خاص پروگرام کے مطابق زندگی گذارنا جس سے ایمانی کیفیت میں ترقی ہو، دین سے تعلق اور واقفیت بڑھے اعمال واخلاق کی کچھ اصلاح ہو اور دین کے لیے جانی و مالی قربانی کی عادت پڑے، الغرض یہاں تبلیغ سے مراد یہی خاص "عملی پروگرام" ہے اور اس لیے ہر مسلمان کو خواہ اس کے علم و عمل میں کتنی ہی کمی ہو اس کی دعوت دی جاتی ہے بلکہ جہاں تک بس چلتا ہے کھینچنے کی کوشش کی جاتی ہے...... اور ان کو ساتھ لینے کیلئے کوئی شرط نہیں لگائی جاتی بلکہ اس امید پر ان کو لے جایا جاتا ہے کہ انشاء اللہ جماعتی ماحول اور اس کی فضاء سے یہ متاثر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جو دراصل ہادی اور مقلب القلوب ہے ہم سب پر اپنا فضل فرمائے گا۔ اس لیے جماعتوں میں ہر طرح کے اور ہر قماش کے لوگ ہوتے ہیں۔

البتہ جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا ہے یہ غلطی جماعتوں میں ہوتی ہے کہ عام مجمعوں میں بعض اوقات ایسے لوگوں کو بات کرنے کے لئے کھڑا کر دیا جاتا ہے جو اس کے اہل نہیں ہوتے بلکہ اس کام سے بھی اچھی طرح واقف نہیں ہوتے اور پھر وہ بات کرنے میں اپنے علم کے حد کی بھی پابندی نہیں کرتے لیکن اس کو جیسے آپ غلط سمجھتے ہیں اسی طرح کام کے ذمہ دار حضرات بھی اس کو غلط اور اس کی اصلاح ضروری سمجھتے ہیں جماعتوں کو سفر شروع کرتے وقت جو

ہدایتیں دی جاتی ہیں ان میں اس بارہ میں بھی ہدایت کی جاتی ہے کہ بات کس کو اور کس طرح کرنی چاہیے' ان ہدایتوں کی پوری پابندی ہو تو ایسی غلطیاں نہ ہوں۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ ایسی غلطیاں بکثرت ہوتی ہیں' یہ بات کام کی ذمہ داروں کے لیے بلاشبہ بہت فکر اور توجہ کے لائق ہے خود میری رائے یہ ہے کہ ایسے اہم امور کے بارے میں زبانی ہدایات کے علاوہ اگر کوئی تحریری یادداشت بھی دے دی جایا کرے تو پھر انشاء اللہ ایسی غلطیوں کا بہت کچھ سد باب ہو سکتا ہے۔

## تبلیغ کی وجہ سے مدارس کو ترقی ملی ہے

اس کے بعد میں آپ کے خط کے سب سے اہم اور آخری جز کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ اور آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ "تبلیغی جماعت والے دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں اور جو لوگ تبلیغی جماعت میں کام کرنے لگتے ہیں ان کا تعلق مدرسوں سے کم ہو جاتا ہے۔" یہ بات بڑی سنگین ہے ایسی باتوں کو زبان پر یا قلم پر لانے سے پہلے جتنی تحقیق کر لینی ضروری ہے میرا خیال ہے کہ اس کے بغیر آپ نے یہ بات لکھ دی ہے۔ اگر آپ تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والے کسی خاص شخص یا چند متعین افراد کے متعلق ایسی بات کہیں تو زیادہ مستبعد نہیں' میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں ان تمام مزاجوں اور خیالوں کے لوگ ہو سکتے ہیں جو مسلمانوں کے موجودہ معاشرے میں پائے جاتے ہیں لیکن تبلیغی کام کرنے والوں کے متعلق عموم کے ساتھ یہ بات کہنا کہ وہ دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں بڑی زیادتی کی بات ہے۔ آپ نے اتنا تو سوچا ہوتا کہ اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں کتنے ہیں جو خود مدرسے چلا رہے ہیں یا مدرسوں میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے ہیں' خود حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (۱) جو اس کام کے روح رواں ہیں اور سب سے بڑے ذمہ دار ہیں ایک مدرسہ (کاشف العلوم) وہ بھی چلا رہے ہیں' جس میں خود بھی پابندی سے درس دیتے ہیں اور یہی حال ان کے خاص الخاص رفقاء کار مولانا انعام الحسن صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب وغیرہ کا ہے۔ مجھے بھی آپ اس کام

سے خاص تعلق رکھنے والوں میں سمجھتے ہیں اور مدارس کی دنیا سے میرا تعلق آپ کو معلوم ہے۔ یعنی یہ کہ میں دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ اور عاملہ کا رکن ہوں، دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی میرا تعلق ہے بلکہ اب تو کچھ عرصہ سے میں نے تدریس کی کچھ ذمہ داری بھی لے لی ہے۔ اور بھی ایسے بیسیوں حضرات کو آپ جانتے ہوں گے جو اس کام سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور کسی مدرسہ کی ذمہ داری بھی ان پر ہے۔ ایسی صورت میں یہ کہنا کہ تبلیغی کام کرنے والے دینی مدارس کی مخالفت کرتے ہیں کس قدر غلط اور کتنی بے تکی بات ہے۔

## مدارس کی مخالفت کی اصل وجہ اور علاج

میرے نزدیک حقیقت اس بارہ میں یہ ہے کہ بہت سے ایسے لوگ بھی جن کا ذہن کسی وجہ سے مدارس اور اہل مدارس کے خلاف بن چکا ہے اپنے اسی ذہن کے ساتھ اس کام میں لگ جاتے ہیں' اور ان کی زبانوں سے وقتاً فوقتاً ایسی باتیں نکلتی ہیں اسی طرح کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی جو دین سے بالکل بے تعلق تھا غفلت اور فراموشی کی زندگی گذار رہا تھا اس کام میں لگنے کے بعد بس اسی کام کو اصل دینی کام اور دینی خدمت سمجھتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ بہت سے علماء اور اہل مدارس جن پر دین کی خدمت کا سب سے زیادہ حق ہے یہ کام نہیں کر رہے تو اپنی علمی اور دینی تربیت نہ پانے کی وجہ سے ان پر اعتراض اور تنقید کرنے لگتا ہے، لیکن میں اپنے معمولات اور تجربوں کی بنا پر پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا تعلق کام سے جس قدر بڑھتا ہے اور اصل کارکنوں اور ذمہ داروں سے جتنا ان کا اختلاط ہوتا ہے ان کی اس غلطی کی اصلاح ہوتی رہتی ہے، البتہ دوسری علمی و عملی غلطیوں کی طرح اس غلطی کی اصلاح کے لیے یہاں تردید و بحث کا طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا۔ بلکہ اپنے طریقہ پر ذہن بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اکثر کامیاب ہوتی ہے، میں ایسے متعدد حضرات کو جانتا ہوں جو پہلے مدارس اور اہل مدارس سے سخت بیزار اور بڑے بیباک معترض تھے۔ لیکن اس

کام سے اور پھر کام کے مرکز نظام الدین سے تعلق بڑھنے کے بعد ان کا ذہن بدلا اور وہ مدارس کے قدر شناس اور خادم بن گئے۔ ہم نے خود حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ کو دیکھا ہے کہ وہ اس کا پورا اہتمام کرتے تھے کہ ان سے اور ان کے کام سے تعلق رکھنے والے لوگ حضرات علماء کرام سے اور مدارس سے گہرا عقیدت مندانہ تعلق رکھیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بھی اس کا پورا اہتمام اور اس کی پوری کوشش کرتے ہیں، آپ کو تو معلوم نہ ہوگا لیکن میں بتاتا ہوں کہ ہر مہینہ مولانا موصوف کی خدمت میں مختلف علاقوں اور طبقوں کے نئے نئے سینکڑوں افراد اور بیسیوں پچاسوں جماعتیں آتی ہیں ان کا یہ مستقل معمول ہے کہ اپنے پاس آنے والے ہر اہم فرد اور ہر اہم جماعت کو وہ دیوبند اور سہارنپور (کے مدارس میں) حتی الوسع ضرور بھیجتے ہیں تاکہ وہاں کے اکابر کی زیارت کریں اور وہاں کے علمی مراکز دارالعلوم اور مظاہر علوم کو بھی دیکھیں اس طرح ہر مہینے اس تبلیغی راستے سے مختلف اقطاع کے سینکڑوں افراد ہمارے ان علمی مرکزوں سے واقف ہوتے ہیں۔ اور ان کی عظمت اور ہمارے اکابر کی عقیدت اپنے قلوب میں لے کر اپنے علاقوں کو لوٹ جاتے ہیں، ان علمی مرکزوں اور ان کے مسلک حق کی یہ ایک ایسی ٹھوس اور خاموش خدمت انجام دی جارہی ہے...... جو ہم اپنی مساعی سے غالباً کسی طرح بھی انجام نہیں دے سکتے تھے خود مولانا محمد یوسف صاحب دیوبند سہارنپور وغیرہ کے اکابر سے جیسا نیاز مندانہ تعلق رکھتے ہیں اور اس سلسلہ میں ان کا جو رویہ ہے اس کے معلوم ہونے کے بعد ان سے محبت وعقیدت رکھنے والے کسی شخص کی رائے مدارس اور حضرات اہل مدارس کے خلاف کس طرح ہوسکتی ہے۔

## مدارس کی مالی ترقی میں معاونت

اس کے علاوہ اس کام سے مدرسوں کے لیے جو مجموعی فضا بن رہی ہے اس کا احساس تو میرے نزدیک ہر ایک کو ہونا چاہیے معلوم نہیں آپ جیسے حضرات اس کو کیوں نہیں محسوس کرتے میں تو گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ اس تبلیغی کام سے ہمارے مدارس کو بالکل اس طرح کی مدد مل رہی ہے جس طرح کی مدد بارش کے پانی اور موافق ہواؤں سے کھیتوں اور باغوں کو ملتی

ہے۔ میں ایسے سینکڑوں افراد واشخاص بلکہ بہت سے ایسے علاقوں اور طبقوں کو بتا سکتا ہوں جن کا ہمارے دینی مدارس سے کوئی ربط و تعلق نہ تھا نہ وہ ہمارے اکابر سے آشنا اور واقف تھے، تبلیغی جماعتوں ہی کی آمد ورفت نے ان میں دینی احساس پیدا کیا اور ان ہی کے ذریعہ وہ ہمارے مدارس اور ہمارے اکابر کی دینی خدمات سے واقف ہوئے، پھر وہاں سے طلبہ بھی دینی مدارس میں آنے لگے اور دینی مدارس کی خدمت ہونے لگی اس سلسلہ میں خصوصیت سے یہ بات بھی قابل ذکر سمجھتا ہوں کہ جہاں تک میرا اندازہ ہے ہندوستان کے ہمارے دینی مدارس کو سب سے زیادہ امداد کلکتہ اور بمبئی کے اہل خیر سے ملتی ہے۔ میں رجماً بالغیب نہیں بلکہ اپنی قابلِ وثوق معلومات کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ان دونوں شہروں سے جس قدر امداد ہمارے دینی مدارس کو تبلیغی جماعت کے کام اور اثر سے پہلے ملتی تھی، اب اس سے کئی گناہ زیادہ ملتی ہے اور بہت سے اہلِ مدارس بھی جانتے ہوں گے کہ دینی مدارس کی اس خدمت اور فکر مندی میں زیادہ حصہ ان ہی اہلِ خیر کا ہے، جن کا تبلیغی کام سے بھی خالص تعلق ہے۔

## مدارِس کی خدمات

اس سلسلہ میں ایک اور بات بھی ہم اور آپ جیسوں کے سوچنے کی ہے کہ اب جب کہ مدارس عربیہ کی آبادی صرف ان غریب گھرانوں کے طلبہ سے ہے، جو اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم کا خرچ برداشت نہیں کر سکتے (حتیٰ کہ ہم لوگ بھی جنہوں نے جو کچھ پایا ہے ان غریب پرور مدرسوں سے پایا ہے، اپنے بچوں کو عزت کی روٹی حاصل کرنے کے لیے کالجوں میں بھیجنے لگے ہیں) تو ایسے وقت میں اس تبلیغی کام کے طفیل بہت سے وہ لوگ جن کا ارادہ اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے یورپ اور امریکہ بھیجنے کا تھا اور ان کو اس کے پورے وسائل بھی حاصل تھے وہ اپنے ان ہی بچوں کو اسکولوں اور کالجوں سے نکال نکال کر ہمارے ''دار العلوموں'' میں بھیج رہے ہیں۔ ان سب باتوں کو سامنے رکھ کر سوچیے کہ تبلیغی کام اور اس کے کرنے والوں کی جو شکایات آپ نے دینی مدارس سے متعلق کی ہے وہ کس قدر بے جا ہے۔ میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اس کام کے کرنے

والے فرشتے ہیں یا اس کام میں غلطیاں نہیں ہو رہی ہیں، بلاشبہ اس کام میں بہت سی غلطیاں ہوتی ہیں اور اس کام سے تعلق رکھنے والوں میں بہت ہی گھٹیا قسم کے افراد بھی ہیں، اس کام کی ساخت ہی ایسی ہے بقول حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ کے ''یہ تو دھوبی کی بھٹی ہے اس میں میلے کچیلے اور غلیظ بھرے گندے ناپاک کپڑے بھی ہیں۔''

لیکن جس قسم کی شکایتیں اور جس انداز میں آپ نے کی ہیں میں ان کو صحیح نہیں سمجھتا مجھے جن غلطیوں کا احساس ہوتا ہے میں کام کرنے والوں کو اپنی بساط کے مطابق ان کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہوں، ہاں بعض چیزیں ایسی بھی ہیں کہ باہر کا آدمی از راہ اخلاص ان کو غلط اور قابل اصلاح سمجھے، اور جو کام میں گھسا ہوا ہے اور اس کام کی منطق سے واقف ہے وہ اسے ناگزیر سمجھے گا ایسی چیزوں میں اپنی رائے کے اظہار کے بعد کام کے ذمہ داروں کے علم اور ان کی دیانت پر اعتماد کرنا چاہیے۔

جیسا کہ عرض کر چکا ہوں اس سلسلہ میں جو کچھ لکھنا آپ ضروری سمجھیں اس کام کے مرکز کو دہلی لکھیں اور مجھے بالکل معذور تصور فرمائیں۔

والسلام

محمد منظور نعمانی نور اللہ مرقدہٗ

## باب سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فضائل اعمال، فضائل صدقات، بہشتی زیور، ہدایہ

اور

## تبلیغی کام پر غیر مقلدین کے وساوس

اوران کا مدلل محاسبہ

حضرت مولانا

## محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

کے

حقیقت انگیز قلم سے

# ”فضائل اعمال“ پر غیر مقلدین کے وساوس

وکیل اہلسنت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”تبلیغی جماعت“ جس کے متعلق کچھ معلومات آپ کو گذشتہ صفحات سے ہوئیں، یوم تاسیس سے ہی اس پر اعتراضات کا سلسلہ جاری ہے۔ اور ہر دور میں یہ وساوس اپنا رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ چنانچہ نصف صدی سے یہ جماعت غیر مقلدین کے عتاب کا شکار بھی ہے۔ مولانا اوکاڑویؒ کو اللہ پاک نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے چنا اور ان کے ذریعے ہزاروں انسانوں کا ایمان محفوظ رہا' بلکہ بہت سے خوش قسمت مرزائیت وغیرہ فرق باطلہ سے تائب ہو گئے تبلیغی جماعت سے حضرت کو خاص پیار تھا اور انہوں نے وقت بھی لگایا تھا۔ اس لیے مختلف مجالس میں اس کے خلاف وساوس کا ازالہ فرمایا کرتے تھے جسے ہم نے اکٹھا کر کے کتابی شکل دے دی ہے۔ فرماتے ہیں: ”کراچی کے سفر میں ایک صاحب سے ملاقات ہوئی جو اپنا نام مرزا وحید بیگ بتا رہے تھے وہ اصل میں پنجابی ہیں مگر عرصہ دراز سے امریکہ میں مقیم ہیں۔ انہوں نے اپنی سرگذشت یوں بیان فرمائی کہ میں یہاں سے ایف، اے کر کے امریکہ گیا تھا۔ ایک سال اس حال میں گزرا کہ دونوں عیدیں اور چند نمازیں بھی پڑھیں۔ آخر عید کی نماز میں دو تین ساتھیوں سے ملاقات ہوئی' جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے تھے' انہوں نے میرا ایڈریس نوٹ کیا اور مجھ سے رابطہ رکھا۔

## ”دعوت و تبلیغ“ نے زندگی کا رخ بدل دیا

مزید حالات سناتے ہوئے وہ نوجوان کہنے لگا ”ان تبلیغی حضرات کی صورت اور سیرت شریعتِ محمدیہ ﷺ کی ترجمان تھی، ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے مجھے بھی اسلامی زندگی کا احساس ہوا۔ میں نے تبلیغی جماعت کے ساتھ وقت لگانا شروع کر دیا، مجھے ایک عجیب ذہنی سکون اور قلبی راحت محسوس ہوئی اور الحمدللہ میں نماز روزے کا پابند بن گیا، حرام حلال کا امتیاز کرنے لگا، اپنے

وقت اور مال سے کچھ حصہ دین سیکھنے اور اس کی تبلیغ کرنے کے لیے وقف کر دیا۔ بیوی بچوں، دوست احباب، سب پر محنت کی اور ایک پرسکون دینی ماحول بن گیا اور میری زندگی کے پورے چار سال اسی طرح گذرے۔ میں نے اور میری بیوی نے گذشتہ زندگی کی نمازوں کو قضا کیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں جو کوتاہیاں ہوئی تھیں شرعی مسائل پوچھ کر ان کی ادائیگی اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ندامت اور توبہ کا شغل اختیار کیا۔ فضائل اعمال، تعلیم الاسلام اور بہشتی زیور کتابیں خریدیں اور ان کی تعلیم اور عمل میں کوشش کرتے۔''

## صراط مستقیم سے گمراہی کی طرف

چار سال کے بعد ایک عید کے موقعہ پر ہی دو تین نوجوانوں نے مجھے آگھیرا۔ بڑی گرمجوشی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے میرے دینی جذبات اور کوششوں کی تعریف کی۔ اگرچہ ان نوجوانوں کے چہرہ پر داڑھی تھی نہ ان کا لباس شرعی انداز کا تھا لیکن وہ دین سے لگاؤ اور محبت کا ذکر اس جوش سے کرتے تھے کہ میں ان کا گرویدہ ہوگیا ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوگیا۔ اس نیت سے کہ ان کے جذبہ کی قدر کر کے ان کو شرعی صورت و سیرت اور شرعی لباس اور احکام پر آسانی سے آمادہ کیا جاسکتا ہے۔ میں ان کے ہاں گیا ان کے پاس اسلامی کتابوں کی ایک لائبریری تھی۔

(قارئین! وہ نوجوان ان غیر مقلدین کو لے کر حضرت اوکاڑوی ؒ کے پاس آجاتا ہے۔ حضرت ان کے وساوس سنتے ہیں اور انہیں جوابات دے کر وساوس کا ازالہ فرما رہے ہیں، ہم نے اس ساری گفتگو کو وسوسہ نمبر اور ازالہ کے عنوان سے ترتیب دیا ہے۔)

## وسوسہ نمبر ا:۔ تبلیغ والوں کا دین انڈیا کا ہے نہ کہ مکہ مدینہ والا

وہ نوجوان کہنے لگا ''انہوں نے مجھے کہا کہ آپ لوگوں کا دین انڈیا سے آیا ہے اور ہمارا مکہ، مدینہ سے اور وہ یہ کہتے ہوئے ایک کتاب صلوٰۃ الرسولؐ، مصنفہ مولانا محمد صادق سیالکوٹی، مجھے دی کہ اگر مکے، مدینے کا دین ماننا ہے تو یہ کتاب پڑھو'' میں نے یہ کہتے ہوئے کتاب لے لی ''یہ کتاب تو سیالکوٹی کی ہے نہ کہ مکہ مدینہ کی۔'' انہوں نے کہا اگرچہ سیالکوٹ میں لکھی گئی مگر باتیں

مکہ مدینہ کی ہیں۔

میں نے ان غیر مقلدین سے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ نے بھی فضائل اعمال میں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ ﷺ اور نیک لوگوں کے واقعات ہی ذکر فرمائے ہیں۔ بہت عجیب کتاب ہے، میری زندگی میں یہ تبدیلی اسی کتاب کی مرہونِ منت ہے کہ میں بے نماز تھا، نمازی بن گیا۔ جھوٹ بولتا تھا اس سے توبہ کی، حلال حرام کا خیال نہیں کرتا تھا اب پوری کوشش کر کے حرام سے بچتا ہوں، میری صورت اور سیرت میں جو ''اسلامی رنگ'' ہے یہ اسی کتاب کی برکت ہے۔

## وسوسہ نمبر۲:۔ ''فضائل اعمال'' میں حوالہ جات نہیں

حضرت جی پھر انہوں نے فوراً میری بات کاٹتے ہوئے کہا کہ آپ پڑھے لکھے آدمی ہیں، شیخ الحدیث صاحب نے بہت سی باتیں بلا حوالہ نقل کر دی ہیں۔ انہوں نے مجھے کئی ایک مقامات دکھائے جہاں کوئی حوالہ نہ تھا اور پھر ''صلوٰۃ الرسول'' دکھا دکھا کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو ہر بات با حوالہ ہے۔ دین ہمیشہ باحوالہ اور مستند ہونا چاہیے نہ کہ بے حوالہ اور غیر مستند' اس بات سے وہ صالح نوجوان بالکل لاجواب ہو گیا اور واقعی بڑا دھچکا لگا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ نے بہت جگہ حوالے کیوں نہیں دیے؟ حضرت اوکاڑویؒ فرماتے ہیں اس نے یہ بتاتے ہوئے مجھے کہا کہ آپ مجھے اس بات کا جواب دیں۔ تاکہ ان غیر مقلدین کو مطمئن کر سکوں۔

**ازالہ**:۔ میں نے کہا ''اس کا جواب حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ خود دے چکے ہیں۔''

فرماتے ہیں: ''اس جگہ ایک ضروری امر پر متنبہ کرنا بھی لابدی ہے وہ یہ کہ میں احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ، تنقیح الرواۃ، احیاء العلوم کی شرح اور منذری کی ترغیب وترہیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے مواد لیا ہے، اس لیے ان کے حوالہ کی ضرورت نہیں سمجھی۔ البتہ ان کے علاوہ کہیں اور سے کیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا ہے۔ (فضائل قرآن ص ۷)

اس نے اس عبارت کو تین دفعہ پڑھا اور کہنے لگا ''حضرتؒ نے واقعی بات واضح فرمادی لیکن میں نے پورا مطالعہ نہیں کیا۔''

## آپ اپنا طرز عمل خود ہی دیکھ لیں

پھر میں نے کہا کہ ''صلوٰۃ الرسول (ان غیر مقلدین کی نماز کی مشہور کتاب)'' میں بھی کئی باتیں بلاحوالہ درج ہیں ص ۴۴۹ تا ص ۴۵۴ جو اذکار اور اعمال درج کیے ہیں وہ سب بلاحوالہ درج ہیں۔ چنانچہ مولوی عبدالرؤف (ان کے اپنے مولوی غیر مقلد عالم) صلوٰۃ الرسول کلاں کے حاشیہ پر آیت کریمہ کے عمل کا یوں مذاق اڑاتا ہے:۔

کیا ایسا بہتر نہیں ہے کہ یہ وظیفہ آیت کریمہ کرنے والے کو ایک مچھلی نما صندوق میں بند کر کے کسی دریا میں یا سمندر میں پھینک دیا جائے۔ تاکہ حضرت یونسؑ کے مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے کا نہ صرف نقشہ ہی کھنچ جائے بلکہ یونسؑ والی صحیح کیفیت پیدا ہو جائے۔ اس طریقہ سے عمل کرنے سے اکتالیس دن انتظار کی ضرورت نہیں بلکہ چند ہی گھنٹوں میں بفضلہٖ تعالیٰ ہر قسم کے ہموم و غموم کے بادل چھٹ جائیں گے۔ کسی طرح کی بھی مشکل و مصیبت باقی نہ رہے گی، بلکہ سب پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات ابدی مل جائے گی۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' مجھے نہایت تعجب بھی ہے اور افسوس بھی کہ اس قسم کی لایعنی چیزیں اور خرافات ہم سلفیین میں کدھر سے گھس آئیں باللہ علیکم کیا اس قسم کی باتیں اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس سے استہزاء کے مترادف نہیں؟ یہ طریقے کس آیت قرآنی اور کس حدیث نبویؐ سے ماخوذ ہیں۔ (اس محفل میں بیٹھے غیر مقلدین بڑے حیران ہیں کہ ہمارے ہی مولوی نے ہماری ہی کتاب کو غلط قرار دیا ہے)

(صلوٰۃ الرسول محشی ص ۵۰۴)

**غلط حوالہ جات:۔** وہ آنے والا نوجوان تو یہ بے حوالہ باتیں اور ان پر تبصرہ پڑھ کر ہی حیران ہو رہا تھا کہ میں نے بتایا کہ صلوٰۃ الرسول میں بہت سے حوالے غلط ہیں۔ دیکھئے صلوٰۃ الرسول ص ۱۳۶ پر زیر عنوان ''نماز کے لامثال محاسن'' فضائل کی ۱۲۴ احادیث نقل کی ہیں اور حوالہ صحاح ستہ کا دیا ہے مگر ان میں سے ۱۴ احادیث ''۱، ۵، ۶، ۷، ۸، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷۔ ۲۰ کا نشان تک صحاح میں نہیں ہے۔ اسی طرح مولوی عبدالرؤف صاحب (غیر مقلد اپنے ہی مولوی کی خبر لیتے

ہوئے) ہی لکھتے ہیں:

بعض ایسی احادیث بھی ہیں کہ موصوف نے انہیں جن کتب، کی طرف منسوب کیا ہے ان کتب میں وہ نہیں پائی جاتیں۔ مثلاً ۲۷۸، ۲۸۳، ۳۱۱، ۳۴۳، ۳۵۸، ۵۰۹، ۵۷۱، ۶۶۰، ۶۳۹، ۶۶۵، ۶۶۷، ۲۷۷، (صلوٰۃ الرسول محشی ص ۱۴) یہ بارہ احادیث بھی ایسی ہیں کہ جن کے حوالے غلط ہیں۔ مثال کے طور پر ۲۶ غلط حوالے دیے ہیں ورنہ ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' میں نے کہا ''اس چھوٹی سی کتاب میں غلط حوالوں کی اتنی بھرمار۔'' اب تو مرزا وحید بیگ بھی دریائے حیرت میں غرق ہے اور بار بار کہہ رہا تھا کہ یا اللہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں۔

## وسوسہ نمبر ۳:۔ فضائلِ اعمال میں ضعیف احادیث ہیں

جناب وحید صاحب نے کہا کہ پھر ان غیر مقلدوں نے مجھے بتایا کہ اکثر باتیں تو شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ بلا حوالہ لکھیں اور جن کا حوالہ دیا ان میں سے بھی اکثر ضعیف، جھوٹی اور من گھڑت احادیث لکھ دیں لیکن صلوٰۃ الرسول میں ایک بھی ضعیف حدیث نہیں ہے۔ وحید صاحب نے بتایا کہ ان کا یہ اعتراض تو واقعی بہت وزنی تھا جس سے میں فضائل اعمال سے دل برداشتہ ہو گیا۔

**ازالہ:۔** میں نے کہا دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کا یہ اعتراض محدثین کے مسلمہ اصول کے خلاف ہے کیونکہ محدثین کا اصول ہے کہ فضائل اور ترغیب و ترہیب میں ضعیف احادیث مقبول ہیں۔ خود حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس اصول کو بیان فرمایا۔ چنانچہ فضائل نماز کے آخر میں آخری گزارش کے تحت فرماتے ہیں:

''اخیر میں اس امر پر تنبیہ ضروری ہے کہ حضرات محدثینؒ کے نزدیک فضائل کی روایات میں توسع ہے اور معمولی ضعف قابل تسامح، باقی صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے واقعات تو تاریخی حیثیت رکھتے ہی ہیں اور ظاہر ہے کہ تاریخ کا درجہ حدیث کے درجہ سے کہیں کم ہے''

(فضائلِ نماز ص ۹۶)

ایک جگہ فرماتے ہیں ''اگر چہ محدثانہ حیثیت سے ان پر کلام ہے لیکن یہ کوئی فقہی مسئلہ نہیں جس میں دلیل اور حجت کی ضرورت ہو مبشرات اور منامات ہیں۔'' (فضائل درود ص ۵۶)

## قرآنی اصول اور فضائلِ اعمال

میں نے مزید کہا میں اس کی تھوڑی سی تفصیل عرض کر دیتا ہوں۔ (جس سے معلوم ہوگا کہ ''فضائل اعمال'' کی احادیث معتبر ہیں)

جس طرح سارے حساب کا خلاصہ دو ہی قاعدے ہیں، جمع اور تفریق۔ حدیث کی سند کے راوی میں بھی بنیادی طور پر دو ہی باتیں دیکھی جاتی ہیں، حفظ اور عدالت، (راوی ایسا ہو کہ) اس کا حافظہ اچھا ہو اور وہ نیکوکار ہو فاسق فاجر نہ ہو۔ اگر راوی میں ضعف حفظ کی وجہ سے ہے تو اس کو محدثین ''ضعفِ قریب'' کہتے ہیں کیونکہ متابعت یا شواہد سے ختم ہو جاتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کی گواہی کو ایک مرد کے برابر قرار دے دیا ہے وجہ یہ ہی بتائی ہے کہ اگر ایک عورت بھول جائے گی تو دوسری یاد دلا دے گی، اسی سے محدثین نے یہ اصول بنا لیا کہ اگر ایک حدیث کی دو سندیں ہوں اور دونوں میں ایک راوی ایسا ہو کہ جس کا حافظہ کمزور ہو تو دونوں سندیں مل کر وہ حدیث صحیح مانی جائے گی۔ اسی لیے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ علیہ بہت جگہ یہ تحریر فرما دیتے ہیں ''یہ مضمون بہت سی روایات میں آیا ہے'' تاکہ معلوم ہو جائے کہ شواہد اور متابعات کی وجہ سے مقبول ہے۔ اب ان روایات کو رد کرنا گویا قرآنی اصول کا انکار کرنا ہے تو یہ اعتراض حضرت رحمۃ اللہ کی بجائے قرآن پاک پر ہونا چاہیے۔ (وحید صاحب حیران تھے کہ قرآن وحدیث کے نعرے لگا کر مجھے دین سے دور کرنے والے خود قرآنی اصول سے ناواقف ہیں)

آگے مولانا نے مزید فرمایا:

## فضائل میں ضعیف احادیث معتبر ہیں

اور اگر راوی عادل نہ ہو تو اس کو ضعف شدید کہتے ہیں اس لیے احکام میں اس کی روایت حجت نہیں ہوتی مگر فضائل اور تاریخ میں سرے سے عدالت ہی شرط نہیں ہے۔ رسول اقدس ﷺ فرماتے ہیں: حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج (بخاری ج۱/۴۹۱، ترمذی ج۲/ص۱۰۷) بنی اسرائیل سے روایت کرو کوئی حرج نہیں۔ جب ترغیب وترہیب کے واقعات کافروں تک سے روایت کرنے کی اجازت ہے تو یہ غیر عادل راوی کیا ان یہود سے بھی بدتر ہیں؟ (ہرگز نہیں) پھر

یہاں بھی جب کئی طریقوں سے روایت ہو اس کے بیان میں کوئی حرج نہیں، ہاں احکام میں ایسے راویوں کی روایت حجت نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے جو روایات لی ہیں وہ قرآن پاک، احادیث نبویہ اور محدثین کے اصولوں کے عین مطابق لی ہیں اور سب محدثین نے فضائل میں یہی طریق اختیار فرمایا ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ شرح مسلم ج/ص ۲۱ اور شیخ ابن تیمیہ فتاویٰ ج ۱۸/ ص ۶۵۔۶۸ پر تصریح فرماتے ہیں کہ فضائل میں ضعاف مقبول ہیں۔

## اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت

میں نے کہا آپ حیران ہوں گے کہ صلوٰۃ الرسول میں نہ صرف فضائل میں بلکہ احکام میں بھی ضعیف احادیث کی بھرتی کر دی گئی ہے۔ (ان کے اپنے) مولوی عبدالرؤف صاحب نے نمبر وار ۸۴، احادیث کی نشاندہی کی ہے جو انتہائی ضعیف احادیث ہیں۔ ۶، ۱۳، ۱۴، ۱۶، ۲۲، ۳۴، ۵۲، ۵۳، ۵۶، ۵۳، ۵۶، ۶۶، ۷۳، ۷۵، ۸۸، ۱۰۷، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۵۳، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۲، ۱۷۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۴، ۲۲۴، ۲۲۶، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۶، ۲۳۹، ۲۴۱، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۸، ۳۶۳، ۳۸۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۹، ۴۴۴، ۴۴۸، ۴۵۹، ۴۶۱، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۸۵، ۵۴۱، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۵۱، ۵۵۷، ۵۶۵، ۵۷۸، ۵۸۴، ۵۸۶، ۶۲۶، ۶۳۰، ۶۵۴، ۶۶۰، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۷۳، ۶۷۹، ۶۸۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۹، ۷۰۳۔ یہ تمام احادیث انتہائی ضعیف ہیں۔ اسی کو کہتے ہیں ”دیگراں را نصیحت خود میاں فضیحت“ یہ دیکھ کر تو جناب وحید صاحب بہت پریشان تھے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے۔

”ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور“

## وسوسہ نمبر ۴:۔ یہ فضائلِ صدقات وغیرہ شرک سے پُر ہیں

پھر مجھے انہوں نے بتلایا کہ یہ فضائل اعمال تو سارا شرک سے بھرا ہوا ہے۔ فضائل صدقات، فضائل درود اور فضائل حج میں ایسے واقعات ہیں جو واقعۃً شرک کی تعلیم دیتے ہیں۔ کچھ دن تو میں پریشان رہا کہ یہ کتاب ساری دنیا میں پھیل چکی ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی

زندگیوں میں اس نے انقلاب پیدا کر دیا ہے، سینکڑوں علماء نے ابھی اسے دیکھا ہے مگر کسی مفتی، محدث اور فقیہ کی نظر یہاں تک نہیں گئی جہاں تک ان کلرکوں کی پہنچ گئی ہے مگر ان واقعات کی کوئی تاویل مجھے بھی سمجھ نہ آتی تھی آخر نہ صرف یہ کہ میں نے تبلیغی جماعت کو چھوڑ دیا بلکہ ان کے سخت مخالف ہو گیا کیونکہ میرے علم کے مطابق یہ لوگ (تبلیغی جماعت والے) شرک کے مبلغ تھے اور ان کی نمازیں بھی غلط در غلط تھیں۔ اب میرے نزدیک، نماز، روزے، حج اور جہاد سے سب سے بڑی نیکی تبلیغی جماعت کی مخالفت تھی۔ گھر میں، بازار میں، دفتر میں، مجالس میں، مساجد میں، میرا یہی جہاد ہے کہ یہ جماعت توحید نہیں شرک کی داعی ہے اور اسلام نہیں حنفیت کی پرچار کرتی ہے۔

اگرچہ اب مجھ میں جماعت اور تکبیر اولیٰ کی پابندی کا کوئی ذوق نہیں، حلال، حرام کی بھی زیادہ تفتیش باقی نہیں رہی مگر توحید وسنت کا نشہ ہے جس کے بعد ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے، اپنی نماز کا وہ اہتمام باقی نہیں رہا مگر دوسروں کو مشرک اور بے نماز کہنے کا ذوق بڑھ گیا ہے، اپنی اصلاح کی بھی خاص فکر نہیں رہی کیوں کہ ان سب سے مقدم اس ساری دنیا کو شرک سے بچانا ہے جن کو فضائل اعمال کے مطالعہ نے مشرک بنا دیا ہے۔ اگرچہ دنیا میں مجھے اس میں خاص کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ دو سال کی محنت شاقہ سے میں بمشکل دو کلرکوں کو تبلیغی جماعت سے کاٹ سکا ہوں جب کہ ہزاروں نئے آدمی اس جماعت سے جڑ گئے ہیں لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ سے پورے پورے اجر کا امیدوار ہوں۔

## کرامات کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے ایک اعتراض

وحید صاحب نے ایک اور کتاب دکھائی یہ ایک کالج کے لیکچرار غیر مقلد نے ''الدیوبندیہ'' یعنی علمائے دیوبند کے عقائد ''دیوبندیت'' بریلوی دیوبندی ایک ہیں'' اور'' تبلیغی جماعت کا اسلام'' نامی رسالے لکھے ہیں جن میں صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی متشابہات یا شطحیات جمع کر دی ہیں لیکن ان میں سے کسی رسالہ میں یہ نہیں بتایا کہ متشابہات اور شطحیات کا شرعی حکم کیا ہے حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ کرامات اور شطحیات میں چونکہ ان لوگوں کے اختیار وارادہ کو دخل نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں جیسے خواب میں کلمۂ کفر کسی کی زبان سے جاری ہو جائے تو اسے کافر نہیں کہا جاتا، خواب میں کوئی گناہ کا کام کرے تو اسے ہرگز گناہ گار نہیں کہا جاتا لیکن غیر

مقلدین کی بدنصیبی ہے کہ ان کے حصہ میں قرآن پاک میں سے متشابہات، احادیث میں سے متعارضات، فقہ سے شواذ اور تصوف سے شطحیات آئی ہیں یہی ان کا ''علمی حدود اربعہ'' ہے۔

**ازالہ نمبر ۲:......** میں نے کہا وحید بھائی جن واقعات کی طرف آپ اشارہ فرمارہے ہیں وہ کرامات ہیں، ان کو خرق عادات بھی کہتے ہیں یعنی

(1) عادت یہ ہے کہ مرد عورت دونوں کے ملاپ سے اولاد پیدا ہو مگر خرق عادت یہ ہے کہ بی بی مریم کو بغیر مس بشر کے بیٹا مل جائے۔

(2) عادت یہی ہے کہ اونٹنی اونٹنی سے پیدا ہو اور خرق عادت یہ ہے کہ اونٹنی پہاڑ سے پیدا ہو۔

(3) عادت یہی ہے کہ سانپ سپنی کے انڈے سے نکلے اور خرق عادت یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن جائے۔

(4) عادت یہی ہے کہ آپریشن یا دوا سے جھلی دور ہو جائے اور نابینا دیکھنے لگے اور خرق عادت یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کی قمیص اور عیسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ لگنے سے بینائی آجائے۔

(5) عادت یہی ہے کہ بیل بیلوں کی طرح آواز نکالے اور بھیڑیا بھیڑیوں کی طرح مگر خرق عادت یہ ہے کہ بیل اور بھیڑیا انسانوں کی طرح کلام کریں، ان میں جو باتیں عادت ہیں ان میں کچھ انسان کا بھی اختیار ہوتا ہے لیکن خرق عادت میں اختیار اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے اور ظہور مخلوق کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔

## غیر مقلدیت یا عیسائیت پسندی......؟

دیکھئے قرآن پاک میں مسیح علیہ السلام کے معجزات مذکور ہیں، مسلمان بھی ان معجزات کو برحق مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ یہ معجزات عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے مگر یہ سب قدرت خداوندی کا ظہور تھا۔ جب مسلمان ان کو قدرت الٰہی کا ظہور مانتے ہیں تو ان کو ہر ہر معجزہ دلیل توحید نظر آتا ہے لیکن عیسائی ان معجزات کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عادت اور ان کے اختیار سے مانتے ہیں تو انہوں نے ایک ایک معجزہ کو دلیل شرک بنالیا۔ اب ان معجزات سے شرک کشید کر لینا اس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کا قصور تھا نہ عیسیٰ علیہ السلام کا، قصور تو عیسائی ذہنیت کا تھا جس نے توحید کو شرک بنا ڈالا۔ بالکل اسی طرح ہم اہلسنت والجماعت جب کرامات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کو

خدا تعالیٰ کے علم وقدرت کا کرشمہ یقین کرتے ہیں اس لیے ہمیں ان کرامات میں توحید ہی توحید نظر آتی ہے، اور آپ لوگ جب ''تبلیغی نصاب'' کا مطالعہ عیسائی ذہن سے کرتے ہیں تو آپ کو وہ کرامات شرک ہی شرک نظر آتی ہیں تو قصور نہ اللہ تعالیٰ کا ہے کہ اس نے ان بزرگوں کی عزت افزائی کے لیے اپنی قدرت نمائی کیوں کی اور نہ ہی ان بزرگوں کا، قصور تو سارا اس عیسائی ذہنیت کا ہے۔ اگر آپ بھی اس عیسائی ذہنیت سے توبہ کر کے اسلامی ذہن سے مطالعہ کریں تو آپ کو توحید ہی توحید نظر آئے گی۔

## کرامات کا انکار قدرت خداوندی کا انکار ہے

اب وحید صاحب بڑے غصے میں تھے (اور ان نوجوانوں سے جواب دینے کا کہہ رہے تھے) لیکن غیر مقلدین نے اور سوال کیا کہ ان واقعات میں تو ایسی ایسی باتیں ہیں جو ہو ہی نہیں سکتیں، بالکل ناممکن ہے۔ میں نے پوچھا کس سے نہیں ہو سکتیں خالق سے یا مخلوق سے؟ اگر مخلوق سے نہیں ہو سکتیں تو بالکل درست مگر ان کو مخلوق کا فعل قرار دینا ہی تو عیسائی ذہنیت ہے اور اگر کہو کہ خالق سے بھی نہیں ہو سکتیں تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت کا انکار ہے۔ اگر آپ اس کے منکر ہیں اور خالق کی قوت اتنی ہی مانتے ہیں جتنی آپ کی کہ جو آپ سے نہ ہو سکے وہ خدا سے بھی نہیں ہو سکتا تو اپنی توحید کی خیر منایئے اور توبہ کیجئے۔ اللہ والوں کی کرامات کا انکار نہیں یہ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔

**وسوسہ نمبر ۵:** بزرگوں کی طرف جھوٹے واقعات منسوب ہیں کیونکہ لوگ اپنے بزرگوں کے لیے غلط اور جھوٹے واقعات گھڑ لیتے ہیں تو ان کا کیا اعتبار؟

**ازالہ:** جھوٹ کہاں نہیں گھڑا گیا لوگوں نے جھوٹے خدا بنائے، جھوٹے نبی بنائے، جھوٹی حدیثیں بنائیں، جعلی کرنسی بنائی تو کیا صرف جھوٹے خداؤں کا ہی انکار کرو گے یا ساتھ ہی سچے خدا کا بھی انکار کرو گے؟ صرف جھوٹے نبیوں کا ہی انکار کرو گے یا سچوں کا بھی انکار کرو گے؟ صرف جھوٹی حدیثوں کا انکار کرو گے یا سچی احادیث کو بھی چھوڑ دو گے؟ صرف جعلی کرنسی سے بچو گے یا اصلی کرنسی بھی گلی میں پھینک دو گے؟ یہاں بھی جھوٹے واقعات کو ماننے کی آپ کو کس نے دعوت دی ہے؟ اور سچے واقعات سے انکار کیوں ہے؟

**وسوسہ ٦:** وحید صاحب نے غیر مقلیدین کا سوال دھراتے ہوئے کہا ایسے واقعات کو کیسے مان لیا جائے؟ ان میں ایسی باتوں کا ذکر ہے جو انبیاء علیہم السلام اور صحابہؓ کے لیے بھی ظاہر نہیں ہوئیں، نبی اور صحابہ کا مقام تو ولی سے بہت بلند ہے۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ ایک خرق عادت نبی اور صحابی کے ہاتھ پر تو ظاہر نہ ہو اور کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو جائے۔

**ازالہ:** (مولانا نے جواباً کہا) عجیب بات ہے جہاں قیاس جائز ہو وہاں تو آپ اس کو شرک کہتے ہیں اور خرق عادات میں قیاس شروع کر دیا ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو خواب نظر آتے ہیں یا نہیں؟ اس نے کہا آتے ہیں۔ میں نے کہا بالکل وہی جو انبیاء اور صحابہ کرام کو آئے یا اور بھی؟ اس نے کہا یہاں انبیاء اور صحابہ کا کیا ذکر اللہ تعالیٰ جس کو خواب چاہیں دکھا دیں۔

**مثال نمبر ١:**...... میں نے کہا بعض اوقات ایک چھوٹے بچے کو خواب نظر آتا ہے اور صبح بتاتا ہے کہ آج خواب میں، میں نے دیکھا کہ نانا ابو آئے ہیں اور واقعتاً وہ آ بھی جاتے ہیں اور خواب سچا ہو جاتا ہے مگر اس خواب کا کوئی یہ کہہ کر انکار نہیں کرتا کہ گھر کے بڑوں کو یہ خواب نہیں آیا تو ہم کیسے مان لیں کہ بچے کو خواب آ گیا؟ (یہ کوئی بھی نہیں کہتا اور سارے مان لیتے ہیں)

**مثال نمبر ٢:**...... دیکھو بی بی مریم ولیہ ہیں ان کو بے موسم پھل مل رہے ہیں مگر حضرت زکریا علیہ السلام جو نبی ہیں ان کو نہیں مل رہے یہ اللہ کی دین ہے۔

**مثال نمبر ٣:**...... سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو خاوند کے ہوتے ہوئے لڑکی بھی نہیں دی اور بی بی مریم کو بغیر خاوند کے لڑکا عطاء فرما دیا۔

**مثال نمبر ٤:**...... حضرت یعقوب علیہ السلام ہاتھ مبارک روزانہ منہ پر پھرتے ہیں مگر بینائی واپس نہیں آئی، حضرت یوسف علیہ السلام کی صرف قمیض لگنے سے بینائی واپس آ گئی۔

**مثال نمبر ٥:**...... جو ہوا سلیمان علیہ السلام کا تخت اٹھائے پھرتی تھی اس ہوا کو یہ حکم نہیں ملا کہ سفر ہجرت میں آپ ﷺ کو ایک لمحہ میں مدینہ پہنچا دے۔

**مثال نمبر ٦:**...... حضرت سلیمان علیہ السلام نبی ہیں لیکن تخت بلقیس کا آنا ان کے صحابی کی کرامت ہے۔

**مثال نمبر ٧:**...... یہ اللہ تعالیٰ کا اختیار ہے وہ چاہیں تو ہزاروں میل دور بیت المقدس کا کشف ہو

جائے، جنت دوزخ کا کشف ہو جائے اور نہ چاہیں تو چند میل سے سیدنا عثمانؓ کی شہادت کی غلط خبر آئے اور آپؐ بیعت لینا شروع فرما دیں۔
مثال نمبر ۸:....... وہ نہ چاہے تو کنعان کے کنویں میں یوسف علیہ السلام کا یعقوب علیہ السلام کو پتہ نہ چلے اور جب چاہے تو مصر سے یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو کنعان میں سونگھا دے۔ مین نے کہا آپ جو ساری دنیا کو مشرک کہہ رہے ہیں اس پر نظر ثانی کریں اور توبہ کریں۔
(کرامات میں اللہ کی طاقت کی طرف نظر رکھیں)

## صوفیاء کرام کے بارہ میں نواب صدیق حسن کی نصیحت

فضائل اعمال وغیرہ میں صوفیاء پر یہ اعتراض غیر مقلدین کی اپنی کتب سے ناواقفیت کی بناء پر کیا گیا ذیل کی تحریر ان کے مسلم عالم کی ہے۔ نواب صاحب فرماتے ہیں:
کہ صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے حالات میں چار امر قابل بحث ہیں۔
(امر اوّل)...... مجاہدات، ان کا تعلق اذواق و مواجید اور محاسبہ نفس و اعمال کے ساتھ ہے۔ انہی اذواق کی منتہا اور غایات کو مقامات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔
(امر دوم)...... کشف و ادراک حقائق عالم غیب جس کا تعلق صفات ربانیہ۔ عرش و کرسی و ملائکہ و وحی و نبوت و روح و حقائق موجودات غائب و شاہد و ترکیب اکوان وغیرہ سے ہے۔
(امر سوم)...... تصرفات انواع کرامات کے ساتھ اکوان و عوالم میں۔
(امر چہارم)...... الفاظ موہومہ یعنی شطحیات بعض لوگ ان امور چہارگانہ کے منکر ہیں، بعض محسن ہیں اور بعض تاویلات کے قائل ہیں۔
بہر حال امر اوّل میں کوئی کلام و انکار نہیں ہو سکتا۔ صوفیاء کرام کے اذواق بالکل صحیح ہیں اور ان کا تحقق عین سعادت ہے۔
اسی طرح امر دوم صحیح نا قابلِ انکار ہے اگر چہ بعض علماء نے انکار کیا ہے، مگر یہ انکار حق کے مقابل کوئی چیز نہیں ہے۔
امر سوم یہ انواع متشابہات میں سے ہے اس لیے اس کا تعلق وجدانِ قلبی سے ہے، محض الفاظ و لغت سے ان کی مرادات پر اطلاع نہیں ہو سکتی الفاظ تو محض محسوساتِ متعارفہ کی تعبیر کے

لیے وضع کیے گئے ہیں۔

امر چہارم شطحیات اس کا تعلق غلبہ حال اور واردات سے ہے محسوسات سے بیگانہ وار رہتے ہیں اسی سبب سے بعض اوقات ان کی زبان سے ایسے کلمات صادر ہو جاتے ہیں جو ان کے قصد وارادہ سے نہیں ہوتے ظاہر ہے کہ جو شخص مغلوب الحال ہو وہ ہر طرح معذور اور مجبور ہے اس قسم کے لوگوں میں سے جو شخص صاحب فضل ولائق اقتدا ہو اس کے کلمات موہومہ کو مقصد جمیل پر محمول کرنا چاہیے۔ (ماثر صدیقی ص ۱۵۱/ جلد ۴ مرتب: حضرت پیران پیر اور غیر مقلدین)

**وسوسہ نمبر ۷:** غیر مقلد نے کہا کیونکہ تبلیغی جماعت والے مقلد ہیں اور یہ جو نماز پڑھتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے محض اندھی تقلید ہے کیا یہ نماز قبول ہو گی؟

**ازالہ:** آپ ایمانداری سے بتائیں کہ آپ کو تکبیر تحریمہ سے لے کر سلام تک نماز کے ہر ہر قول اور ہر ہر فعل کی دلیل تفصیلی یاد ہے؟ اگر ہے تو ذرا سنا دیں! اس نے کہا کہ دو تین مسائل کے علاوہ مجھے کسی مسئلے کی دلیل یاد نہیں۔ میں نے کہا تو آپ کے اقرار سے آپ کی نماز ستانوے فیصد تقلیدی ہے وہ کیسے قبول ہو گی؟ اب وہ پریشان سا ہوا کہنے لگا وہ کہتے ہیں کہ:

**وسوسہ نمبر ۸:** ہم صرف قرآن وحدیث کو مانتے ہیں اور حنفیوں سے حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں اور لاکھوں روپے انعام رکھتے ہیں مگر کوئی حنفی جواب نہیں دیتا۔

**ازالہ:** ہم بھی دو حدیثیں آپ سے پوچھتے ہیں آپ ہی میرا مطالبہ پورا فرما دیں اور کروڑ روپیہ فی حدیث انعام لے لیں۔

## غیر مقلدین سے چند سوالات

پہلا سوال:...... ایک حدیث ایسی لائیں کہ امام کے پیچھے مقتدی کو ۱۱۳ سورتیں پڑھنی حرام ہیں، صرف ایک سورۃ فاتحہ پڑھنی فرض ہے اس کے پڑھے بغیر مقتدی کی نماز نہیں ہوتی اور اس حدیث کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو (کیونکہ تمہارے نزدیک اللہ اور رسول ﷺ کے سوا کسی کی بات حجت نہیں)

دوسرا سوال:...... چار رکعت نماز میں آٹھ سجدے ہوتے ہیں۔ آپ نہ آٹھ سجدوں میں جاتے وقت رفع یدین کرتے ہیں اور نہ اٹھتے وقت۔ گویا سولہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور دوسری اور چوتھی

رکعت کے شروع میں بھی رفع یدین نہیں کرتے تو کل اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے اور چار رکعت میں رکوع ہوتے ہیں۔ آپ رکوع جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہیں، یہ آٹھ رفع یدین ہوئیں اور پہلی اور تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرتے ہیں تو کل دس جگہ رفع یدین ہوئیں۔ آپ ایک اور صرف ایک اور صرف ایک حدیث پیش فرمائیں کہ آنحضرت ﷺ اٹھارہ جگہ رفع یدین نہیں کرتے تھے اور دس جگہ کرتے تھے اور یہ آپ کا ہمیشہ کا عمل تھا جو اس طرح نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی؟ اور اس حدیث کو اللہ یا رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا ہو۔ ہم آپ کو انعام بھی دیں گے اور اہلحدیث بھی ہو جائیں گے۔ صرف ایک غیر جانبدار عربی پروفیسر یہ تصدیق کر دے کہ واقعی دونوں حدیثوں میں مطلوبہ پانچ باتیں پائی گئی ہیں۔ وحید صاحب نے کہا مجھے تو ایسی حدیثیں معلوم نہیں میں اپنے (غیر مقلدین) علماء سے ان کا مطالبہ کروں گا اگر میں لے آیا تو آپ کو اہلحدیث ہونا پڑے گا اور اگر نہ لا سکا تو میں اہلسنت والجماعت حنفی بن جاؤں گا۔ میں نے کہا بالکل درست۔ وہ چلا گیا۔ (اور غیر مقلدین بھی چلے گئے)

## اہل حدیث سے مطالبہ حدیث شرارت کیوں؟

تین دن بعد وحید صاحب اکیلے آئے اور کہا میں نے تین دن آرام نہیں کیا، ایک ایک مولوی صاحب کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ صرف دو مطلوبہ حدیثیں لکھ دو لیکن کسی نے حامی نہیں بھری بلکہ ناراض ہوئے کہ ایسے سوالات ہمارے پاس آئندہ نہ لانا، یہ سوالات محض شرارت کے لیے ہیں۔ وحید صاحب کہتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ اگر ایسے سوال آپ کریں تو اس کو تو آپ عمل بالحدیث کہتے ہیں اور وہ لوگ آپ سے حدیث پوچھ لیں تو اس کو آپ شرارت کہتے ہیں۔ وحید صاحب نے کہا کہ وعدہ کے مطابق تو مجھے اہلسنت والجماعت حنفی بن جانا چاہیے مگر میرے ابھی اور بھی اشکالات ہیں۔

## صرف دو حدیثوں کا سوال

**وسوسہ نمبر۹**: وحید صاحب نے کہا معلوم ہے ہوا کہ سورۃ فاتحہ فرض ہے اور مقتدی اگر سورۃ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز بالکل نہیں ہوتی۔

**ازالہ**: میں نے کہا کہ دو آیتیں یا حدیثیں مجھے لکھوا دیں میں آپ کا بہت شکر گزار رہوں گا۔ ایک تو

یہ کہ مقتدی پر سورۃ فاتحہ فرض ہے اور دوسری حدیث یہ لکھوائیں کہ نماز میں کل فرائض کتنے ہیں؟ آپ کے تمام علماء مل کر یہ دو حدیثیں نہیں دکھا سکتے۔

میں نے کہا وحید صاحب! اہلسنت والجماعت کا دین کامل ہے ان کا فقہ میں فرائض کی پوری تفصیل ہے، غیر مقلدین کا دین ناقص ہے یہ بے چارے کسی حدیث سے مکمل فرائض نہیں دکھا سکتے اس نے کہا یہ کیا بات ہے اگر نہ دکھا سکیں گے تو میں وہ ناقص دین چھوڑ دوں گا۔

میں نے کہا اب تک آپ جو نماز پڑھتے آرہے ہیں آپ کو فرائض تک معلوم نہیں چہ جائے کہ ان کے دلائل، تو آپ یہ نماز کن کی اندھی تقلید میں پڑھ رہے ہیں۔ تقلید تو آپ کے ہاں شرک ہے تو نماز پڑھ کر آپ نمازی بنتے ہیں یا مشرک؟۔

## رفع یدین کے متعلق ایک سوال

**وسوسہ نمبر ۱۰**: اس نے کہا کہ اٹھارہ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت ہے اور دس جگہ ہمیشہ رفع یدین کرنا سنت ہے اور حنفیوں کی نماز بالکل خلاف سنت ہے۔

**ازالہ**: میں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ کامل اہلحدیث بنوں نہ کہ آپ کی طرح ناقص، اس لیے یہاں بھی آپ دو احادیث مجھے دکھائیں ایک وہ حدیث جس میں صراحت ہو کہ اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین سنت ہے اور دس جگہ رفع یدین کرنا سنت ہے اور دوسری وہ حدیث دکھائیں کہ چار رکعت نماز میں کل کتنے اقوال اور افعال سنت ہیں تا کہ پتہ چلے کہ آپ کا دین کامل ہے یا ناقص؟ اس نے کہا مجھے تو ایسی حدیث یاد نہیں میں نے کہا بڑی حیرت ہے کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو آپ مشرک اور بے نماز کہتے نہیں تھکتے اور اپنی نماز سے اتنے غافل ہیں کہ نہ نماز کے فرائض کی حدیث یاد ہے نہ نماز کی سنتوں کی حدیث یاد ہے قیامت کو حساب پوری نماز کا ہوگا یا صرف ایک فرض اور ایک سنت کا؟ آپ اپنے پر رحم کریں اور دوسروں کو بے نماز کہنے کی بجائے اپنی مکمل نماز حدیث سے ثابت کریں۔

**وسوسہ نمبر ۱۱**: مسئلہ فاتحہ خلف الامام کے متعلق وحید صاحب نے کہا کہ پوری امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

**ازالہ**: میں نے کہا "آپ پوری امت شاید کسی غیر ذمہ دار غیر مقلد کو سمجھتے ہیں وحید صاحب! آپ کو شاید معلوم نہیں کہ غیر مقلد علماء نے اس مسئلہ میں ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ سنئے! امام احمد

رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''ہم نے اہل اسلام میں سے کسی سے نہیں سنا جو یہ کہتا ہو کہ جب امام جہر سے قرأت کرتا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے قرأت نہ کرے تو اس کی نماز فاسد ہوگی۔ فرمایا کہ یہ آنحضرت ﷺ ہیں اور یہ آپؐ کے صحابہؓ اور تابعین رحمہم اللہ ہیں اور یہ امام مالک ہیں اہل حجاز ہیں، یہ امام ثوری رحمۃ اللہ ہیں اہل عراق میں یہ امام اوزاعی رحمہ اللہ ہیں اہل شام میں اور یہ امام لیث رحمہ اللہ ہیں اہل مصر میں، ان میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا کہ جب کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کا امام قرأت کرے اور مقتدی قرأت نہ کرے تو اس کی نماز باطل ہے۔ (مغنی ابن قدامہ ج۱/ص۲۰۲) وحید صاحب! معلوم ہوگیا کہ پورے خیر القرون میں ایک مسلمان بھی بے نماز کہنے میں ان کا ہمنوا نہیں ہے۔

## پوری امت سے ہٹ کر موقف اختیار کیا ہے

مزید پڑھیے امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر دور قریب کے محققین علمائے اہلحدیث تک کسی کی تصنیف میں یہ دعویٰ نہیں کیا گیا کہ فاتحہ نہ پڑھنے والے کی نماز باطل ہے، وہ بے نماز ہے وغیرہ۔ اس لیے اگر آج بعض حضرات نے جو قدم اٹھایا ہے اسے پیش قدمی نہیں کہا جا سکتا پھر جماعت کے نامور اور ذمہ دار حضرات میں بھی ان کا شمار نہیں ہوتا۔ (توضیح الکلام ج۱/ص۴۳)

(یہ مذکورہ کتاب غیر مقلدین کے مستند عالم کی ہے)

مزید سنئے ارشاد الحق اثری (غیر مقلد عالم) لکھتے ہیں ''فاتحہ نہ پڑھنے والے پر تکفیر کا فتویٰ یا اس کے بے نماز ہونے کا فتویٰ امام شافعی رحمہ اللہ سے لے کر مؤلف خیر الکلام تک کسی ذمہ دار محقق عالم نے نہیں دیا۔'' (توضیح الکلام ج۱/ص۹۹)

نیز لکھتے ہیں: ''امام بخاری رحمہ اللہ سے لے کر تمام محققین علمائے اہلحدیث میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ جو فاتحہ نہ پڑھے وہ بے نماز ہے، کافر ہے۔'' (توضیح الکلام ج۱/ص۵۱)

نیز تحریر کرتے ہیں: ''ہمارا تو مسلک ہے کہ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ فروعی اختلافی ہونے کی بنا پر اجتہادی ہے پس جو شخص حتی الامکان تحقیق کرے اور یہ سمجھے کہ فاتحہ فرض نہیں خواہ نماز جہری ہو یا سری اپنی تحقیق پر عمل کرلے تو اس کی نماز باطل نہیں ہوتی۔''

۳۲و توضیح الکلام از ارشاد الحق اثری ج۱/ص۴۵)

## عجیب تضاد ہے

اب وحید صاحب بار بار ان اردو عبارات کو پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اہلحدیث مذہب بھی عجیب ہے۔ تقریروں میں رات دن ہمیں کہتے ہیں کہ یہ حنفی بے نماز ہیں مگر تحریروں میں ایسے سب لوگوں کو غیر محقق اور غیر ذمہ دار قرار دے رہے ہیں۔ اس سے تو یہ بات سمجھ میں آ رہی ہے کہ ان لوگوں کا کوئی ٹھوس مسلک نہیں محض اہلسنت والجماعت سے ضد ہے۔ اپنے گھر بیٹھ کر خوب ضد کو ظاہر کیا، ان کو بے نماز اور مشرک تک کہا، جہاں اہلسنت سے آمنا سامنا ہوا تو ہتھیار ڈال دیے اور اپنے سارے فرقے کو غیر محقق اور غیر ذمہ دار قرار دے دیا' گویا یہ فرقہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا رہتا ہے۔

✿✿✿✿

# ہدایہ پر اعتراضات

**وسوسہ نمبر ۱۲**: وحید صاحب نے کہا کہ غیر مقلدین کے بقول ضد اور جھوٹ تو حنفیوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ دیکھو پہلے حنفی ضد نہیں کرتے تھے لیکن آج کل کے حنفی تو نہ قرآن و حدیث کو مانتے ہیں اور نہ فقہ حنفی کو۔ دیکھئے ہدایہ میں لکھا ہے پگڑی پر مسح جائز ہے۔ (ج ۱/ ص ۱۰) آنحضرت ﷺ کا عمل دوام غلس میں (فجر اندھیرے میں پڑھنے کا) تھا (ج ۱/ ص ۱۷۱) اذان میں ترجیع ثابت ہے (ج ۱/ ص ۲۹۲) حضرت مولانا مظہر جان جاناں ہمیشہ سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ج ۱/ ص ۳۹۱) ایک وتر پر مسلمانوں کا اجماع ہو چکا ہے (ہدایہ ج ۱/ ۵۲۹) ابن ہمام نے کہا رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کی حدیث صحیح ہے (ج ۱/ ص ۵۳۰) لیکن آج کل کے حنفی محض اہلحدیث کی ضد میں ہدایہ کے مسائل پر عمل نہیں کرتے۔

**ازالہ**: میں نے کہا آپ نے ہدایہ کے حوالوں میں با قاعدہ جلد اور صفحہ بھی بتایا ہے مگر یہ سب حوالہ جات بالکل جھوٹے ہیں ہدایہ میں تو ان کے خلاف لکھا ہے:

(1)...... **لا یجوز المسح علی العمامۃ**...... (ج ۱/ ص ۴۰) پگڑی میں مسح جائز نہیں۔

(2)...... **یستحب الاسفار بالفجر لقولہ علیہ السلام اسفروابالفجر فانہ اعظم للاجر** ...... مستحب ہے کہ نماز روشنی میں پڑھی جائے اس لیے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا خوب روشن کر کے نماز پڑھو اس میں زیادہ اجر ہے۔

(3)...... **لا ترجیع فی المشاهیر** ...... احادیث مشہورہ میں ترجیع نہیں ہے۔ (ج ۱/ ص ۲۱۰)

(4)...... صاحب ہدایہ کا وصال ۵۹۰ھ میں ہوا جب کہ مرزا مظہر جان جاناں ۱۱۱۱ھ میں ہوئے تو چھ سو سال پہلے کی کتاب میں ان کا سینے پر ہاتھ باندھنا کیسے لکھا گیا ہے؟

(5)...... ہدایہ میں تو ہے ...... **حکی الحسن اجماع المسلمین علی الثلاث** ...... امام حسن بصری رحمہ اللہ نے سب مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ وتر تین ہیں۔

(6)...... شیخ ابن ہمام نے ۸۲۱ھ میں وصال فرمایا جب کہ صاحب ہدایہ ۵۹۰ھ میں وصال فرما چکے تھے تو اپنی پیدائش سے تین سو سال قبل ہی ہدایہ میں رکوع کے بعد قنوت پڑھنے کا مسئلہ کیسے لکھ

گئے؟ آخر آپ لوگ عقل کے پیچھے کیوں لٹھ لیے پھر رہے ہیں؟

وحید صاحب نے کہا یہ حوالے ہمارے مولوی یوسف جے پوری نے حقیقۃ الفقہ میں لکھے ہیں اگر یہ میں اصل عربی ہدایہ سے نہ دکھا سکا تو پھر اہلحدیث کے مذہب کے جھوٹے ہونے میں مجھے ذرہ بھر شک نہیں رہے گا۔

## یہ گھر جو بہہ رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

میں نے کہا جیسے پہلے آپ کی خواہش کے مطابق ہم نے دو احادیث مانگیں وہ ان سے آپ نہ لا سکے، نماز کے مکمل فرائض اور مکمل سنتیں حدیث سے نہ دکھا سکے، اب فقہ پر ایک ہی سانس میں چھ جھوٹ بول دیے، یہ بھی آپ ہرگز نہ دکھا سکیں گے۔ دیکھئے ضد اور جھوٹ حنفیوں کی عادت ہے یا آپ کا اوڑھنا بچھونا۔

## ضد احناف کرتے ہیں یا......؟

میں نے کہا ''اس ملک میں اہلسنت والجماعت حنفی ہی اسلام لائے، قرآن لائے، سنت لائے، فقہ لائے، اور لاکھوں کافروں کو مسلمان کیا جب یہ فرقہ پیدا ہوا، تو اس نے ضد کو ہی اپنا روز مرہ کا معمول بنا لیا۔ چند مسائل بطور نمونہ دیکھیں:

1)...... حنفی کہتے تھے منی ناپاک ہے۔ انہوں نے ضد میں کہہ دیا منی بالکل پاک ہے۔

(عرف الجادی ص ۱۰، کنز الحقائق ص ۱۲، نزل الابرار ج ۱/ص ۴۹، بدور الاہلہ ص ۱۵)

2)...... حنفی کہتے تھے کہ تھوڑے پانی مثلاً ایک لوٹے میں تھوڑی سی نجاست بھی گر جائے اگرچہ اس پانی کا رنگ یا بو یا مزا نہ بدلے تو بھی ناپاک ہے مگر حکیم صادق سیالکوٹی نے صاف کہا کہ جب تک نجاست کی وجہ سے تینوں وصف رنگ، بو، مزہ نہ بدلیں اس وقت تک پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

(صلوٰۃ الرسول ص ۵۳)

3)...... حنفی کہتے تھے کہ خمر (شراب) نجس العین ہے مثل پیشاب کے مگر ضد کا خدا برا کرے وحید الزمان نے صاف لکھ دیا کہ پاک ہے۔ (نزل الابرار ج ۱/ص ۴۹)

4)...... حنفی مردار، خنزیر اور خون کو ناپاک کہتے تھے انہوں نے محض ضد میں ان کو پاک کہہ

دیا۔ (بدور الاہلہ، عرف الجادی ص ۱۰)

معلوم ہوا ان کے ہاں منی، خنزیر، مردار، خون سے پورا جسم اور کپڑے لت پت ہوں تو بھی ان کا جسم اور کپڑے پاک ہیں۔ وحید صاحب! کیا ہی خوب ہو کہ ایک دن یہ پورا نقشہ بنا کر آپ نماز پڑھیں۔ چلو زندگی کی ایک ہی نماز عمل بالحدیث پر ادا ہو جائے کیا خیال ہے؟

5)...... حنفی کہتے تھے کہ استنجاء کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پشت، لیکن انہوں نے ضد میں کہہ دیا: ''ولا یکرہ الاستقبال والاستدبار للاستنجاء'' (نزل الابرار ج ۱/ ص ۵۳) یعنی استنجاء کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا اور پشت کرنا مکروہ نہیں۔

6)...... احناف کہتے تھے کہ بے وضو آدمی کو قرآن کو ہاتھ نہ لگانا چاہیے مگر انہوں نے صاف کہہ دیا کہ محدث راسِ مصحفِ جائز باشد (عرف الجادی ص ۱۵) یعنی بے وضو شخص کا قرآن کو چھونا جائز ہے۔ ضد کا تو یہ حال ہے۔

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانویؒ لکھتے ہیں: ''ایک اور عجوبہ سماعت فرمائیں آبادی کے اندر بول و براز کی حالت میں قبلہ کی طرف رخ کرنے کا جواز مختلف فیہ ہے اس لیے احتیاط بہر حال اس میں ہے کہ اس سے احتراز کیا جائے مگر اہلحدیث کے ہاں تو دوسرے مذاہب کی مخالفت ہی بڑا اجہاد ہے۔ چنانچہ کراچی میں انہوں نے اپنی مسجد کے استنجاء خانے گرا کر از سر نو قبلہ رخ تعمیر کرائے ہیں۔ وجہ پوچھنے پر ارشاد ہوا کہ یہ سنت چودہ سو سال سے مردہ تھی ہم نے اس کو زندہ کیا ہے۔ (احسن الفتاویٰ ج ۳/ ص ۱۰۹)

# بہشتی زیور پر اعتراضات

**وسوسہ نمبر ۱۳**: وحید صاحب کہنے لگے کہ اگر اہل حدیثوں نے حنفیوں سے ضد کی ہے تو حنفی حدیث رسول سے ضد کرتے ہیں۔ دیکھو رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ''کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کو سات دفعہ دھودو'' لیکن ''بہشتی زیور'' میں ہے کہ سات دفعہ نہیں تین دفعہ دھودو۔ دیکھو مکے والا دین کوفہ میں آ کر کس طرح بدل گیا اس ضد کا کوئی ٹھکانہ ہے کہ نبی ﷺ کچھ کہیں امام ابوحنیفہ صاحب رحمہ اللہ کچھ۔

**ازالہ**: میں نے کہا وحید صاحب! حضرت عطاء مکہ کے مفتی تھے جنہوں نے دوسو صحابہؓ کی زیارت کی وہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ پانی بہادے اور برتن کو تین بار دھولے (الکامل لابن عدی) پھر حضرت عطاء رحمہ اللہ خود ابوہریرہؓ سے یہی فتویٰ نقل فرماتے ہیں کہ تین مرتبہ دھویا جائے (دارقطنی ج ۱/ص ۶۶) پھر خود عطاء رحمہ اللہ یہی فرماتے ہیں کہ میں نے اس بارہ میں سات دفعہ دھونا بھی سنا ہے۔ پانچ دفعہ بھی اور تین دفعہ بھی۔ (عبدالرزاق ج ۱/ص ۹۷)

وحید صاحب......! افسوس ہے کہ آپ نے ''بہشتی زیور'' کے بارہ میں غلط بیانی فرمائی ہے کہ اس میں سات دفعہ دھونے سے منع کیا ہے۔ حضرت نے بہت احتیاط فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں: کتے کا جھوٹا نجس ہے اگر کسی برتن میں منہ ڈال دے تو تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاوے گا چاہے مٹی کا برتن ہو چاہے تانبے وغیرہ کا دھونے سے سب پاک ہو جاتا ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ سات مرتبہ دھووے اور ایک مرتبہ مٹی لگا کر مانجھ بھی ڈالے کہ خوب صاف ہو جاوے (بہشتی زیور حصہ اوّل جانوروں کے جھوٹے کا بیان مسئلہ نمبر ۲) وحید صاحب فرمایئے کہ یہ کس حدیث کے خلاف ہے؟

## آئینہ دکھایا تو بُرا مان گئے

اب ذرا نواب صدیق حسن خاں کی بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں۔ کتے کے منہ ڈالنے والی

حدیث پورے کتے، اس کے خون، بال اور پسینے کے ناپاک ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔

(بدور الاہلہ ص ۱۶)

اور نواب وحید الزمان فرماتے ہیں: ''لوگوں نے کتے، خنزیر اور ان کے جھوٹے کے متعلق اختلاف کیا ہے زیادہ راجح یہ ہے کہ ان کا جھوٹا پاک ہے ایسے ہی لوگوں نے کتے کے پیشاب، پاخانہ کے متعلق اختلاف کیا ہے حق بات یہ ہے کہ ان کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔

(نزل الابرار ج ۱/ ص ۵۰)

وحید صاحب! آپ نے دیکھا ان حضرات کو کتے سے کتنا پیار ہے؟ اس کا خون بھی پاک پیشاب بھی پاک، پاخانہ بھی پاک، لعاب اور جھوٹا بھی پاک۔

# فضائل اعمال کے حصہ

# (حکایاتِ صحابہؓ) پر اعتراضات

**وسوسہ نمبر ۱۴:** وحید صاحب نے کہا کہ حکایات صحابہؓ میں شیخ الحدیث صاحب نے یہ متضاد بات لکھ دی ہے ص ۳۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت حنظلہؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم بیوی بچوں میں مشغول ہوتے ہیں تو وہ حالت باقی نہیں رہتی' جو حضور اقدس ﷺ کی پاک صحبت میں ہوتی ہے اس لیے مجھے نفاق کا ڈر ہے اور ص ۹۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت حنظلہؓ کی نئی شادی ہوئی تھی وہ بلا غسل میدان جہاد میں تشریف لے گئے اور شہید ہو گئے تو ملائکہ نے انہیں غسل دیا تو ان کے بچے تھے کہاں جن میں مشغولیت سے انہیں نفاق کا خوف ہوتا؟ ایسی متضاد باتوں کی وجہ سے ہی پڑھے لکھے لوگ اس کتاب سے متنفر ہوتے جا رہے ہیں۔

**ازالہ:** میں نے کہا الحمد للہ پڑھی لکھی دنیا اس کتاب کی برکات سے دین کی دلدادہ بن رہی ہے ہاں ان پڑھ اور ضدی کا علاج کسی کے پاس نہیں۔ جس واقعہ میں حضرت حنظلہؓ نے نفاق کا ڈر ظاہر کیا ہے وہ حضرت حنظلہؓ بن الربیع کاتب رسول ہیں اور جن حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا وہ حضرت حنظلہؓ بن مالک ہیں۔ یہ تفصیل بحوالہ مرقاۃ حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۹۷/ ج ۶ پر ہے۔ جب وحید صاحب کو یہ دکھایا گیا تو وہ بہت پریشان ہوئے اور توبہ توبہ کر رہے تھے کہ ہم تو اس اعتراض کو بہت اچھالتے ہیں اور کتنے لوگوں کو ہم نے پریشان کیا تو اب پتہ چلا کہ یہ بیماری ان کی اپنی کم علمی تھی۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے)

**وسوسہ نمبر ۱۵:** وحید صاحب نے کہا کہ خون کا حرام ہونا قرآن پاک کی قطعی نص سے ثابت ہے لیکن حضرت شیخ الحدیث صاحب نے دو صحابہ کرامؓ کے خون پینے کا واقعہ ذکر کیا اور حضرت نبی کریم ﷺ کو بھی علم ہوا اور آپ ﷺ نے ان پر کوئی ناراضگی نہ فرمائی بلکہ فرمایا کہ جس کے خون میں میرا خون ملا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی کیا اللہ کے نبی قرآن کی مخالفت کر سکتے ہیں؟

**ازالہ نمبر ۱:** میں نے کہا کہ ان دو میں ایک واقعہ تو حضرت ابو سعید خدریؓ کے والد

محترم حضرت مالکؓ بن سنان کا ہے اس کا ذکر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے (الاصابہ ج ۳/ ص ۳۴۶) اور ابن البرؒ نے الاستیعاب ج ۳/ ص ۳۷۰ پر کیا ہے تو کیا آپ ان دونوں حفاظ کو بھی حضرت شیخ الحدیث کے ساتھ اعتراض میں شامل کریں گے یا نہیں؟

**ازالہ نمبر ۲:** دوسرے یہ کہ حضرت مالکؓ بن سنان احد میں ہی آخر میں شہید ہو گئے۔ (الاستیعاب ج ۳/ ص ۳۷۰)

دیکھئے احد میں شہید ہونے والوں میں بعض وہ بھی تھے' جنہوں نے شراب پی تھی' کیونکہ ابھی شراب کی حرمت کا اعلان نہیں ہوا تھا تو کیا آپ ثابت کر سکتے ہیں کہ احد سے پہلے خون یعنی دمِ مسفوح کی حرمت نازل ہو چکی تھی؟ امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ج ۲/ ص ۲۱۶ پر فرماتے ہیں کہ دمِ مسفوح والی آیت حجۃ الوداع کے دن عرفہ میں نازل ہو چکی تھی آپ کا اعتراض ہی باطل ہے ہاں نبی اقدسؐ اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجبات میں سے ہے' اس لیے کسی صحابیؓ کے شراب پینے کا ذکر پڑھ کر ہم فوراً یقین کر لیں گے کہ یہ حرمت سے پہلے کا واقعہ ہے۔

(نوٹ: اس مسئلہ پر اہم معلومات اگلے صفحات میں پڑھیے!)

ایسے ہی کسی صحابی کے خون پینے اور اس پر حضور اقدس ﷺ کے نہ ڈانٹنے سے یقیناً یہی سمجھا جائے گا کہ حرمت سے قبل کا واقعہ ہے اور حضرت عبداللہ بن زبیر حضور اقدسؐ کے وصال کے وقت نو سال کے تھے ان کا واقعہ بھی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے الاصابہ ج ۲/ ص ۳۱۰ پر نقل کیا ہے تو کیا اس اعتراض میں حافظ ابن حجر کو بھی شریک کیا جائے گا یا نہیں؟ انہوں نے بچپن میں یہ حرکت کی تو اگر حرمت سے پہلے کی بات ہے' تو اعتراض ہی نہیں اور بعد میں کی تو اس جملہ میں ڈانٹ موجود ہے جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو آگ چھو نہیں سکتی' مگر تیرے لیے بھی لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کو تجھ سے۔

## اپنی کتابیں بھی دیکھیں

اس قسم کے اعتراض کسی علمی بنیاد پر نہیں محض ضد پر مبنی ہیں۔ دیکھو حنفی کہتے ہیں کہ امام ناپاک ہو غسل کئے بغیر نماز پڑھا دے یا بغیر وضو کے نماز پڑھا دے' تو مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی لیکن علامہ وحید الزمان ضد میں [illegible] یہ لکھ گئے کہ امام جنابت یا بے وضو ہونے کی حالت میں نماز

پڑھائے تو مقتدیوں کو نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ (نزل الابرار ج ۱/ص ۱۰۱)

اہلسنت کہتے ہیں کہ کافر کے پیچھے مسلمان کی نماز نہیں ہوتی مگر وحید الزمان صاحب کہتے ہیں ہو جاتی ہے۔ (نزل الابرار ج ۱/ص ۱۰۱)

**وسوسہ نمبر ۱۶** : وحید صاحب نے کہا کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے تو تحریر کیا ہے کہ حضور ﷺ کے فضلات پیشاب، پاخانہ وغیرہ سب پاک ہیں۔

**ازالہ**: میں نے کہا فضلہ کا معنی بچا ہوا پھوک ہے معدہ کھانے کو پکاتا ہے اس میں اصل قوت جگر کھینچ لیتا ہے اور پھوک پاخانہ بن کر نکل جاتا ہے یہ معدے کا فضلہ ہے پھر جگر خون تیار کر کے دل کو دیتا ہے اور جو پھوک رہ جاتا ہے وہ پیشاب بن کر خارج ہو جاتا ہے یہ جگر کا فضلہ ہے پھر وہ خون ایک ایک رگ کو سٹیم مہیا کرتا ہے اس خون سے جو فضلہ بچتا ہے وہ مسامات میں پسینے کی شکل میں خارج ہو جاتا ہے، پھر وہ جو خون جزو بدن اور گوشت بن گیا اس کا پھوک میل کچیل کی شکل میں مسامات کے ذریعے نکلتا ہے۔

(1)...... لیکن یہ تو صراحۃً ثابت ہے کہ عوام کے میل کچیل پر مکھی بیٹھتی ہے مگر آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔

(2)...... اور یہ بھی متفق علیہ حقیقت ہے کہ عوام کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے مگر آنحضرت ﷺ کا پسینہ مبارک دنیا کی اعلیٰ ترین خوشبوؤں کو شرماتا تھا۔

(3)...... آپ ﷺ کی نیند مبارک کو بھی نیند ہی کہا جاتا تھا مگر وہ نیند ہماری ہزار بیداریوں سے اعلیٰ وارفع تھی، آپ ﷺ کا خواب بھی وحی ہوتا تھا۔

(4)...... آپ ﷺ کی نیند مبارک سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا تو جیسے آپ ﷺ کا پسینہ مبارک پسینہ ہی کہلاتا ہے مگر کس نے کہا کہ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کو عام انسانوں جیسا سمجھا جائے وہ آپ کے لیے پسینہ ہی تھا مگر عشاق کیلئے بہترین خوشبو۔

(5)...... بادام روغن نکالنے کے بعد جو بادام کا فضلہ بچتا ہے وہ بادام کا تو فضلہ ہی ہے مگر بنولہ کہے کہ میرے فضلہ جیسا ہے تو کوئی عقلمند اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ آنحضرت ﷺ بے شک انسان تھے لیکن آپ ﷺ کو جن خصائص سے اللہ تعالیٰ نے نوازا تھا ان خصائص کا انکار کیوں کیا جائے؟

(6)...... یاقوت بھی پتھر ہے، حجر اسود بھی ایک پتھر ہے مگر یاقوت اس کا مقابلہ کہاں کرسکتا ہے حجر اسود جنت سے آیا ہوا ہے۔

(7)...... حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مطہرہ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے جنت کے خواص رکھ دیئے ہیں اسی لیے ان اجسام مطہرہ کو مٹی پر حرام کر دیا گیا ہے ان اجسام مطہرہ کا پسینہ مثل جنت کے پسینے کے خوشبودار بنا دیا گیا اسی طرح دوسرے فضلات بھی اگر خصوصیت طہارت رکھتے ہوں تو اس میں کیا اشکال ہے؟ (اس سوال کا ایک تفصیلی جواب آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائیں۔ مرتب)

## روشنی کی طرف

وحید صاحب میری یہ ساری باتیں ٹیپ کر کے لے گئے، دو دن بعد آئے اور کہنے لگے ''جس طرح مطلوبہ احادیث وہ لوگ پیش نہیں کر سکے اسی طرح حقیقۃ الفقہ والے نے جو غلط حوالہ جات ہدایہ کے دیے ہیں وہ بھی عربی ہدایہ سے نہیں دکھا سکے اور ''صلوٰۃ الرسول'' کے غلط حوالے بھی صحاح ستہ سے نہیں دکھا سکے، نہ ہی صلوٰۃ الرسول کے فضائل تو کجا احکام میں ضعیف احادیث پیش کرنے کا کوئی جواب ان کے پاس ہے اور مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس فرقہ کا کوئی اصول نہیں اس کی بنیاد صرف اور صرف اہلسنت والجماعت کی ضد پر ہے۔ آپ نے جو مسائل ان کے بتائے وہ ضد کا واضح ثبوت ہی ہیں۔ میں اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتا ہوں کہ دعوت و تبلیغ والے ایسے لوگوں کو چھوڑ کر جن کی صورت اور سیرت سے پیغمبر پاک ﷺ کی سنتیں نمایاں تھیں، جو خوف خدا کی دولت سے مالا مال تھے، جو حرام و حلال کا امتیاز کرتے تھے، جن کا دن رات اس فکر میں گزرتا تھا کہ نبی پاکؐ کا طریقہ کسی طرح دنیا میں جاری ہو جائے، میں ان چھوکروں کے پیچھے لگ گیا جن کے پلے میں بجز اکابر اہل اسلام پر بدزبانی کرنے اور ان کے خلاف بدگمانی پھیلانے اور مسلمانوں کو اکابر اہل اسلام سے متنفر کرنے کے کوئی کام نہیں ہے اب میں تہ دل سے توبہ کرتا ہوں کہ الحمدللہ مسلک حقہ اہلسنت والجماعت حنفی پر ہی قائم رہوں گا اور اس کے خلاف وسوسے پھیلانے والوں سے خود بھی خبردار رہوں گا اور دوسروں کو بھی خبردار کروں گا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حق پر استقامت نصیب فرمائیں اور دین میں وسوسے

ڈالنے والوں کے شر سے محفوظ فرمائیں۔ (تجلیات جلد ا ص ۴۶۰ سے مولانا محمد امین اوکاڑویؒ کے ملفوظات کو ایک خاص انداز میں مرتب کیا گیا)

امین یاالٰہ العالمین

## باتوفیق قارئین سے درخواست

عالمی دینی تحریک پر سوالات کے جوابات آپ نے پڑھے۔ ہر دور میں اہل علم نے دینی تحریکوں پر اعتراضات کے بھرپور جوابات دیے ہیں اور ان سے خاطر خواہ فائدہ ہوا لیکن ان حضرات نے فائدہ حاصل کیا جنہوں نے تعصب سے بالاتر ہوکر پڑھا۔

اکثر و بیشتر سوالات کی وجہ بدگمانی ہے اوراس کا علاج صرف یہ ہے چند دن اس جماعت کے ساتھ رہ کر اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جائے۔ الحمدللہ جوابات سے بہت سے معترضین معتقدین بن گئے، فتنہ وفساد کے اس دور میں دُعا کرنی چاہیے کہ:

اے اللہ ہم پر حق واضح فرمادے اوراس کی اتباع نصیب کردے۔ (آمین)۔

# باب چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# تبلیغ میں چلنے والے احباب کے مسائل

اور

# "فضائل اعمال" پر سوالات

اور

# ان کا تسلی بخش حل

شہید ختم نبوت حضرت مولانا

**محمد یوسف لدھیانوی** رحمۃ اللہ علیہ

کے گوہر بار قلم سے

# تبلیغی جماعت کے متعلق اہم سوالات کے جوابات

از:...... مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

سب سے پہلے ایک سوال اور اس کا جواب لکھا جاتا ہے جس سے حضرت لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس جماعت سے محبت اور اس مشن سے عقیدت مندانہ وابستگی ظاہر ہو رہی ہے۔ مرتب

کوئٹہ سے ایک صاحب نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے:......

''بندہ یہ بات بلا مبالغہ کہتا ہے کہ آپ کی تصنیف و تحریر سے بندہ کے دل میں آنجناب کا جتنا احترام سمایا ہوا ہے شاید اتنا قدر و احترام اپنے والد کا بھی میرے دل میں نہیں ہوگا۔ میرا تعلق چونکہ تبلیغی جماعت کے ساتھ ہے اور تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ کی آراء کئی دفعہ نظروں سے گزری ہے جس میں آپ نے تبلیغی جماعت کی تائید بہت عقیدت مندی اور زبردست ولولے کے ساتھ کی تھی۔ چونکہ یہ کام ہمارا ایک مقصدی فریضہ ہے اگرچہ ہمیں اس کام کو شرح صدر کے ساتھ کرنا چاہیے، محض تقلیدی طریقہ پر نہیں۔ لیکن پھر بھی علماء حضرات کی تائید اس پرفتن دور میں بہت ضروری ہے اور بار بار ضروری ہے۔''

اس سلسلے میں آپ سے استدعا یہ ہے کہ آج کل ایک جماعت پھرتی ہے، جن کی اچھی خاصی داڑھی بھی ہوتی ہے۔ یہ جماعت مختلف شہروں میں آکر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے نماز روزہ اور اس قسم کے اچھے اعمال کی آواز لگاتے ہیں مثلاً جھوٹ نہ بولو، چوری نہ کرو! وغیرہ وغیرہ اور ساتھ ہی رسالے بھی تقسیم کرتے ہیں، جس کا نام ''ضرب حق'' رکھا ہے اور مصنف کا نام عتیق الرحمٰن گیلانی لکھا ہے۔ اس دفعہ یہ جماعت ہمارے شہر ضلع پشین کوئٹہ میں آئی تھی، اور ساتھ ہی بہت سے رسالے بھی لائے تھے جلدی جلدی کچھ آوازیں لگا کر رسالے تقسیم کر کے فوراً شہر سے نکل گئے۔

ان رسالوں میں عجیب قسم کی خرافات اور بکواس لکھی ہوئی تھی۔ رسالے کے اکثر صفحوں پر بڑی بڑی سرخیاں قائم کر کے تبلیغی جماعت پر الزام لگائے تھے۔ ایک صفحے پر جس کی نقل آپ کے پاس بھیج رہا ہوں آپ کی کتاب ''عصر حاضر'' کا سہارا لے کر لکھا تھا کہ مفتی محمد یوسف لدھیانوی

نے اس جماعت کو عالمگیر فتنہ قرار دیا ہے۔ اب تبلیغی جماعت کے اپنے اکابرین نے اس جماعت کو فتنہ قرار دینا شروع کر دیا۔

گذارش یہ ہے کہ آپ کے بارے میں میرا سینہ بالکل صاف ہے لیکن امت کے سادہ لوح انسانوں کا اس فتنے میں پھنسنے کا شدید خطرہ ہے۔ اس لیے اخبار کے ذریعے اس جماعت کا دجل آشکارا کریں اور ایک بار پھر تبلیغی جماعت کو اپنے زریں خیالات سے نوازنے کی زحمت فرما کر باطل فرقوں کی حوصلہ شکنی کریں تاکہ ہمارے علاقے کے بلکہ پورے پاکستان کے سادہ لوح باشندے اس فتنے سے بچ جائیں۔'' جواب جلد از جلد پوری تفصیل کے ساتھ مطلوب ہے۔

حضرت نے جواب میں لکھا ہے۔

محترم و مکرم......!

زید مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ......!

''آپ نے عتیق الرحمٰن گیلانی نام کے کسی شخص کا ذکر کیا ہے کہ اس نے تبلیغی جماعت کے خلاف پمفلٹ لکھے ہیں، اور ان میں کہا گیا ہے کہ اکابرین نے اس جماعت کو فتنہ قرار دیا ہے، اور یہ کہ اس کے معتقدین تبلیغی جماعت کو بدنام کرنے کے لیے مستقل مہم چلا رہے ہیں، اور بہت سے سادہ لوح لوگ ان سے متاثر ہو رہے ہیں، اس سلسلہ میں چند امور لکھتا ہوں، بہت غور سے ان کو پڑھیں۔''

## (۱) مختصر اعلان

تبلیغ والوں کا جس مسجد میں گشت یا بیان ہوتا ہے، اس سے پہلے ان الفاظ میں اس کا اعلان کیا جاتا ہے:

''حضرات! ہماری اور سارے انسانوں کی کامیابی اللہ تعالیٰ کے حکموں کو پورا کرنے اور آنحضرت ﷺ کے مبارک طریقوں پر چلنے میں ہے، اس کے لیے ایک محنت کی ضرورت ہے، اسی محنت کے سلسلہ میں نماز کے بعد بات ہوگی، آپ سب حضرات تشریف رکھیں، ان شاء اللہ بڑا نفع ہوگا۔ یہ ہے دعوت و تبلیغ کی وہ ''محنت'' جو تبلیغی جماعت کا موضوع ہے، اور جس کا اعلان ہر مسجد میں ہوتا ہے۔''

## (۲) انبیاء علیہم السلام کی دعوت

اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا یہ وہ پاک مقصد ہے جس کے لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور ان حضرات نے بغیر کسی اجر کے محض رضائے الٰہی کے لیے دعوت الی اللہ کا فریضہ انجام دیا، اس راستے میں ان کے سامنے مصائب و مشکلات کے پہاڑ آئے، انہیں ایذائیں دی گئیں، ان کی تحقیر کی گئی، انہیں ستایا گیا، ان کو گالیاں دی گئیں، انہیں دھمکایا اور ڈرایا گیا، لیکن ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی، بلکہ تمام تر مصائب و مشکلات کو ان حضرات نے محض رضائے الٰہی کے لئے برداشت کیا، اور اس کے لیے جان و مال اور عزت و آبرو کی کسی قربانی سے دریغ نہیں فرمایا۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے جو حالات قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان میں جہاں یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ حضرات ایمان و یقین، صبر و استقامت اور بلند ہمتی کے کتنے بلند مقام پر فائز تھے، وہاں یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ دعوت الی اللہ کا مقصد کس قدر عظیم الشان اور عالی مقصد ہے کہ اس مقصد کے لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام نے فوق العادت قربانیاں پیش کیں۔

## (۳) ختم نبوت کی ذمہ داری

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں، آپ ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی شخص کو نبوت و رسالت کے منصب رفیع پر فائز نہیں کیا جائے گا، آپ کی ختم نبوت کے طفیل میں دعوت الی اللہ کا یہ کام، جس کے لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو کھڑا کیا گیا تھا، اب آپ ﷺ کی امت کے سپرد کر دیا گیا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (آل عمران: ۱۰۴)

اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونا ضروری ہے کہ خیر کی طرف بلایا کریں اور نیک کام کرنے کو کہا کریں اور برے کاموں سے روکا کریں اور ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے۔

(ترجمہ حضرت تھانویؒ)

نیز ارشاد ہے:

کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاسِ تَأمُرُونَ بِاالمَعرُوفِ وَتَنهَونَ عَنِ المُنکَرِ وَتُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ الآیۃo (آل عمران: ۱۱۰)

تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کو بتلاتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو۔

(ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

ان آیات شریفہ میں دعوت الی اللہ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) کے سپرد کر کے اسے ''خیر امت'' کا لقب دیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس امت کا ''خیر امت'' ہونا اسی مبارک کام کی وجہ سے ہے۔

## (۴) امّت کا فریضہ

ان آیات شریفہ میں دعوت الیٰ اللہ کا جو فریضہ امت کے سپرد کیا گیا ہے، الحمدللہ! کہ یہ امت اس فریضہ سے کبھی غافل نہیں ہوئی، بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر آج تک اکابر امت اس مقدس خدمت کو بجالاتے رہے ہیں، اور دعوت الیٰ اللہ کے خاص خاص شعبوں کے لیے افراد اور جماعتیں میدان میں آتی رہیں، کبھی قتال و جہاد کے ذریعہ، کبھی وعظ وارشاد کی شکل میں، کبھی درس و تدریس کی صورت میں، کبھی تصنیف و تالیف کے ذریعہ، کبھی مدارس اور خانقاہوں کے قیام کے طریقہ سے، کبھی اصلاح وارشاد کے راستہ سے، کبھی قضا و افتاء کے ذریعہ سے، کبھی باطل اور گمراہ فرقوں کے ساتھ مناظر و مباحثہ کے ذریعہ، کبھی انفرادی طور پر، کبھی اجتماعی تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ۔ یہ سب کی سب دعوت الیٰ اللہ ہی کی مختلف شکلیں اور اس کے مختلف شعبے ہیں۔ الحمدللہ! دعوت الی اللہ کا کوئی میدان ایسا نہیں جس کو امت نے خالی چھوڑ دیا ہو، اور کوئی شعبہ ایسا نہیں، جس میں کام کرنے والی ایک معتد بہ جماعت موجود ہو۔ فالحمدلله علی ذلک۔

## (۵) مولانا محمد الیاسؒ اور ان کی جماعت کا سلف صالحین سے تعلق

تبلیغی جماعت جس طرز پر دعوت الی اللہ کا کام کر رہی ہے، یہ سنت نبوی ﷺ اور طریقہ سلف صالحینؒ کے عین مطابق ہے۔ حضرت اقدس مولانا شاہ محمد الیاس کاندھلویؒ ثم دہلوی، حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے خادم، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوری مہاجر مدنی کے خلیفہ اور اپنے دور کے تمام اکابر امت معتمد اور منظور نظر تھے۔

ان کی زندگی کا ایک ایک عمل سنت نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا' وہ ایمان و اخلاص، زہد و توکل، ایثار و ہمدردی، صبر و استقامت، بلند نظری و بلند ہمتی اور اخلاق و اوصاف میں فائق الاقران تھے، حق تعالیٰ شانہٗ نے ان سے دین کی دعوت و تبلیغ کا تجدیدی کام لیا، اور اللہ تعالیٰ نے مادیت کے جدید طوفان کے مقابلے میں ان پر ''عمومی دعوت'' کا طریقہ منکشف فرمایا، اور انہوں نے ایک عام سے عام آدمی کو بھی دین کی دعوت کے کام میں لگا دیا، حضرت مولانا الیاسؒ کے وقت سے آج تک ''تبلیغی جماعت'' اسی نہج اور اسی نقشہ پر دعوت الی اللہ کا کام کر رہی ہے، اور الحمدللہ ثم الحمدللہ اس کے ذریعے کروڑوں افراد کو حق تعالیٰ نے فسق و فجور کی تاریکیوں سے نکال کر شریعت مطہرہ کی پابندی اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق زندگی ڈھالنے کا جذبہ عطا فرما دیا ہے۔

## (۶) اللہ کا کام

تبلیغی جماعت کے اس مبارک کام پر لوگوں کی طرف سے ناواقفی کی وجہ سے نکتہ چینیاں بھی ہوئیں' اس کے کام میں رکاوٹیں پیدا کرنے کی کوشش بھی کی گئی' اور اس کو بدنام کرنے لیے افسانے بھی گھڑے گئے' لیکن یہ اللہ کا کام ہے' الحمدللہ! کہ ان تمام رکاوٹوں کے باوجود اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندوں سے اپنے دین کی دعوت کا کام لے رہا ہے' حق تعالیٰ شانہ کی رحمت و عنایت سے قوی امید ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اس کام کے لیے کھڑا کرتے رہیں گے۔

## (۷) راز کی بات

اس ناکارہ کو ایک عرصہ تک تبلیغی اسفار میں شریک ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے' اور

اکابر تبلیغ کی نجی سے نجی محفلوں میں بیٹھنے اوران کے حالات کا بغور مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے حق تعالیٰ شانہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس ناکارہ کو اس سلسلہ میں جس قدر قریب سے قریب ہونے کا موقع ملا ہے اسی قدر اس کام کی افادیت اور اس کام میں لگنے والے حضرات کی حقانیت اس ناکارہ پر کھلتی گئی ہے' اس لیے یہ ناکارہ کامل انشراح اور پر بصیرت کے ساتھ یہ اظہار کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ تبلیغی جماعت کا کام نہایت مبارک ہے' امت محمد یہ (علیٰ صاحبھا الصلوٰت والتسلیمات) کی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ ہے' اور تمام مسلمان بھائیوں کا اس بابرکت کام میں لگنا دنیا و آخرت کی سعادتوں کا ذریعہ ہے حق تعالیٰ شانہ ہمیں اپنی رضا و محبت نصیب فرمائیں اور دنیا و آخرت میں اپنے مقبول بندوں کی رفاقت و معیت نصیب فرمائیں۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل جلد نہم)

(قارئین! یہاں سے سوالات وجوابات کا وہ سلسلہ شروع کیا جاتا ہے جو اس عظیم جماعت کے متعلق لوگوں نے حضرت لدھیانویؒ سے لوگوں سے کئے اور حضرت نے بصیرت افروز جوابات دیے۔)

## ملفوظات پر اعتراض

۵......ملفوظات الیاسؒ کا مرتب اپنی کتاب میں ان کا یہ دعویٰ نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ"

کی تفسیر خواب میں یہ القاء ہوئی کی تم مثل انبیاء علیہم السلام کے لوگوں کے واسطے ظاہر کیے گئے ہو (ملفوظات ص:۵۱)

(س) سائل نے لکھا کہ حضرت پوچھنا یہ چاہتا ہوں کہ کیا حضرت جی یعنی مولانا محمد الیاسؒ کا یہ دعویٰ صحیح ہے؟

(ج) انبیاء کے مثل" سے مراد ہے کہ جس طرح ان اکابر پر دعوت دین کی ذمہ داری تھی حضور ﷺ کی ختم نبوت کے طفیل میں یہ ذمہ داری امتِ مرحومہ پر عائد کردی گئی' اس میں کون سی بات خلاف

واقعہ ہے اور اس پر کیا اشکال ہے؟

## دوسرا اشکال

مولوی عبدالرحیم شاہ باڑہ ٹوٹی صدر بازار دہلی والے ان کی کتاب (اصول دعوت و تبلیغ) کے آخری ٹائٹل مولوی احتشام الحسن صاحب (مولانا الیاس کے برادر نسبتی ان کے خلیفۂ اول ہیں) ان کی یہ تحریر ''انتظار کیجئے'' کے عنوان سے شائع ہوئی ہے یہ تحریر انہوں نے اپنی ایک کتاب (زندگی کی صراط مستقیم) کے آخر میں ضروری انتباہ کے نام سے شائع کی ہے لکھتے ہیں:

نظام الدین کی موجودہ تبلیغ میرے علم و فہم کے مطابق نہ قرآن وحدیث کے موافق ہے اور نہ حضرت مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور علماء حق کے مسلک کے مطابق ہے، جو علماء کرام اس تبلیغ میں شریک ہیں ان کی پہلی ذمہ داری ہے کہ اس کام کو پہلے قرآن وحدیث ائمہ سلف اور علماء حق کے مسلک کے مطابق کریں، میری عقل و فہم سے بہت بالا ہے کہ جو کام حضرت مولانا محمد الیاس کی حیات میں اصولوں کی انتہائی پابندی کے باوجود صرف ''بدعتِ حسنہ'' کی حیثیت رکھتا تھا اس کو اب انتہائی بے اصولیوں کے بعد دین کا اہم کام کس طرح قرار دیا جارہا ہے؟ اب تو منکرات کی شمولیت کے بعد اس کو بدعتِ حسنہ بھی نہیں کہا جاسکتا، میرا مقصد صرف اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہونا ہے۔''

**(س)** حضرت برائے مہربانی اس سوال کا جواب ذرا تفصیل سے عنایت کریں کیونکہ میں اس کی وجہ سے پریشان ہوں اللہ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائیں۔ آمین

**(ج)** (تبلیغ کی محنت) ان بزرگ کے علم و فہم کے مطابق نہیں ہوگی لیکن یہ بات قرآن کی کس آیت میں آئی ہے کہ ان بزرگ کا علم و فہم دوسروں کے مقابلہ میں حجت قطعیہ ہے؟ الحمد للہ! تبلیغ کا کام جس طرح حضرت مولانا الیاس کی حیات میں اصولوں کے مطابق ہو رہا ہے آج بھی ہو رہا ہے، ہزاروں نہیں لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب آرہا ہے، بے شمار انسانوں میں

دین کا درد، آخرت کی فکر، اپنی زندگی کی اصلاح کی تڑپ اور بھولے ہوئے انسانوں کی محمد رسول اللہ ﷺ والی لائن پر لگانے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے' اور یہ ایسی باتیں ہیں جن آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے اب اس خیر و برکت کے مقابلہ میں جو کھلی آنکھوں نظر آ رہا ہے تبلیغ سے روٹھے ہوئے ایک بزرگ کا علم و فہم کیا قیمت رکھتا ہے؟

اور ان بزرگ کا اس کام کو ''بدعتِ حسنہ'' کہنا بھی ان کے علم و فہم کا قصور ہے' دعوت الی اللہ کا کام تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا کام چلا آیا ہے' کون عقل مند ہوگا جو انبیاء کرام علیہم السلام کے کام کو بدعت کہے؟

میں نے اعتکاف میں قلم برداشتہ یہ چند الفاظ لکھ دئے ہیں، امید ہے کہ موجب تشفی ہوں گے' ورنہ نکات کی تشریح مزید بھی کی جا سکتی تھی' مگر اس کی نہ فرصت ہے اور نہ ضرورت۔ ایک خاص بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ علم میں کمزور ہوں ان کو کچے پکے لوگوں کی کتابیں اور رسالے پڑھنے سے پرہیز کرنا چاہئے، کیونکہ ایسے لوگوں کا مقصود تو محض شبہات و ساوس پیدا کر کے دین سے برگشتہ کرنا ہوتا ہے، اعتراضات کس پر نہیں کئے گئے؟ اس لئے ہر اعتراض لائق التفات نہیں ہوتا۔

## اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح

**(س)** میرا مسئلہ تبلیغ سے متعلق ہے۔ قرآن پاک کی آیت کا ترجمہ لکھتا ہوں۔

تم بہترین امت ہو۔ لوگوں کے لئے نکالے گئے ہو تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو''۔

## دوسری آیت کا ترجمہ

''اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی ضروری ہے جو خیر کی طرف بلائے اور نیک کاموں کے کرنے کو کہا کرے اور برے کام سے منع کرے۔ ایسے لوگ پورے کامیاب ہوں گے'' ایک حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''جو شخص کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اگر اس پر

قدرت ہوتو اس کو ہاتھ سے بند کردے اتنی قدرت نہ ہوتو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا بہت کم درجہ ہے''۔

## ایک دوسری حدیث کا مفہوم ہے

''تمام نیک اعمال جہاد کے مقابلے میں ایک قطرہ ہیں اور تبلیغ دین ایک سمندر ہے اور جہاد تبلیغ کے مقابلے میں بس ایک قطرہ ہے''۔

آیت اور حدیث کی روشنی میں ان کا جواب دیں؟۔

**(ج)** آپ نے صحیح لکھا ہے، دین کی دعوت دینا، لوگوں کو نیک کاموں پر لگانا اور برے کاموں سے روکنا بہت بڑا عمل ہے۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اپنی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے مسلمان بھائیوں کی فکر کرے اور بقدر استطاعت ان کو نیکیوں پر لگائے اور برائیوں سے بچائے۔ آخری حدیث جو آپ نے لکھی ہے۔ یہ میری نظر سے نہیں گزری۔

## کیا تبلیغی جماعت سے جڑنا ضروری ہے؟

**(س)** جماعت کے بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ کیا اس کام میں جڑنے کے علاوہ بھی اصلاح اور ایک مخصوص ذمہ داری بحیثیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مسلمان امتی ہونے کے ادا ہوسکتی ہے۔ ایک مسلمان کے ذمہ کیا ہے؟ وہ کیسے اپنی زندگی کا رخ صحیح کرے اور ساری انسانیت کے لئے فکر مند کیونکر ہو؟۔

**(ج)** جماعت بہت مبارک کام کررہی ہے۔ اس میں جتنا وقت بھی لگایا جاسکے ضرور لگانا چاہئے اس سے اپنی اور امت کی اصلاح کی فکر پیدا ہوتی ہے، اور اپنے نفس کی اصلاح کے لیے کسی شیخِ کامل محقق کے ساتھ اصلاحی تعلق رکھنا چاہیے۔

## طائف سے واپسی پر آنحضرت ﷺ کی حج کے موقع پر تبلیغ

**(س)** کیا طائف سے واپسی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ سے روک دیا گیا تھا اور آپ صلی اللہ

علیہ وسلم صرف حج کے موقع پر ہی دین کی تبلیغ کر سکتے تھے؟۔

(ج) کفار کی جانب سے تبلیغ پر پابندی لگانے کی کوشش ہوتی رہی، لیکن یہ پابندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی قبول نہیں فرمائی، البتہ جب یہ دیکھا کہ اہل مکہ میں فی الحال قبول حق کی استعداد نہیں اور نہ یہاں رہ کر آزادانہ تبلیغ کے مواقع ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسم حج میں باہر سے آنے والے قبائل کو دعوت پیش کرنے کا زیادہ اہتمام فرمایا، جس سے یہ مقصد تھا کہ اگر باہر کوئی محفوظ جگہ اور مضبوط جماعت میسر آ جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں ہجرت کر جائیں۔

## کیا نماز کی دعوت اور سنت کی تلقین ہی تبلیغ ہے؟

(س) تبلیغ کے کیا معنی ہیں اور اس کا دائرہ کار کیا ہے؟ کیا نماز کی دعوت اور سنت کی تلقین ہی تبلیغ ہے؟ اگر کوئی شخص معاشرے کو سنوارنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ اقتدار کے لیے ایسا کرتا ہے اور کہتے ہیں کہ سنت پر عمل کریں تو دنیا قدموں میں خود بخود آ جائے گی۔ حالانکہ مقصد اصلاح معاشرہ ہے اور معاشرے کو ان برائیوں سے بچانا مقصود ہے جو اسے دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ پوچھنا یہ ہے اس شخص یا جماعت کا یہ فعل کس حد تک اسلام کے مطابق ہے کیا یہ تبلیغ کی مد میں شامل ہے؟

(ج) معاشرہ افراد سے تشکیل پاتا ہے، افراد کی اصلاح ہوگی تو معاشرے کی اصلاح ہوگی، اور جب تک افراد کی اصلاح نہیں ہوتی اصلاح معاشرہ کی کوئی صورت ممکن نہیں۔ پس جو حضرات بھی افراد سازی کا کام کر رہے ہیں وہ دعوت و تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔

تبلیغ کا دائرہ کار تو پورے دین پر حاوی ہے، مگر نماز دین کا اولین ستون ہے۔ جب تک نماز کی دعوت نہیں چلے گی اور لوگ نماز کی طرف نہیں آئیں گے نہ ان میں دین آئے گا اور نہ ان کی اصلاح ہوگی اور ہر کام میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی دعوت، درحقیقت پورے دین کی دعوت ہے، کیونکہ سنت ہی دین کی شاہراہ ہے۔ اس لیے بلاشبہ نماز اور سنت کی دعوت ہی دین کی تبلیغ

ہے۔

## تبلیغی اجتماعات کی دعاء میں شامل ہونے کے لئے سفر کرنا اور عورتوں کا جانا

**(س)** تبلیغی دوستوں نے مستورات کے تبلیغ میں جانے کے لیے خاص اصول وشرائط رکھے ہیں، ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے عورتوں کے لیے تبلیغی جماعت کے اجتماعات میں وعظ ہوتا ہے اور اختتام پر بلند آواز سے دعا ہوتی ہے۔ایک دعا مانگتا ہے اور باقی سب آمین کہتے ہیں، اس پر بڑے بڑے مصارف کر کے دور دراز سے لوگ سفر کر کے شریک ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور اس کو اجتماع کا اصل مقصد سمجھتے ہیں۔اگر کوئی اس میں شریک نہ ہو اور اٹھ کر چلا جائے تو تصور کیا جاتا ہے کہ اس نے اجتماع میں شرکت نہیں کی۔ بندہ بھی اس میں شریک ہونے کا بڑا آرزومند ہوتا ہے اور تلاوت قرآن سے اس کو زیادہ باعث ثواب سمجھتا ہے۔کیا یہ نظریہ درست ہے یا نہیں؟

**(ج)** تبلیغی جماعت کے اجتماعات بڑے مفید ہوتے ہیں اور ان میں شرکت باعث اجر وثواب ہے۔اختتام اجتماع پر جو دعا ہوتی ہے وہ موثر اور رقت انگیز ہوتی ہے۔اجتماع اور اس دعاء میں شرکت کے لئے سفر باعث اجر ہوگا۔ انشاء اللہ۔قرآن کریم کی تلاوت اپنی جگہ بہت اہم اور باعث ثواب ہے دونوں کا تقابل نہ کیا جائے۔ بلکہ تلاوت بھی کی جائے اور اجتماع میں شرکت بھی کی جائے۔

## عورتوں کا تبلیغی جماعتوں میں جانا کیسا ہے؟

**(س)** عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا کیسا ہے؟

**(ج)** تبلیغ والوں نے مستورات کے تبلیغ میں جانے کے لیے خاص اصول وشرائط رکھے ہیں۔ان اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے عورتوں کا تبلیغی جماعت میں جانا بہت ضروری ہے، اس سے دین کی فکر اپنے اندر بھی پیدا ہوگی اور امت میں دین والے اعمال زندہ ہونگے۔

## کیا تبلیغ کے لیے پہلے مدرسہ کی تعلیم ضروری ہے؟

**(س)** بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تبلیغ عالموں کا کام ہے، اس میں جو لوگ کچھ نہیں جانتے ان کو

چاہیے کہ وہ پہلے مدرسہ میں جا کر دین کا کام سیکھ لیں بعد میں یہ کام کریں ورنہ ان کی تبلیغ حرام ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟

**(ج)** غلط ہے، جتنی بات مسلمان کو آتی ہے اس کی تبلیغ کر سکتا ہے۔ اور تبلیغ میں نکلنے کا مقصد سب سے پہلے خود سیکھنا ہے اس لیے تبلیغ کے عمل کو بھی ''چلتا پھرتا مدرسہ'' سمجھنا چاہیے۔

## لوگوں کو خیر کی طرف بلانا قابل قدر ہے لیکن انداز تند نہ ہونا چاہیے

**(س)** جناب میں بذات خود نماز پڑھتا ہوں اور دوسروں کو نماز پڑھنے کی نصیحت کرتا ہوں۔ لیکن ہمارے ایک صوفی صاحب ہیں انہوں نے مجھے منع فرماتے ہوئے کہا کہ جناب آپ کسی کو نماز کے لیے زیادہ سخت الفاظ میں نہ کہا کریں کیونکہ آپ کے بار بار کہنے کے باوجود دوسرا آدمی نماز پڑھنے سے انکار کرے تو اس طرح انکار کرنے سے آپ گنہگار ہوتے ہیں۔ لیکن جناب میرا مشن تو یہی اور تھا بھی کہ اگر میں کسی کو بار بار کہتا ہوں اور اگر وہ آج انکار کرتا ہے تو کوئی بات نہیں، شاید کل اس کے دماغ میں میری بات بیٹھ جائے اور وہ نماز شروع کر دے۔ میں تو یہاں تک سوچتا ہوں کہ چلو آج نہیں تو میرے مرنے کے بعد میری آواز ان کے کانوں میں گونجنے لگے اور شاید پھر یہ نماز شروع کر دیں۔ اس سلسلے میں آپ میری رہنمائی فرمائیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ امید ہے آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں میری پریشانی دور فرمائیں گے۔

**(ج)** آپ کا جذبہ تبلیغ قابل قدر ہے، بھولے ہوئے بھائیوں کو خیر کی طرف لانے اور بلانے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے، لیکن انداز گفتگو خیر خواہانہ ہونا چاہیے، سخت وتند نہیں، تاکہ آپ کے انداز گفتگو سے لوگوں میں نماز سے نفرت پیدا نہ ہو۔

## گھر بتائے بغیر تبلیغ پر چلے جانا کیسا ہے؟

**(س)** بعض لوگ اپنا شہر یا اپنا ملک چھوڑ کر اپنے اہل وعیال کو یہ بتائے بغیر کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور کتنے دن کے لیے جا رہے ہیں، چپ چاپ نکل جاتے ہیں۔ اور کسی مقام پر پہنچ کر اپنے

گھر والوں کو بذریعہ خط وغیرہ بھی کوئی اطلاع نہیں دیتے۔ بلکہ اس اجنبی شہر یا ملک کے مسلمانوں کا کلمہ درست کرانے اور نماز کی تلقین کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ اکثر ان کے اہل خانہ کو اس عمل سے پریشانی ہوتی ہے اور خرچ وغیرہ نہ ملنے کی وجہ سے شکایت بھی ہوتی ہے۔ وہ لوگ اس طرح ۵۔۵ یا ۶۔۶ ماہ بلکہ ایک ایک سال باہر گزارتے ہیں۔ اس کو وہ "چلہ" دینا کہتے ہیں۔ نیز وہ خود بھی سمجھتے ہیں اور دوسروں کو بھی سمجھاتے ہیں کہ جو جتنا لمبا چلہ دیتا ہے وہ اتنا ہی کامل مسلمان بن جاتا ہے۔ یہ عمل کہاں تک درست ہے؟ اور کیا کتاب وسنت کے مطابق ہے؟ کیا صحابہ کرامؓ نے بھی ایسے چلے دیے ہیں؟ عربی میں چلے کو کیا کہا جاتا ہے؟ کیوں کہ اردو میں تو چلہ صرف چالیس دن کا ہوتا ہے۔ وہ بھی پیر، فقیر اور روحانی عامل کسی وظیفہ وغیرہ پڑھنے کی مدت کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

**(ج)** ایسا بے وقوف تو شاید ہی دنیا میں کوئی ہو جو سال چھ مہینے کے ملک سے باہر چلا جائے نہ گھر والوں کو بتائے نہ وہاں جا کر اطلاع دے، نہ ان کے نان نفقہ کا سوچے۔ ایسی فرضی صورتوں پر تو احکام جاری نہیں کیے جاتے۔ جہاں تک دین کے سیکھنے سکھانے کا عمل ہے، یہ مسلمانوں کے ذمہ فرض ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بزرگان دین بھی ہماری طرح گھروں میں بیٹھے رہتے تو شاید ہم بھی مسلمان نہ ہوتے، نہ آپ کو سوال کی ضرورت ہوتی اور نہ کسی کو جواب دینے کی۔ جوان بیبیوں کو چھوڑ کر جو لوگ چند ٹکے کمانے کے لیے سعودیہ، دبئی، امریکہ چلے جاتے ہیں اور کئی کئی سال تک نہیں لوٹتے، ان کے بارے میں آپ نے کبھی مسئلہ نہیں پوچھا۔ جو لوگ دین سیکھنے کے لیے مہینے دو مہینے چار مہینے کے لیے جاتے ہیں ان کے بارے میں آپ کو مسئلہ پوچھنے کا خیال آیا۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ گھر کے لوگوں کے نان ونفقہ کا انتظام کر کے آپ بھی چار مہینے کے لیے تو ضرور تشریف لے جائیں، اس کے بعد آپ مجھے لکھیں کیوں کہ اس وقت آپ جو کچھ تحریر فرمائیں گے، وہ علی وجہ البصیرت ہوگا۔

## ماں باپ کی اجازت کے بغیر تبلیغ میں جانا

**(س)** اگر مکی مسجد گارڈن کراچی جائیں تو لوگ وہاں وہابی کہتے ہیں اور دوسری طرف جانے

سے بریلوی اور بدعتی ہونے کا خطاب ملتا ہے۔ میرے ناقص مشاہدہ میں یہ بے چارے تبلیغی جماعت والے صحیح ہیں اور میں ہر جمعرات کو جاتا ہوں مگر میری ناقص فہم میں نہیں آتا کہ ماں باپ بوڑھوں کی بھی رضا مندی اور ان کی بھی خدمت فرض ہے۔ میرا مطلب ہے جب وقت ہے تو جاؤ، بہت سے تو ماں اگر بیمار ہے تو بھی چلے جاتے ہیں۔ میں نے دو مرتبہ تین تین دن لگائے ہیں۔ آپ براہِ کرم بتلائیے کہ ان کی اجازت کے بغیر ہم جماعت میں جا سکتے ہیں یا نہیں؟

**(ج)** تبلیغی جماعت کے بارے میں آپ نے صحیح لکھا ہے کہ یہ اچھے لوگ ہیں، ان کی نقل وحرکت کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہزاروں انسانوں کی زندگیاں بدل دی ہیں، اس لیے ان لوگوں کے ساتھ جتنا وقت گذرے سعادت ہے۔ رہا یہ کہ والدین کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے نہیں؟ تو اس میں تفصیل ہے۔ اگر والدین خدمت کے محتاج ہوں اور کوئی دوسرا خدمت کرنے والا بھی نہ ہو تب تو ان کو چھوڑ کر ہرگز نہ جانا چاہیے، اور اگر ان کو خدمت کی ضرورت نہیں، محض اسی وجہ سے روکتے ہیں کہ ان کے دل میں دین کی عظمت نہیں ورنہ اگر یہی لڑکا دوسرے شہر بلکہ غیر ملک ملازمت کے لیے جانا چاہے تو والدین بڑی خوشی سے اس کو بھیج دیں گے۔ کیوں کہ دنیا کی قیمت انہیں معلوم ہے دین کی معلوم نہیں۔ تو ایسی حالت میں تبلیغ میں جانے کے لیے والدین کی رضامندی کوئی شرط نہیں۔ کیوں کہ تبلیغ میں نکلنا درحقیقت ایمان سیکھنے کے لیے ہے اور ایمان کا سیکھنا اہم ترین فرض ہے۔

## تبلیغی جماعت سے والدین کا اپنی اولاد کو منع کرنا

**(س)** تبلیغ دین کا سلسلہ جیسا کہ آپ کو مجھ سے بہتر علم ہوگا اگر ہم تبلیغی کاموں میں حصہ لیں گھر والے اس سے اس لیے منع کریں کہ رشتہ داروں میں ناک کٹ جائے گی وہ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں گے کہ ان کا لڑکا تبلیغی ہو گیا ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے؟ کیا اس مبارک کام کو چھوڑ دینا چاہیے؟

**(ج)** تبلیغ کا کام ہرگز نہ چھوڑیے، لیکن والدین کی بے ادبی بھی نہ کی جائے، بلکہ نہایت

صبر وتحمل سے ان کی کڑوی باتوں کو برداشت کیا جائے۔ یہ لوگ بیچارے دنیا کی عزت ومنصب کی قدر جانتے ہیں، دین کی قدر و قیمت نہیں جانتے۔ ضرورت ہے کہ ان کو کسی تدبیر سے سمجھایا جائے کہ دین کی پابندی عزت کی چیز ہے اور بے دینی ذلت کی چیز ہے۔

## تبلیغ کرنا اور مسجدوں میں پڑاؤ ڈالنا کیسا ہے؟

**(س)** تبلیغ کا کام کرنا کیسا ہے اور تبلیغی جماعت کا بستروں سمیت مسجد میں پڑاؤ ڈالنے کے متعلق کیا حکم ہے؟

**(ج)** تبلیغ کے نام سے جو کام ہو رہا ہے اس کا سب سے بڑا فائدہ خود اپنے اندر دین میں پختگی پیدا کرنا اور اپنے مسلمان بھائیوں کو رسول اللہ ﷺ والے طریقوں کی دعوت دینا ہے۔ تجربہ یہ ہے کہ اپنے ماحول میں رہتے ہوئے آدمی میں دین کی فکر پیدا نہیں ہوتی۔ بیسیوں فرائض کا تارک رہتا ہے اور بیسیوں گناہوں میں مبتلاء رہتا ہے۔ عمریں گذر جاتی ہیں مگر کلمہ نماز بھی صحیح کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ تبلیغ میں نکل کر احساس ہوتا ہے کہ میں نے کتنی عمر غفلت اور ناقدری کی نذر کردی اور اپنی کتنی قیمتی عمر ضائع کردی۔ اس لیے تبلیغ میں نکلنا ضروری ہے۔

اور جب تک آدمی اس راستے میں نکل نہ جائے اس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آسکتی، چونکہ تبلیغ میں نکلنے سے مقصد دین کا سیکھنا اور سکھانا ہے اور دین کا مرکز مساجد ہیں، اس لیے تبلیغی جماعتوں کو خدا کے گھروں میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہر کر دین کی محنت کرنا بالکل بجا ہے اور درست ہے۔

## تبلیغی نصاب کی کمزور روایتوں کا مسجد میں پڑھنا

**(س)** کیا تبلیغی نصاب میں کچھ حدیثیں کمزور شہادتوں والی بھی ہیں اگر ہیں تو اس کا مسجد اور گھر میں پڑھنا کیسا ہے؟

**(ج)** فضائل میں کمزور روایت بھی قبول کرلی جاتی ہے۔

## تبلیغی جماعت پر اعتراض کرنے والوں کو کیا جواب دیں؟

**(س)** موجودہ دور میں تبلیغی جماعت کام کرتی ہے۔ ہر کسی کو نماز کی طرف بلانا، تعلیم وغیرہ

کرنا۔ مگر لوگ اکثر مخالفت اس طرح کرتے ہیں کہ یہ جاہل ہیں، اپنی طرف سے چھ باتیں بنائی ہیں فقط انہیں ہی بیان کرتے ہیں۔

(ج) جو لوگ اعتراض کرتے ہیں ان سے کہا جائے کہ بھائی تین چلے، ایک چلہ، دس دن، تین دن جماعت میں نکل کر دیکھو پھر اپنی رائے کا اظہار کرو، جب تک وقت نہ لگاؤ اس کام کی حقیقت سمجھ میں نہیں آئے گی اور کسی چیز کی حقیقت سمجھے بغیر اس کے بارے میں رائے دینا غلط ہوتا ہے۔

## کیا برائی میں مبتلا انسان دوسرے کو نصیحت کر سکتا ہے؟ نیز کسی کو اس کی کوتاہیاں جتانا کیسا ہے؟

(س) میں ایک طالب علم ہوں، طالب علم ساتھیوں کی محفل میں شراب اور پھر خودکشی کا تذکرہ چل نکلا۔ میں نے توبہ کرتے ہوئے کہا کہ شراب ''ام الخبائث'' ہے اور ''خودکشی'' حرام ہے۔ اس پر ایک طالب ساتھی نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نماز پڑھتے ہیں؟ میں نے شرمندگی کے ساتھ عرض کیا نہیں۔ پھر انہوں نے مجھے احساس دلایا کہ آپ داڑھی بھی مونڈھتے ہیں؟ میں نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اس پر موصوف فرمانے لگے کہ جب آپ پر نماز فرض ہے ادا نہیں کرتے جس کے متعلق سب سے پہلے پرسش ہوگی اور داڑھی بھی مونڈھتے ہیں تو پھر حرام (شراب اور دیگر معاشرتی برائیاں) جن کا درجہ بعد میں آتا ہے ان کے بارے میں کیوں فکر مند ہوتے ہیں؟ واضح رہے کہ موصوف خود بے نمازی اور کلین شیو ہیں۔ مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر ہم دوستوں کی الجھن دور فرمائیں۔ کیا کوئی شخص جو خود ان کوتاہیوں اور گناہوں کا مرتکب ہو رہا ہو کسی دوسرے شخص کی وہی کوتاہیاں گنوانے اور نصیحت کرنے کا حق رکھتا ہے؟

(ج) کسی کو اس کی کوتاہیاں اور برائیاں جتانا اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ محض طعن و تشنیع کے طور پر برائی کا طعنہ دیا جائے، یہ تو حرام اور گناہ کبیرہ ہے، قرآن کریم میں اس کی مذمت فرمائی ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ خیر خواہی کے طور پر اس سے کہا جائے کہ یہ

برائی چھوڑ دینی چاہیے، یہ نصیحت کرنا اچھا ہے جو بہت اچھا عمل ہے۔ قرآن وحدیث میں برائی سے روکنے کا جگہ جگہ حکم آیا ہے۔ رہا یہ کہ جو شخص خود کسی گناہ میں مبتلا ہو کیا وہ دوسروں کو اس گناہ سے منع کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے کو منع کر سکتا ہے مگر دوسرے پر نصیحت کا اثر اسی وقت ہوتا ہے جب آدمی خود بھی عمل کرے، ایسا شخص جو خود گناہ میں مبتلا ہو اگر دوسرے کو نصیحت کرے تو اس کو یوں کہنا چاہیے کہ بھائی! میں خود بھی گناہگار ہوں، اس گناہ میں مبتلا ہوں۔ آپ خود بھی اس گناہ کو چھوڑ دیں اور میرے لیے بھی دعا کریں کہ میں اس گندگی سے نکل جاؤں۔

**(س)** کیا بے نمازی شخص کو وہ تمام حرام اور ممانعت اختیار کر لینے چاہئیں جن کا درجہ بعد میں آتا ہے اور جن سے وہ مکمل طور پر پہلو تہی کرتا ہے؟

**(ج)** ایک جرم دوسرے جرم کے اور ایک گناہ دوسرے گناہوں کے جواز کی وجہ نہیں بن جاتا۔ جو شخص دوسرے گناہوں سے بچتا ہے مگر نماز نہیں پڑھتا اس کو تو یہ کہا جائے گا کہ جب ماشاءاللہ آپ دوسرے گناہوں سے بچتے ہیں تو آپ کو ترک نماز کے گناہ سے بھی بچنا چاہیے۔ مگر یہ کہنا جائز نہیں کہ جب آپ ترک نماز سے نہیں بچتے تو دوسرے گناہوں سے کیوں پرہیز کرتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ جو دوسرے گناہوں سے بچتا ہے مگر ایک بڑے گناہ میں مبتلا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کسی دن اس گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرما دیں گے۔ علاوہ ازیں ہر گناہ ایک مستقل بوجھ ہے جس کو آدمی اپنے اوپر لا د رہا ہے، پس اگر کوئی آدمی کسی گناہ میں مبتلا ہے تو اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ دنیا بھر کی گندگیوں کو آدمی سمیٹنا شروع کر دے۔

**(س)** ناصح کا طرز عمل اور انداز نصیحت درست تھا یا غلط؟

**(ج)** اوپر کے جوابات سے معلوم ہو گیا کہ ان کا طرز عمل قطعاً غلط تھا اور یہ نصیحت ہی نہیں تھی تو ''انداز نصیحت'' کیا ہو گا۔

## کمپنی سے چھٹی لیے بغیر تبلیغ پر جانا

**(س)** میں جہاں کام کرتا ہوں وہاں میرے ساتھ چار اور ساتھی ہیں۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ

ایک ایک ساتھی یا دو دو دس بارہ دن کے لیے کام پر نہیں آتے ہیں اور حاضری لگتی رہتی ہے۔ یہ چھٹیاں باری باری ہوتی ہیں جب میری باری ہوتی ہے تو میں اکثر ۱۰ دن کے لیے تبلیغ پر نکل جاتا ہوں اور حاضری لگتی ہے۔ اب بتائیے کہ یہ میرا تبلیغ میں جانا کیسا ہے؟ کیا الٹا گناہ تو نہیں؟ میرے جانے سے کمپنی کو کوئی نقصان بھی نہیں ہوتا۔ مفصل جواب دیجئے اور میرے جانے کا افسروں کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

**(ج)** کمپنی سے رخصت لیے بغیر غیر حاضری کرنا خیانت ہے۔ اور اس وقت کو کسی دوسرے کام میں استعمال کرنا ناجائز اور حرام ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ غیر حاضری کے دنوں کی تنخواہ وصول نہ کیا کریں۔

## امر بالمعروف نہی عن المنکر کی شرعی حیثیت

**(س)** قرآن مجید میں اور احادیث مبارکہ میں بھی ایسی کئی احادیث مبارکہ ہیں اور ان آیات اور احادیث کا مفہوم اس طرح بنتا ہے کہ مسلمان کے لیے نہ صرف یہ کہ خود نیک عمل کرے بلکہ دوسروں کو بھی ان کی تلقین کرے اسی طرح نہ صرف خود برے کاموں سے پرہیز کرے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی ترغیب دے۔ اس کام کو نہ کرنے پر احادیث مبارکہ میں وعیدیں بھی آئی ہیں سوال یہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض ہے یا فرض کفایہ یا واجب ہے یا کوئی اور شکل یا یہ کہ مختلف صورتوں میں مختلف حکم؟

**(ج)** مسئلہ بہت تفصیل رکھتا ہے مختصر یہ کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر فرض ہے دو شرطوں کے ساتھ، ایک یہ کہ یہ شخص مسئلہ سے ناواقف ہو۔ دوم یہ کہ قبول کی توقع غالب ہو، اگر یہ دو شرطیں نہ پائی جائیں تو فرض نہیں، البتہ بشرط نفع مستحب ہے اور اگر نفع کی بجائے اندیشہ نقصان کا ہو تو مستحب نہیں۔

**(س)** آج کل دعوت و تبلیغ کے نام سے مسجدوں میں جو محنت ہو رہی ہے اور اس سلسلے میں جو اجتماعات ہوتے ہیں ان میں جڑنا یا شمولیت اختیار کرنا فرض ہے یا اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس

کے علاوہ یہ کہ میں بہت سے علماء کرام کی مجالس میں جاتا رہتا ہوں لیکن انہوں نے کبھی چالیس دن، چار مہینے یا اجتماعات پر زور نہیں دیا بلکہ یہ حضرات اکابرین کے انفرادی اعمال پر اور زہد وتقویٰ پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ میری رہنمائی فرمائیں کہ ایک مسلمان کو کس طرح مکمل زندگی گزارنی چاہیے؟

**(ج)** دعوت وتبلیغ کی جو محنت ہو رہی ہے اس کے دو رخ ہیں، ایک اپنی اصلاح اور اپنے اندر دین کی طلب پیدا کرنا، پس جس شخص کو ضروریات دین سے واقفیت ہو، اپنی اصلاح کی فکر اور بزرگوں سے رابطہ وتعلق ہو اس کے لیے یہ کافی ہے اور جس شخص کو یہ چیز حاصل نہ ہو اس کے لیے اس تبلیغ کے کام میں جڑنا بطور بدلیت فرض ہے اور دوسرا رخ دوسروں کی اصلاح کی فکر کرنا ہے یہ فرض کفایہ ہے جو شخص اس کام میں جڑتا ہے مستحق اجر ہوگا اور جتنے لوگ اس کی محنت سے اس کام میں لگیں گے ان سب کا اجر اس کے نامہ اعمال میں درج ہوگا اور جو نہیں جڑتا وہ گناہگار تو نہیں اس ''اجر خاص'' سے البتہ محروم ہے مگر یہ کہ اس سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہو۔

## تبلیغ کا فریضہ اور گھریلو ذمہ داریاں

**(سوال)** بعض حضرات سہ روزہ، عشرہ، چالیس روزہ، چار مہینے یا سال کے لیے اکثر گھر بار چھوڑ کر علاقے یا شہر سے باہر جاتے ہیں تاکہ دین کی باتیں سیکھیں اور سکھائیں اکثر لوگ اس کو سنت اور کچھ لوگ اس کو فرض کا درجہ دیتے ہیں ایک عالم صاحب نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے نہ فرض بلکہ یہ ایک بزرگوں کا طریقہ ہے۔ تاکہ عالم لوگ دین کی باتیں سمجھیں، اور اس پر عمل کریں۔ اس کی حیثیت واضح فرمائیں..........!

**(جواب)** دعوت وتبلیغ میں نکلنے سے مقصود اپنی اصلاح اور اپنے ایمان اور عمل کو ٹھیک کرنا ہے اور ایمان کا سیکھنا فرض ہے تو اس کا ذریعہ بھی فرض ہوگا البتہ اگر کوئی ایمان کو صحیح کر چکا اور ضروری اعمال میں بھی کوتاہی نہ کرتا ہو اس کے لیے فرض کا درجہ نہیں رہے گا۔

**(سوال)** تبلیغ پر جانے والے کچھ لوگ گھر والوں کا خیال کیے بغیر چلے جاتے ہیں جس سے ان

کے بیوی بچوں وغیرہ کو معاشی پریشانی ہوتی ہے۔اور انہیں قرض مانگنا پڑتا ہے؟

(**جواب**)ان کو چاہیے کہ غیر حاضری کے دنوں کا بندوبست کر کے جائیں۔خواہ قرض لے کر، کہ بچوں کو پریشان نہ ہونا پڑے۔

(**سوال**)اسی طرح کچھ حضرات اکثر اپنے گھر میں بتائے بغیر کچھ لوگوں کو مہمان بنا کے لے آتے ہیں اور یہ ایک سے زیادہ مرتبہ ہوتا ہے۔آج کل کے معاشی حالات میں گھر والے اس طرز عمل سے پریشان ہوتے ہیں اور لوگ ان کے متعلق غلط باتیں کرتے ہیں۔

(**جواب**)اس میں گھر والوں کی پریشانی کی تو کوئی بات نہیں۔جس شخص کے ذمہ گھر کے اخراجات ہیں اس کو فکر مند ہونے کی ضرورت ہے۔غلط باتیں تو لوگ انبیاء و اولیاء کے بارے میں بھی مشہور کرتے رہے ہیں عوام کی باتوں کی طرف التفات کرنا ہی غلط ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ شرعی نقطہ نظر سے صحیح ہے یا نہیں۔وہ میں اوپر ذکر کر چکا ہوں۔

(**سوال**)اکثر لوگ اسی وجہ سے تعلیمی حلقوں میں جو کہ عشاء کی نماز کے بعد مسجدوں میں ہوتی ہیں شرکت سے کتراتے ہیں اور اپنے رشتہ داروں کو بھی روکتے ہیں، کیونکہ ان محفلوں میں سہ روزہ وغیرہ کی دعوت دی جاتی ہے اور اس پر زور دیا جاتا ہے۔

(**جواب**)جو لوگ اس سے کتراتے ہیں وہ اپنا نقصان کرتے ہیں، مرنے کے بعد ان کو پتہ چلے گا کہ وہ اپنا کتنا نقصان کر کے گئے اور تبلیغ والے کتنا کما کر گئے۔

## تبلیغ اور جہاد

(**سوال**)تبلیغ اور جہاد دونوں فرض ہیں ترجیح کس کو دی جائے گی؟ وضاحت فرمادیں۔

(**جواب**)جہاں صحیح شرائط کے ساتھ جہاد ہو رہا ہو وہاں جہاد بھی فرض کفایہ ہے اور دعوت و تبلیغ کا کام اپنی جگہ اہم ترین فرض ہے۔اگر مسلمانوں کے ایمان کو محفوظ کر لیا جائے تو جہاد بھی صحیح طریقہ سے ہو سکے گا۔اس لئے عام مسلمانوں کو تو تبلیغ کے کام کا مشورہ دیا جائیگا۔ہاں! جہاں جہاد بالسیف کی

ضرورت ہو، وہاں جہاد ضروری ہوگا۔

## کیا تبلیغ میں نکل کر خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ گنا ہے

(**سوال**) جو تبلیغ والے کہتے ہیں کہ اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے اوپر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ روپے صدقہ کرنے کے برابر ملتا ہے اور ایک نماز پڑھنے کا ثواب انچاس کروڑ نمازوں جتنا ملتا ہے، کیا یہ صحیح ہے۔؟

(**جواب**) حدیث سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے۔

## تبلیغی جماعت سے متعلق چند سوال

(**سوال**) تبلیغی جماعت والے کیسے لوگ ہیں؟

(**جواب**) بہت اچھے لوگ ہیں۔ اپنے دین کے لئے مشقت اٹھاتے ہیں۔

(**سوال**) تبلیغی جماعت والے کہتے ہیں اللہ کے راستے میں نکلو، اللہ کے راستے میں ایک نماز کا ثواب انچاس کروڑ نمازوں کے برابر ہے۔ لیکن میں نے سنا ہے کہ یہ ثواب جہاد فی سبیل اللہ میں ہے؟

(**جواب**) تبلیغی کام بھی جہاد فی سبیل اللہ کے حکم میں ہے۔

(**سوال**) اجتماعی کام میں شریک ہونا چاہیے لیکن دوسرے وقت میں اپنے انفرادی اعمال کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔

## فضائل اعمال پر چند شبہات کا جواب

(**سوال**) ایک دوست انڈیا سے کتاب لائے ہیں۔ ”تبلیغی نصاب، ایک مطالعہ“ تابش مہدی صاحب نے تحریر کی ہے ان کی دعوت یہ ہے کہ تبلیغی نصاب میں موضوع، ضعیف اور عقل سے بعید کتاب وسنت کی تعلیمات کے برعکس واقعات اور سب کچھ ہی اس تبلیغی نصاب میں موجود ہے۔ اور شیخ الحدیثؒ نے عربی میں احادیث لکھ دی ہیں اور عربی ہی میں بتادیا کہ یہ روایت موضوع ضعیف ہے یا مردود۔

مگر اردو میں یہ نہیں لکھا جو بے ایمانی میں آتی ہے اور گزارش ہے کہ علماء دیوبند اس کتاب سے ایسی احادیث اور حکایات وخواب دور کر دیں جو اسلامی مزاج سے میل نہیں کھاتی ہیں اور یہ کتاب صرف رضاالٰہی کے لیے اور گمراہیت سے بچانے کے لیے ہی لکھی ہے۔

اسی کتاب میں لکھا ہے کہ دیوبند کے بڑے بڑے اکابر بھی شیخ الحدیث کی اس کتاب سے واقف ہیں اور ان کی حیات میں جب بھی اکابرین دیوبند سے کہا گیا تو جواب یہ ملا "اگر تبلیغی نصاب کی۔ مندرجہ ذیل بالا غلطیوں پر تنقید کی گئی تو شیخ الحدیثؒ ناراض ہو جائیں گے" اور یہ بات شرع سے ہٹ کر تھی اس لیے تابش مہدی صاحب نے جو کہ مدیر "الایمان" دیوبند ہیں یا تھے اس طرف توجہ فرمائی اور ہمت کی، وغیرہ وغیرہ۔

آج اسی کتاب کی بدولت بہت سے دوست جو کہ پہلے بھی کچھ اس جماعت سے متنفر تھے اب تو ایک ہتھیار ان کے ہاتھ ہے۔ حق بات حق ہی ہوتی ہے۔ (بشرطیکہ حق کی تفصیل وہ جانتا ہو) میں یہ صلاحیت نہیں رکھتا اس لیے حضرت کی خدمت میں یہ چند چیزیں عرض کرتا ہوں۔

## اپنے والد صاحب کو صحابہ کرامؓ پر فضیلت دینے کی تہمت

(۱) "تحریف قرآن کا عظیم نمونہ" کے تحت جو کچھ لکھا ہے خلاصہ لکھ دیتا ہوں۔ قرآن حکیم کی کسی بھی آیت یا جملہ کا وہ مفہوم اخذ کرنا جو منشائے خداوندی کے برعکس ہو تحریف کہلاتا ہے اور جس نے قرآن حکیم میں تحریف کی گویا اسلام کی بنیاد ہی ہلا دی اور ایسے شخص کا تعلق اسلام سے کس حد تک قائم رہ سکتا ہے قارئین واقف ہیں سورۃ قمر کی آیت "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ" کا ترجمہ ہر عالم نے وہی کیا ہے جو منشائے خداوندی ہے اس کے بعد مولانا اشرف علی تھانویؒ شیخ الہندؒ مولانا شاہ رفیع الدینؒ مولانا شاہ عبدالقادر دہلویؒ کا ترجمہ پیش کیا پھر شیخ سعدیؒ وشاہ ولی اللہؒ کا ترجمہ پیش کیا گیا۔ ایک ترجمہ لکھ دیتا ہوں۔ "تحقیق ہم نے قرآن کو نصیحت پکڑنے کے لیے آسان کر دیا۔ پھر ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا۔" فضائل قرآن ص ۵۴ پر ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ کلام اللہ شریف کا حفظ یاد ہو جانا

درحقیقت یہ خود قرآن شریف کا ایک کھلا معجزہ ہے ورنہ اس سے آدھی تہائی مقدار کی کتاب بھی یاد ہونا مشکل ہی نہیں بلکہ قریب بہ محال ہے اس وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اس کے یاد ہو جانے کو سورۃ قمر میں بطور احسان ذکر فرمایا اور بار بار اس پر تنبیہ فرمائی۔

آیت کا ترجمہ: ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کے لئے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔

(فضائل اعمال ص ۲۶۰)

(۲) حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد اور حضرت حسینؓ کے تحت ہے: سید السادات حضرت حسینؓ اپنے بھائی حضرت حسنؓ سے بھی ایک سال چھوٹے تھے اس لیے ان کی عمر حضور اکرم ﷺ کے وصال کے وقت اور بھی کم تھی، یعنی چھ برس اور چند مہینے کی؛ چھ برس کا بچہ کیا دین کی باتوں کو محفوظ کر سکتا ہے؟ لیکن امام حسینؓ کی روایتیں حدیث کی کتابوں میں نقل کی جاتی ہیں محدثین نے انہیں اس جماعت میں شمار کیا ہے جن سے آٹھ حدیثیں منقول ہیں۔

حکایات صحابہؓ صفحہ ۱۶۳ میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے فائدہ کے تحت یہ بتایا ہے کہ اس قسم کے ذہانتی واقعات حضرت حسینؓ ہی نہیں دوسرے بہت سے صحابہ کرامؓ کی زندگیوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پھر فائدے کے ضمن میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے اس سے بھی زیادہ قابل ذکر ذہانت کا تذکرہ بایں انداز فرمایا ہے کہ ''میں نے اپنے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بھی بار بار سنا ہے اور اپنے گھر کی بوڑھیوں سے بھی سنا ہے کہ میرے والد صاحب کا جب دودھ چھڑایا گیا تو پاؤ پارہ حفظ ہو چکا تھا اور ساتویں برس کی عمر میں قرآن شریف پورا حفظ ہو چکا تھا اور اپنے والد یعنی میرے دادا صاحب سے مخفی فارسی کا بھی متعد بہ حصہ بوستان، گلستان سکندر نامہ وغیرہ بھی پڑھ چکے تھے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت مؤلفؒ نے کس سادگی اور حکمت کے ساتھ باپ کو حضرت حسینؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ و اکابر پر فوقیت دے دی۔ اگر حضرت حسینؓ نے چھ برس کی عمر میں چند حدیثیں یاد کر لیں تو کون سی قابل ذکر بات ہوگئی اس قسم کی ذہانتیں تو دوسرے لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ مگر باعث حیرت بات تو یہ ہے کہ حضرت شیخ کے والد نے ماں کا دودھ چھوڑنے سے قبل ہی پاؤ پارہ حفظ کر لیا جب

کہ بچے اس عمر میں بول بھی مشکل پاتے ہیں یہ واقعہ بیان کر کے مؤلف محترم نے اپنے والد کو نہ صرف یہ کہ صحابہ کرامؓ پر فوقیت دے دی بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے بھی آگے بڑھا دیا اس قسم کے واقعات تو ان کی زندگیوں میں شاذ و نادر ہی ملیں گے حضرت عیسیٰؑ ماں کی گود میں محض چند ہی الفاظ بول سکے تھے یہاں پاؤ پارہ حفظ کا ذکر ہے۔

## حضرت ابن زبیرؓ کا واقعہ

(۳) آنحضور ﷺ پر ایک عظیم بہتان کے تحت ہے۔ خون کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے خواہ وہ کسی کا بھی خون ہو۔ ارشاد خداوندی ہے۔

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَ الدَّمَ وَ لَحْمَ الْخِنْزِيْرِ " (النحل:۱۱۵)

سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۳ اور سورۃ المائدہ آیت ۳ میں بھی یہ حکم من وعن موجود ہے یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ جس معاملے میں قرآن یا حدیث کا صریح حکم موجود ہو اس میں کسی قسم کی تاویل و منطق کی گنجائش نہیں باقی رہتی۔ لہٰذا قرآن کی رو سے خون ہمیشہ ہمیشہ اور ہر فرد بشر کے لیے حرام ہے اب اگر مرضی سے کوئی اسے جائز قرار دیتا ہے تو گویا وہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرتا ہے ان معروضات کے بعد شیخ الحدیثؒ کی ایک کاوش فکر ملاحظہ فرمائیں۔

حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ سینگیاں لگوائیں اور جو خون نکلا وہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو دیا کہ ان کو کہیں دبا دیں وہ گئے اور آ کر عرض کیا کہ دبا دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت کیا کہاں؟ عرض کیا میں نے پی لیا حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکتی۔

لگے ہاتھوں اسی ضمن کی دوسری روایت بھی ملاحظہ ہو:

احد کی لڑائی میں جب نبی اکرم ﷺ کے چہرہ انور یا سر مبارک میں خود کے دو حلقے گھس گئے تھے الخ تو حضرت ابو سعید خدریؓ کے والد ماجد مالک بن سنانؓ نے اپنے لبوں سے اس خون کو چوس لیا۔ الخ

(حکایاتِ صحابہؓ ص ۱۷۳)

دوسری روایت میں نے صرف اشارے کے طور پر لکھ دی ہے۔ پوری نہیں لکھی۔

ایک ہی مضمون کی یہ دو منقولہ روایتیں ہیں ایک خمیس کے حوالے سے اور دوسری قرۃ العیون کے حوالے سے یہ دونوں کتابیں اہل علم کے نزدیک میلادِ اکبر۔ میلاد گوہر یا یوسف زلیخا اور جنگ زیتون جیسی غیر مستند اور گمراہ کن ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی خلاف شریعت حرکت کوئی صحابیؓ رسولؐ دانستہ ہرگز ہرگز نہیں کر سکتا ایسے خون کا حرام ہونا قرآن مجید میں صریح طور پر موجود ہے۔ لیکن اگر تھوڑی دیر کے لیے با دل نخواستہ یہ فرض ہی کر لیا جائے کہ حضرت ابن زبیر اور مالک بن سنانؓ نے محبت میں آ کر اپنے محبوب کا خون پی لیا ہوگا اگرچہ دل اس کے لیے بھی آمادہ نہیں ہے' مگر یہ بات کس طرح مان لی جائے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان دونوں صحابہؓ کو اس خلاف قرآن عمل سے روکنے یا منع کرنے کے بجائے انہیں دوزخ سے خلاصی کی خوشخبری دے دی اور یہ کہہ کر جس کے بدن میں میرا خون جائے گا اس کو جہنم کی آگ نہیں چھو سکے گی آئندہ کے لیے اجازت بلکہ ترغیب دے دی اس لیے کہ آپ ﷺ رسولؐ تھے۔ نبی و رسول کا ایک ایک سانس اس کی شریعت کا نمائندہ ہوتا ہے نبی کی زبان سے نکلی ہوئی بات شریعت بن جاتی ہے۔ اس لیے ایسی عظیم ہستی کی طرف اس قسم کی غلط بات کا انتساب حد درجہ ناجائز اور نا درست ہے۔ ان سب کے علاوہ آنحضور ﷺ کی نظافت طبعی بھی اس روایت کی تکذیب کرتی ہے۔

غالباً حضرت شیخ الحدیثؒ کی نظر سے حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث ضرور گزری ہوگی۔ "من کذب علی متعمدا فلیتبوء مقعده من النار' بلاشبہ حضرت شیخ الحدیثؒ نے یہ بے سند روایت بیان کر کے رسول اکرم ﷺ پر ایک عظیم اتہام کا ارتکاب کیا ہے۔ پھر فائدہ کے نوٹ میں لکھا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے فضلات پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ (حکایاتِ صحابہؓ ص ۱۷۲)

لیکن موصوف مرحوم نے یہ نہ بتایا کہ انہیں یہ بات کہاں سے ملی۔ براہِ راست قرآن میں موجود ہے یا حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ یا آپ کے صحابہ کرامؓ نے عملاً اس کا ثبوت دیا۔ آگے لکھا ہے۔

''خیر محترم شیخ الحدیثؒ تو اس دنیا میں نہیں رہے ان کے خلفاء ہی کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ کسی مستند حوالے سے کم از کم کسی ایک ہی صحابی کی نشاندہی فرمائیں جس نے آپ ﷺ کے فضلات پاخانہ پیشاب وغیرہ نوش جاں فرما کر امت کے لیے حلال اور پاک ہونے کا ثبوت دیا ہو۔ میں ان کا بے حد ممنون و متشکر رہوں گا۔''

(۴) ''یہ اعجوبے'' کے تحت میں، میں ایک ہی بات نقل کرتا ہوں فضائل صدقات ص ۲۷۴ پر ایک بزرگ کے بارے میں بتایا ہے کہ وہ روزانہ ۱۰۰۰ رکعتیں کھڑے ہو کر ۱۰۰۰ بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے جب کہ ایک رکعت فی منٹ کے حساب سے اس طرح ۳۳ گھنٹوں میں ممکن ہے اور شب و روز میں کل ۲۴ گھنٹے ہوتے ہیں آخر مزید ۹ گھنٹے کہاں سے آئے۔ جواب کا منتظر رہوں گا۔

مہتاب احمد سلطنت عمان

# جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیمO

**الحمدللہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، امابعد**

تابش مہدی کی یہ کتاب کئی سال پہلے نظر سے گذری تھی اور بعض احباب کے اصرار پر یہ داعیہ بھی اس وقت پیدا ہوا تھا کہ اس کا جواب لکھا جائے۔ لیکن کتاب کے مطالعہ کے بعد معلوم ہوا کہ کتاب کا مصنف نہ تو علمِ حدیث کے فن سے واقف ہے اور نہ ہی دیگر اسلامی علوم پر اس کی نظر ہے۔ اس بے چارے کے علم و فہم کا حدود اربعہ کچھ اردو کتب و رسائل کا سطحی مطالعہ ہے اور بس ایسے شخص کی تردید کے درپے ہونا محض اضاعتِ وقت ہے۔ دوسری طرف حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے رسائل کو حق تعالیٰ شانہٗ نے ایسی مقبولیت عطا فرما رکھی ہے کہ دنیا بھر کی مختلف زبانوں میں ان رسائل کا مذاکرہ ہو رہا ہے۔ اور دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں شاید ایک لمحہ بھی ایسا نہ گزرتا ہوگا جس میں دنیا کے کسی نہ کسی خطہ میں ان رسائل کے سننے، سنانے کا شغل جاری نہ رہتا ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ مقبولیت محض من جانب اللہ ہے کسی انسان کے سعی و کسب کا نتیجہ نہیں۔ پس جب کہ حضرت مصنفؒ کے اخلاص وللّٰہیت کی برکت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے ان کتابوں کو ایسی خارقِ عادت مقبولیت عطا فرما رکھی ہے، تو تابش مہدی جیسے لوگوں کی سطحی تنقید سے ان کا کیا بگڑتا ہے؟

علاوہ ازیں سنت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ جس شخصیت کو منجانب اللہ شرف قبولیت کا جامہ پہنا جاتا ہے، کچھ لوگ ایسی شخصیت کی پوستین دری اور اس پر بے جا تنقید کو اپنا محبوب مشغلہ بنا لیتے ہیں، اس قانون سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی مستثنیٰ نہیں فرمایا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

**"وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِيْنَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِىْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا، وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَO (الانعام:۱۱۲)**

"اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن سے شیطان پیدا کیے، کچھ آدمی اور کچھ جن۔ جن میں سے بعضے دوسروں بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے، تا کہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں

اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا' تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے۔ سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں' ان کو آپ رہنے دیجیے۔" (ترجمہ: حضرت تھانویؒ)

اور یہ چیز ان اکابر کے رفع درجات کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ شیعہ کے اتہامات آج تک حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے رفع درجات کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔ اس سنت اللہ کے مطابق حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے مقابلہ میں بھی تابش مہدی جیسے لوگوں کا وجود ضروری تھا۔ اب اگر تابش مہدی کے تمام الزامات کا معقول اور مدلل جواب بھی لکھ دیا جائے تب بھی ان صاحب کو "رجوع" کرنے اور اپنی غلطی کا اعتراف کرنے کی توفیق نہیں ہوگی۔ بلکہ شیطان انکو نئے نئے نکتے تلقین کرتا رہے گا۔

الغرض ان وجوہ اسباب کی بناء پر تابش مہدی کے تنقیدی رسالہ کا جواب لکھنا غیر ضروری بلکہ کارِ عبث معلوم ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ آنجناب کا گرامی نامہ بھی کئی مہینوں سے رکھا ہے۔ لیکن اس کا جواب دینے کو جی نہ چاہا۔ آج آپ کی خاطر دل پر جبر کر کے قلم ہاتھ میں لیا ہے۔ کوشش کروں گا کہ آپ کے چار سوالوں کا جواب گو مختصر ہو، مگر شافی ہوتا کہ آپ کی پریشانی دور ہو جائے۔

## (۱) تحریف قرآن کا الزام

"سورۃ القمر" کی آیت ۲۲ "ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" کا جو ترجمہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے فضائلِ قرآن میں کیا ہے، یعنی ہم نے کلامِ پاک کو حفظ کرنے کے لیے سہل کر رکھا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا"؟

تابش مہدی اپنے محدود سطحی مطالعہ کی بناء پر اس کے بارے میں تحریف قرآن کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں کیوں کہ یہ ترجمہ عام اردو تراجم کے خلاف ہے۔ اگر ان کو مستند عربی تفاسیر دیکھنے کا اتفاق ہوا ہوتا تو معلوم ہوتا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کا بیان کردہ بھی صحیح ہے اور یہ بھی سلف صالحین سے منقول ہے، کیوں کہ اس آیت کریمہ کے دو مفہوم بیان کئے گئے ہیں۔ اور اپنی جگہ دونوں صحیح ہیں۔

ایک یہ کہ "ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔"

اور دوسرا یہ کہ "ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔"

بعض اکابر نے دونوں مفہوم نقل کر دیے ہیں اور بعض نے صرف ایک کو اختیار فرمایا ہے اور بعض نے دونوں کو ذکر کر کے ایک کو ترجیح دی ہے۔ جو مفہوم حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے اختیار کیا ہے اس

کے لیے چند تفاسیر کے حوالے ذکر کر دینا کافی ہیں۔

(۱) تفسیر جلالین میں ہے:

"سهلناه للحفظ اوهياناه للتذكر"

ترجمہ:۔ ہم نے اس کا آسان کر دیا ہے حفظ کے لیے یا مہیا کر رکھا ہے نصیحت حاصل کرنے کے لیے۔

(۲) تفسیر کشاف میں ہے:

اى سهلناه للاذكار والاتعاظ، وقيل: ولقد سهلناه للحفظ واعنا عليه من اراد حفظه، فهل من طالب للحفظ ليعان عليه، ويروى ان كتب اهل الاديان نحوالتوراة والانجيل لا يتلوها اهلها الا نظراً، ولا يحفظونها ظاهراً كما القرآن○(تفسير كشاف ص: ۴۳۵ ج ۴)

"ہم نے اس قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر رکھا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ ہم نے اس کو حفظ کرنے کے لیے آسان کر رکھا ہے اور جو شخص اس کو حفظ کرنا چاہے اس کی اعانت اپنے ذمہ لے رکھی ہے پس ہے کوئی اس کے حفظ کرنے والا کہ اس کی مدد کی جائے؟ مروی ہے کہ پہلے ادیان کے لوگ اپنی کتابیں ناظرہ پڑھ سکتے تھے قرآن کی طرح حفظ نہیں پڑھ سکتے تھے۔"

(۳) (ولقد يسرنا القرآن) اى سهلناه (للذكر)اى للحفظ والقراة (فهل من مدكر)اى من ذاكر يذكره ويقراه، والمعنى هوالحث على قراة وتعلمه، قال سعيد ابن جبير: ليس من كتب الله كتاب يقرا كله ظاهرا الا القرآن○(زادالمیسر ۹۴۔۹۵ج۸)

"اور ہم نے آسان کر دیا قرآن کو ذکر کر کے، یعنی حفظ و قرأت کے لیے۔ پس کیا ہے کوئی یاد کرنے والا، جو اس کو یاد کرے اور پڑھے؟ اور مقصود قرآن کریم کی قرأت اور اس کے سیکھنے کی ترغیب دلانا ہے۔ سعید ابن جبیرؒ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کے سوا کتب الٰہیہ میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو پوری کی پوری حفظ پڑھی جاتی ہو۔"

امام ابن جوزیؒ نے صرف وہی مفہوم اختیار کیا ہے جو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے فضائل قرآن میں ذکر فرمایا:

تفسیر قرطبی میں ہے:

ای سھلناہ للحفظ واعناعلیہ من اراد حفظہ فھل من طالب للحفظہ فیعان علیہ. قال سعید بن جبیر: لیس من کتب اللہ کتاب یقرا کلہ ظاھراً الا القرآن ○

(تفسیر قرطبی: ص۱۳۴ ج۱۷)

"یعنی ہم نے اس کو حفظ کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے اور جو شخص اس کو حفظ کرنا چاہے اس کی اعانت ہے۔ پس کیا کوئی اس کو حفظ کرنے کا طالب ہے، کہ اس کی اعانت کی جائے؟ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ کتب الٰہیہ میں قرآن کے سوا کوئی کتاب نہیں جو پوری حفظ پڑھی جاتی ہو۔"

امام قرطبی نے بھی صرف اسی مفہوم کو لیا ہے۔

(۵) تفسیر ابن کثیر میں ہے:۔

ای سھلناہ للحفظ، ویسرنا معناہ لمن ارادہ لیتذکر الناس...... قال مجاھد: (ولقد یسرنا القرآن لذکر) یعنی ھونا قرأتہ، وقال السدی: یسرنا تلاوتہ علی الالسن، وقال الضحاک: قال ابن عباس رضی اللہ عنھما: لو لا ان اللہ یسرہ علی لسان الآدمین ما استطاع احد من الخلق ان یتکلم بکلام اللہ عزوجل وقولہ: (فھل من مدکر) ای فھل من متذکر بھذاالقرآن الذی یسر اللہ حفظہ ومعناہ"

(مختصر تفسیر ابن کثیر ص: ۴۱۰ ج ۳)

یعنی جو شخص قرآن کو حاصل کرنا چاہے تو ہم نے اس کے لیے اس کے الفاظ کو سہل اور اس کے معنی کو آسان کر دیا ہے تاکہ لوگ غور کریں...... امام تفسیر مجاہد فرماتے ہیں کہ "ہم نے قرآن کو آسان کر دیا یاد کے لیے" یعنی اس کے پڑھنے کو آسان کر دیا ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی تلاوت کو زبانوں پر آسان کر دیا ہے اور ضحاکؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "اگر اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کی زبانوں پر اس کو آسان نہ کیا ہوتا تو مخلوق میں سے کوئی بھی کلام الٰہی کو زبان سے ادا نہ کر سکتا"۔ "فھل من مدکر" یعنی کوئی اس قرآن کے ساتھ نصیحت حاصل کرنے والا ہے جس کے حفظ و معنی کو اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا ہے۔ (اور آگے ابن شوذبؒ، مطر وراقؒ اور قتادہؒ سے بھی یہی مضمون نقل کیا ہے)

مندرجہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ جو مفہوم حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ نے ذکر فرمایا وہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اور تابعینؒ میں سے امام مجاہد، قتادہ، ضحاک، مطر وراق اور سدی رحمہم اللہ سے منقول ہے۔

(۶) تفسیر البحر المحیط میں ہے:

**ای للاذکار والاتعاظ، وقیل: للذکر للحفظ، ای سھلناہ للحفظ، وقال ابن جبیر: لم یستظھر شیء من الکتب الالھیہ غیر القرآن.**

''یعنی ہم نے قرآن نصیحت کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ذکر سے مراد حفظ ہے یعنی ہم نے اس کو حفظ کے لیے آسان کر دیا ہے۔ ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کے سوا کتب الٰہیہ میں سے کوئی کتاب حفظ نہیں کی گئی۔''

(۷) تفسیر روح المعانی:۔

**للذکر ای للتذکر والاتعاظ، وقیل: المعنی سھلنا القرآن للحفظ، فھل من طالب لحفظہ لیعان علیہ؟ ومن ھنا قال ابن جبیر: لم یستظھر شیء من الکتب الالھیہ غیر القرآن، واخرج ابن المنذر وجماعۃ عن مجاھد انہ قال یسرنا القرآن ھونا قرأتہ**o

ہم نے قرآن کو ذکر کرنے کے لیے یعنی نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے قرآن کو حفظ کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔ پس کیا کوئی اس کے حفظ کرنے کا طالب ہے کہ حفظ کرنے کے لیے اس کی اعانت کی جائے؟ اسی بناء پر سعید ابن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ کتب الٰہیہ میں قرآن کے علاوہ کوئی کتاب حفظ نہیں کی گئی۔ ابن منذر اور ایک جماعت نے حضرت مجاہدؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا ''ہم نے قرآن کو سہل کر رکھا ہے''۔ یعنی ہم نے اس کی قرأت کو آسان کر رکھا ہے۔

(۸) تفسیر مظہری میں ہے:

**ای للاذکار والاتعاظ، بان ذکرنا فیہ الانواع المواعظ والعبر والوعید احوال الامم السابقۃ، والمعنی یسرنا القرآن للحفظ بالاختصار وعذوبہ اللفظ**o

''یعنی ہم نے قرآن کو آسان کر دیا ہے نصیحت حاصل کرنے کے لیے بایں طور کہ ہم نے اس میں انواع واقسام کی نصیحتیں، عبرتیں، وعیدیں اور گذشتہ امتوں کے حالات ذکر کر دیے ہیں۔ یا یہ معنی کہ ہم نے قرآن کو اختصار اور الفاظ کی شیرینی کے ذریعہ حفظ کرنے کے لیے آسان کر دیا ہے۔''

(۹) تفسیر بغوی میں ہے:

**(ولقد یسرنا) سهلنا (القرآن لذکر) لیتذکر ویعتبر به، وقال سعید ابن جبیر: یسرناه للحفظ والقراة، ولیس شیء من کتب الله یقراء کله ظاهراً الا القرآن**o

''اور ہم نے قرآن کو سہل کر رکھا ہے ذکر کے لیے، تاکہ اس کے ذریعہ نصیحت وعبرت حاصل کیا جائے۔ سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کو حفظ وقرأت کے لیے آسان کر رکھا ہے اور کتب الٰہیہ میں قرآن کریم کے علاوہ اور کوئی ایسی کتاب نہیں جس کو حفظ کیا جاتا ہو۔''

(۱۰) تفسیر کبیر میں ہے:

**ثم قال تعالیٰ: (ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر) وفیه وجوه: الاول: للحفظ، فیکمن حفظه ویسهل، ولم یکن شیء من کتب الله تعالیٰ یحفظه علی ظهر القلب غیر القرآن، وقوله تعالیٰ: (فهل من مدکر) ای هل من یحفظه ویتلوه**o

پھر فرمایا ''اور ہم نے قرآن کو آسان کر رکھا ہے پس کیا ہے کوئی یاد کرنے والا؟ اس میں کئی وجوہ ہیں۔ اول یہ کہ ذکر کے لیے، سے مراد ہے ''حفظ کرنے کے لیے'' پس اس کا حفظ کرنا ممکن اور سہل ہے اور کتب الٰہیہ میں قرآن کے سوا کوئی کتاب ایسی نہیں جو زبانی حفظ کی جاتی ہو۔ اور ارشاد خداوندی ''فهل من مدکر'' کا مطلب یہ ہے کہ ہے کوئی جو اس کو حفظ کرے اور اس کی تلاوت کرے؟

مندرجہ بالا حوالوں سے واضح ہوا ہوگا کہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے ذکر کردہ مفہوم کو نہ صرف یہ کہ اکابر مفسرین نے ذکر کیا ہے بلکہ بہت سے اکابر نے تو یہی مفہوم بیان فرمایا ہے اور اس مفہوم کے بیان کرنے والوں میں نام آتے ہیں۔ حضرت ترجمان القرآن عبداللہ بن عباس، حضرت سعید بن جبیر، حضرت مجاہد، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم اور مطر وراق جیسے اکابر صحابہ وتابعین

کے۔لیکن تابش مہدی صاحب کے نزدیک یہ مفہوم بیان کرنا قرآن کریم کی تحریف ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس وضاحت کے بعد تابش مہدی سے دریافت کیا جائے کہ کیا ان کو اپنی غلطی کا اعتراف کرنے اور ایک جلیل القدر محدث اور عارف ربانی پر تحریف کا الزام واپس لینے کی توفیق ہوگی؟ اور کیا ان کے خیال میں مندرجہ بالا اکابر مفسرین سب کے سب قرآن کی تحریف کرنے والے تھے؟

''نعوذ باللہ من الجھل والغباۃ''

## (۲) اپنے والد کو حضرات صحابہؓ پر فوقیت دینے کی تہمت

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بچپن کی یادداشت کے جو واقعات لکھے ہیں ان کے تحت یہ فائدہ درج فرمایا ہے:

''بچپن کا زمانہ حافظہ کی قوت کا زمانہ ہوتا ہے۔اس وقت کا یاد کیا ہوا کبھی بھی نہیں بھولتا ایسے وقت میں اگر قرآن پاک حفظ کرادیا جائے تو نہ کوئی دقت ہو، نہ وقت خرچ ہو۔''

اور پھر اس فائدہ کی وضاحت کے لیے اپنے والد ماجد کا قصہ ذکر فرمایا ہے اس کے آخر میں لکھتے ہیں:

''یہ پرانے زمانے کا قصہ نہیں ہے، اسی صدی کا واقعہ ہے، لہٰذا یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ صحابہؓ جیسے قوی اور ہمتیں اب کہاں سے لائی جائیں؟''

اس سے واضح ہوجاتا ہے کہ فائدہ میں جو بچپن کے اندر قرآن کریم حفظ کرانے کی ترغیب دی گئی تھی کہ اس کی تائید کے لیے والد ماجدؒ کا واقعہ ذکر فرمایا ہے۔

''حکایات صحابہ'' جب سے تالیف ہوئی ہے۔اس کو بلامبالغہ کروڑوں انسانوں نے پڑھا سنا ہوگا لیکن اس واقعہ کے سیاق وسباق سے یہ خبیث مضمون کبھی کسی کے ذہن میں نہیں آیا جو تابش مہدی نے اخذ کیا ہے جو مضمون نہ مصنف کے ذہن میں ہو، نہ اس کی سیاق وسباق سے اخذ کیا جاسکتا ہو اور نہ اس کے لاکھوں قاریوں کے حاشیہ خیال میں بھی گزرا ہو اس کے مصنف کی طرف منسوب کرنا آپ ہی فیصلہ کرسکتے ہیں کہ دیانت وامانت کی کون سی قسم ہے؟

اور حضرت شیخ کے والد ماجدؒ کے واقعہ کا سیدنا عیسیٰؑ سے مقابلہ کرنا بھی حماقت وغباوت کی

حد ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا واقعہ ولادت کے ابتدائی ایام کا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ پیدائش کے بعد حضرت مریمؑ بچے کو اٹھائے ہوئے قوم کے سامنے آئیں لوگوں نے دیکھتے ہی چہ مگوئیاں شروع کیں اور حضرت مریمؑ کے بارے میں ناشائستہ الفاظ کہے ان کے جواب میں حضرت مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

**انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا، وجعلنی مبارکا این ما کنت و اوصانی بالصلاۃ والزکاۃ ما دمت حیا، وبراً بوالدتی ولم یجعلنی جبارا شقیا، والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیاo** (مریم: ۳۳)

''وہ بچہ (خود ہی) بول اٹھا کہ میں اللہ کا (خاص) بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب (یعنی انجیل) دی اور اس نے مجھ کو نبی بنایا (یعنی بنادے گا) اور مجھ کو برکت والا بنایا میں جہاں کہیں بھی ہوں اور اس نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں اور مجھ کو میری والدہ کا خدمت گزار بنایا اور اس نے مجھ کو سرکش بدبخت نہیں بنایا اور مجھ پر (اللہ کی جانب سے) سلام ہے جس روز میں پیدا ہوا اور جس روز مروں گا اور جس روز قیامت میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔'' (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

کہاں طفل یک روزہ کا ایسی فصیح و بلیغ تقریر کرنا اور کہاں دو سال کے بچے کا قرآن کریم کی سورتیں یاد کر لینا؟ کیا ان دونوں کے درمیان کوئی مناسبت ہے؟

تابش مہدی جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں لیکن اہل عقل جانتے ہیں کہ ڈیڑھ سال کا بچہ عموماً بولنے لگتا ہے اب اگر چھ مہینے کی طویل مدت میں حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کے والد ماجد نے پاؤ پارہ یاد کر لیا تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے اور اس کا موازنہ حضرت عیسیٰؑ کے معجزہ تکلم فی المہد سے کرنا تابش مہدی جیسے غیر معمولی ذہین لوگوں کا ہی کام ہو سکتا ہے۔ ورنہ کون عقلمند ہوگا جو دو ڈھائی سالہ بچے کے چند چھوٹی سورتیں یاد کر لینے کو ایک خارق عادت اور واقعہ اور معجزہ عیسوی سے بالاتر اعجوبہ سمجھنے لگے؟

## (۳) حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا واقعہ

تیسرے سوال کے تحت تابش مہدی نے جو لکھا ہے اس کا تجزیہ کیا جائے تو دو بحثیں نکلتی

ہیں، اول یہ کہ ابن زبیر اور مالک بن سنانؓ کے جو واقعات حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے ذکر فرمائے ہیں وہ مستند ہیں یا نہیں؟ دوسری بحث یہ کہ حضور ﷺ کے فضلات کا کیا حکم ہے، وہ پاک ہیں یا نہیں؟

جہاں تک پہلی بحث کا تعلق ہے اس سلسلہ میں یہ گزارش ہے کہ یہ دونوں واقعے مستند ہیں اور حدیث کی کتابوں میں سند کے ساتھ روایت کئے گئے ہیں۔

چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا واقعہ متعدد سندوں کے ساتھ متعدد صحابہ کرامؓ سے مروی ہے حوالہ کے لیے درج ذیل کتابوں کی مراجعت کی جائے۔

(۱) مستدرک حاکم (۳۔۵۵۴) حلیۃ الاولیاء (۱۔۳۳۰) سنن کبری بیہقی (۷۔۶۷) کنزالعمال بروایت ابن عساکر (۱۳۔۴۶۹) مجمع الزوائد بروایت طبرانی وبزار (۸۔۲۷۰) الاصابہ بروایت ابویعلیٰ والبیہقی فی الدلائل (۲۔۳۱۰) سیر اعلام النبلاء للذہبی (۳۔۳۶۶) الخصائص الکبریٰ (۲۔۲۵۲)

اب اس واقعہ کے ثبوت کے بارے میں چند اکابر محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں۔

امام بیہقی سنن کبری (۷۔۶۷) میں اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قال الشیخ رحمہ اللہ: وروی ذلک من وجہ آخر عن اسماء بنت ابی بکر وعن سلمان فی شرب ابن الزبیر رضی اللہ عنہم دمہ"o

''حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے آنحضرت ﷺ کے خون پی جانے کا واقعہ حضرت اسماء بنت ابی بکر اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہم سے بھی متعدد اسانید سے مروی ہے۔

حافظ نورالدین ہیثمیؒ مجمع الزوائد (۸۔۲۷۰) میں اس واقعہ کو خصائص نبوی ﷺ کے باب میں درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی والبزار ورجال البزار رجال الصحیح غیر ھنید بن القاسم وھو ثقہo

''یہ طبرانی اور بزار کی روایت ہے اور بزار کے تمام راوی صحیح کے راوی ہیں۔ سوائے ھنید

بن القاسم کے اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبی نے تلخیص مستدرک (۳۔۵۵۴) میں اس پر سکوت کیا اور سیر اعلام النبلاء (۳۔۳۶۶) میں لکھتے ہیں:

"رواه ابويعلى فى مسنده وما علمت فى هنيد جرحة"

ترجمہ:۔ یہ حدیث ابویعلی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے اور ھنید راوی کے بارے میں کسی جرح کا علم نہیں۔

کنز العمال (۱۳۔۴۲۹) میں اس کو ابن عساکر کے حوالے سے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: رجالہ ثقات (اس کے تمام راوی ثقہ ہیں)

## مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا واقعہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے والد ماجد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے "قراۃ العیون" کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ الاصابہ (۳۔۳۴۶) میں یہ واقعہ ابن ابی عاصم، بغوی، صحیح ابن السکن اور سنن سعید بن منصور کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

## تاریخ خمیس اور قراۃ العیون

تو تابش مہدی ایسے اہل علم کے نزدیک غیر مستند اور گمراہ کن کتابیں ہیں لیکن تابش مہدی سے دریافت کیجئے کہ حدیث کی مندرجہ بالا کتابیں اور یہ اکابر محدثین، جن کا میں نے حوالہ دیا ہے کیا وہ بھی نعوذ باللہ غیر مستند اور گمراہ کن ہیں اور یہ بھی دریافت کیجئے کہ تابش مہدی اپنے جہل کی وجہ سے ان مشہور و معروف مآخذ سے ناواقف تھے یا ان کا رشتہ منکرین حدیث سے استوار ہے؟ کہ نہ انہیں ان کتب حدیث پر اعتماد ہے جن میں یہ واقعات متعدد اسانید کے ساتھ تخریج کئے گئے ہیں اور نہ ان اکابر محدثین پر اعتماد ہے۔ جنہوں نے ان واقعات کی توثیق فرمائی ہے۔

## دوسری بحث فضلات نبوی ﷺ کا حکم

ایک سوال کے جواب میں یہ مسئلہ ضروری تفصیل کے ساتھ ذکر کر چکا ہوں کہ مذاہب اربعہ

کے محققین کے نزدیک آنحضرت ﷺ کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ کے فضلات پاک ہیں اور اس کے لیے امام ابوحنیفہؒ، امام نوویؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ بدرالدین عینیؒ، ملا علی قاری علامہ ابن عابدین شامیؒ، مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ اور مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے حوالے سے ذکر کر چکا ہوں یہ جواب ''بینات'' محرم الحرام ۱۴۰۹ھ میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی سہولت کے لیے اس کا اقتباس درج ذیل ہے:

میری گذشتہ تحریر کا خلاصہ یہ تھا کہ اول تو معلوم کیا جائے کہ یہ واقعہ کسی مستند کتاب میں موجود ہے یا نہیں؟ دوم یہ کہ حضور ﷺ کے فضلات کے بارے میں اہل علم و اکابر ائمہ دین کی تحقیق کیا ہے ان دو باتوں کی تحقیق کے بعد جو شبہات پیش آ سکتے ہیں ان کی توجیہ ہو سکتی ہے اب ان دونوں نکتوں کی وضاحت کرتا ہوں۔

امر اول یہ کہ واقعہ کسی مستند کتاب میں ہے یا نہیں؟ حافظ جلال الدین سیوطیؒ کی کتاب خصائص کبریٰ میں حضور ﷺ کی امتیازی خصوصیات جمع کی گئی ہیں۔ اس کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۵۲ کا فوٹو آپ کو بھیج رہا ہوں۔ جس کا عنوان ہے ''آنحضرت ﷺ کا بول و براز پاک تھا'' اس عنوان کے تحت انہوں نے احادیث نقل کی ہیں ان میں سے دو احادیث جن کو میں نے نشان زدہ کر دیا ہے، کا ترجمہ یہ ہے۔

(۱) ابو یعلی، حاکم، دار قطنی، طبرانی اور ابو نعیم نے سند کے ساتھ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے رات کے وقت مٹی کے پکے ہوئے ایک برتن میں پیشاب کیا، پس رات کو اٹھی، مجھے پیاس تھی، میں نے وہ پیالہ پی لیا، صبح ہوئی تو میں نے آپ ﷺ کو بتایا۔ پس آنحضرت ﷺ مسکرائے اور فرمایا تجھے پیٹ کی تکلیف کبھی نہ ہو گی اور ابو یعلی کی روایت میں ہے کہ آج کے بعد تم پیٹ کی تکلیف کی شکایت کبھی نہ کرو گی۔''

(۲) طبرانی اور بیہقی نے بسند صحیح حکیمہ بنت امیمہ سے اور انہوں نے اپنی والدہ حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ حضور ﷺ کے یہاں لکڑی کا ایک پیالہ رہتا تھا۔ جس میں شب کو گاہ و بے گاہ پیشاب کر لیا کرتے تھے اور اسے اپنی چارپائی کے نیچے رکھ دیتے تھے۔ آپؐ ایک مرتبہ صبح کو اٹھے اس کو تلاش کیا تو وہاں نہیں ملا۔ اس کے بارے میں دریافت فرمایا

تو بتادیا گیا کہ اس کو برہ نامی حضرت ام سلمہ کی خادمہ نے نوش کرلیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس نے آگ سے بچاؤ کے لیے حصار بنالیا۔

یہ دونوں روایتیں مستند ہیں اور محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ان کی تخریج کی ہے اور اکابر امت نے ان واقعات کو بلانکیر نقل کیا ہے اور انہیں خصائص نبویؐ میں شمار کیا ہے۔

امر دوم: حضور ﷺ کے فضلات کے بارے میں اکابر امت کی تحقیق

(۱) حافظ ابن حجر عسقلانی فتح الباری باب الماء الذی یغسل بہ شعر الانسان (۱۔۲۷۲ مطبوعہ لاہور) میں لکھتے ہیں:

**وقد تکاثرت الادلة علی طهارة فضلاته، وعد الائمة ذلک من خصائصه فلا یلتفت الی ما وقع فی کتب کثیر من الشافعیه مما یخالف ذالک، فقد استقر الامر بن ائمتهم علی القول بالطهارة ٥**

"حضور ﷺ کے فضلات کے پاک ہونے کے دلائل حد کثرت کو پہنچے ہوئے ہیں اور ائمہ نے اس کو آپ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے، پس بہت سے شافعیہ کی کتابوں میں جو اس کے خلاف پایا جاتا ہے وہ لائق التفات نہیں کیوں کہ ان کے ائمہ کے درمیان طہارت قول ہی پر معاملہ آن ٹھہرا ہے۔

(۲) حافظ بدالدین عینی نے عمدۃ القاری (۲۔۳۵) مطبوعہ دارالفکر بیروت میں حضور ﷺ کے فضلات کی طہارت کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور شافعیہ میں سے جو لوگ اس کے خلاف قائل ہیں ان پر بلیغ رد کیا ہے، اور صفحہ ۷۹ جلد ۲ میں حضرت امام ابوحنیفہؒ کا حضور ﷺ کے بول اور باقی فضلات کی طہارت کا قول نقل کیا ہے۔

(۳) امام نوویؒ نے شرح مہذب (۱۔۲۳۴) میں بول اور دیگر فضلات کے بارے میں شافعیہ کے دونوں قول نقل کر کے طہارت کے قول کو موجہ قرار دیا ہے وہ لکھتے ہیں:

**حدیث شرب المرأة البول صحیح، رواه الدار قطنی، وقال: هو حدیث صحیح، وهو کاف فی الاحتجاج لکل الفضلات قیاساً الخ ٥**

(شرح مهذب ص ۲۳۴ ج ۱)

''عورت کے پیشاب پینے کا واقع صحیح ہے، امام دار قطنی نے اس کو روایت کر کے صحیح کہا ہے اور حدیث آپؐ کے فضلات کی طہارت کے استدلال کے لیے کافی ہے۔''

(۴) علامہ ابن عابدین شامیؒ لکھتے ہیں:

**صحیح بعض ائمة الشافعیه طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته وبه قال ابو حنیفه کما نقله فی المواهب اللدنیة عن شرح البخاری للعینیo**

(ردالمختار ۱:۲۱۸ مطبوعہ کراچی)

''بعض ائمہ شافعیہ نے آپ ﷺ کے بول اور باقی فضلات کی طہارت کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ بھی اسی کے قائل ہیں جیسا کہ مواہب لدنیہ میں علامہ عینیؒ کی شرح بخاری سے نقل کیا ہے۔''

(۵) ملا علی قاریؒ جمع الوسائل شرح الشمائل (۲۔۲ مطبوعہ مصر ۱۳۱۷ھ) میں اس پر طویل کلام کے بعد لکھتے ہیں:

**قال ابن حجر: وبهذا استدل جمع من ائمتنا المتقدمین وغیرهم علی طهارة فضلاته ﷺ وهو المختار وفاقاً لجمع من المتاخرین فقد تکاثرت الادلة علیه وعدة الائمة من خصائصه ﷺ.**

(جمع الوسائل شرح الشمائل ص ۲ ج ۲ مصر ۱۳۱۷ھ)

''ابن حجر کہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ متقدمین کی ایک جماعت اور دیگر حضرات نے ان احادیث سے آنحضرت ﷺ کے فضلات کی طہارت پر استدلال کیا ہے، متاخرین کی جماعت کی موافقت میں بھی مختار ہے، کیوں کہ اس پر دلائل بکثرت ہیں اور ائمہ نے اس کو آنحضرت ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔''

(۶) امام العصر مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں:

**ثم مسألة طهارة فضلات الانبیاء توجد فی کتب المذاهب الاربعةo**

(فیض الباری ۱. ۲۵۰)

''فضلات انبیاء کی طہارت کا مسئلہ مذاہب اربعہ کی کتابوں میں موجود ہے۔''

(۷) محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ لکھتے ہیں:

وقد صرح اهل المذاهب الاربعة بطهارة فضلات الانبياء الخ ٥(معارف السنن ا.٩٨)

"مذاہب اربعہ کے حضرات نے فضلات انبیاء علیہم السلام کے پاک ہونے کی تصریح کی ہے۔"

الحمدللہ! ان دونوں نکتوں کی وضاحت تو بقدر ضرورت ہو چکی ہے، یہ واقعہ مستند ہے اور مذاہب اربعہ کے ائمہ فقہاء نے ان احادیث کو تسلیم کرتے ہوئے فضلات انبیاء علیہم السلام کی طہارت کا قول کیا ہے، اس کے بعد بھی اگر اعتراض کیا جائے تو اسے ضعف ایمان ہی کہا جا سکتا ہے۔

اب ایک نکتہ محض تبرعاً لکھتا ہوں، جس سے یہ مسئلہ قریب الفہم ہو جائے گا۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے اپنی مخلوق میں عجائبات ہیں جن کا ادراک بھی ہم لوگوں کے لیے مشکل ہے۔ اس نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے بعض اجسام میں ایسی محیر العقول خصوصیات رکھی ہیں جو دوسرے اجسام میں نہیں پائی جاتیں۔

وہ ایک کیڑے کے لعاب سے ریشم پیدا کرتا ہے، شہد کی مکھی کے فضلات سے شہد جیسی نعمت ایجاد کرتا ہے، اور پہاڑی بکرے کے خون کو نافہ میں جمع کر کے مشک بنا دیتا ہے۔ اگر اس نے اپنی قدرت سے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ میں بھی ایسی خصوصیات رکھی ہوں کہ غذا ان کے ابدان طیبہ میں تحلیل ہونے کے بعد بھی نجس نہ بلکہ اس سے جو فضلات ان کے ابدان میں پیدا ہوں وہ پاک ہوں تو کچھ جائے تعجب نہیں۔ اہل جنت کے بارے میں سبھی جانتے ہیں کہ کھانے پینے کے بعد ان کو بول براز کی ضرورت نہ ہوگی، خوشبودار ڈکار سے سب کھایا پیا ہضم ہو جائے گا اور بدن کے فضلات خوشبودار پسینے میں تحلیل ہو جائیں گے۔ جو خصوصیت کہ اہل جنت کے اجسام کو وہاں حاصل ہوگی اگر حق تعالیٰ شانہٗ، حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے پاک اجسام کو وہ خاصیت دنیا ہی میں عطا کر دیں تو بجا ہے، پھر جب کہ احادیث میں اس کے دلائل بکثرت موجود ہیں، جیسا کہ اوپر حافظ ابن حجرؒ کے کلام میں گذر چکا ہے تو انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو اپنے اوپر قیاس کر کے ان کا انکار کر دینا یا ان کے تسلیم کرنے میں تامل کرنا صحیح نہیں۔

اور اس پر چند مزید حوالوں کا اضافہ کرتا ہوں۔

(۱) امام بیہقیؒ نے سنن کبری میں کتاب النکاح کے ذیل میں آنحضرت ﷺ کے خصائص ذکر کئے ہیں اسی سلسلہ میں ایک باب کا عنوان ہے۔

"باب ترکہ الا نکار علی من شرب بولہ ودمہ"

یعنی جن حضرات نے آپ کا بول ودم پیا ان پر آپ کا انکار نہ کرنا"

اور اس کے تحت تین واقعات سند کے ساتھ ذکر کئے ہیں، حضرت امیمہؓ کا واقعہ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا واقعہ اور حضرت سفینہؓ کا واقعہ ہے۔

(۲) اوپر ذکر کر چکا ہوں کہ امام حافظ نورالدین ہیثمیؒ نے بھی مجمع الزوائد میں ان واقعات کو خصائص نبویؐ میں ذکر کیا ہے۔

(۳) اور حافظ جلال الدین سیوطیؒ نے خصائص کبریٰ میں یہ واقعات درج ذیل عنوان کے تحت ذکر فرمائے ہیں:۔

"باب اختصاصه صلی الله علیه وسلم بطهارة دمه وبوله وغائطه"

ترجمہ:۔یعنی آنحضرت ﷺ اس کی خصوصیات کا بیان کیا کہ آپ کے فضلات پاک تھے۔"

(۴) فقہ شافعی کی کتاب "نھایۃ المحتاج" (۱۔۲۴۲) میں ہے:۔

وشمل كلامه نجاسة الفضلات من رسول الله ﷺ وهو ما صححاه وحمل القائل بذلك الاخبار التی یدل ظاهر ما للطهارة كعدم انكارة ﷺ شرب ام ایمن بوله علی التداوی، لكن جزم البغوی وغیره بطهارتها، وصححه القاضی وغیره، ونقله المعرانی عن الخراسائین، وصححه السبكی والبارزی والزركشی، وقال ابن الرفعة: انه الذی اعتقده القی الله به، وقال البلقینی: ان به القتوی، وصححه القایانی قال: انه الحق، وقال الحافظ ابن حجر: تكاثرت لادله علی ذلك وعده الائمه فی خصائصه، فلا یلتفت الی خلافه، ان وقع فی كتب كثیر من الشافعیة، فقد استقر ألامر من أئمتهم علی القول بالطهارة، انتهی، وافتنی به الوالد رحمه الله تعالیٰ وهو المعتمدہ (نھایۃ المحتاج ص۲۴۲ ج۱)

''اور مصنف کا کلام شامل ہے، آنحضرت ﷺ کے فضلات کو، اور دونوں حضرات (یعنی رافعیؒ اور نوویؒ) نے اس قول کی تصحیح کی ہے اور جو لوگ اس کے قائل ہیں انہوں نے ان احادیث کو جو بظاہر طہارت پر دلالت کرتی ہے، جیسے آنحضرت ﷺ کا ام ایمن کے شرب بول پر نکیر نہ کرنا، ان کو علاج پر محمول کیا ہے، لیکن امام بغوی وغیرہ نے قطعیت کے ساتھ فضلات نبوی کو پاک قرار دیا ہے اور قاضی وغیرہ نے اسی کو صحیح کہا ہے اور عمرانی نے خراسانیوں سے اس کو نقل کر کے صحیح قرار دیا ہے اور ام سبکی، بارزی اور زرکشی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابن رفعہ فرماتے ہیں کہ میں یہی عقیدہ رکھتا ہوں اور اسی پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا، علامہ بلقینی فرماتے ہیں کہ اسی پر فتویٰ ہے اور قایانی نے اسی کو صحیح کہا ہے اور فرمایا ہے کہ یہی حق ہے اور حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس پر دلائل بکثرت ہیں اور ائمہ نے اس کو آنحضرت ﷺ کی خصوصیت میں شمار کیا ہے۔ پس اس کے خلاف کا قول لائق التفات نہیں۔ اگر چہ وہ بہت سے شافعیہ کی کتابوں میں درج ہوا ہے کیوں کہ ائمہ شافعہ کے نزدیک معاملہ طہارت کے قول پر آٹھہرا ہے۔ میرے والد ماجد (شیخ شہاب الدین رملی) رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر فتویٰ دیا ہے اور یہی لائق اعتماد ہے۔

(۵) اور فقہ شافعی کی کتاب ''مغنی المحتاج'' (۱۔۷۹) میں ہے:

**وهذه الفضلات من النبي صلى الله عليه وسلم طاهرة كما جزم به البغوي وغيره، وصححه القاضي وغيره، افتى نه شيخي خلافا لما في الشرح الصغير، والتحقيق من النجاسة لان بركة الحبشية شربت بوله صلى الله عليه وسلم فقال: لن تلج النار بطنك، صححه الدار قطني، وقال ابو جعفر الترمذي: دم النبي صلى الله عليه وسلم طاهر، لان اباطيبة شربه وفعل مثل ذلك ابن الزبير وهو غلام حين اعطاه النبي صلى الله عليه وسلم دم حجامته ليدفنه فشربه، فقال له النبي صلى الله عليه وسلم من خالط دمه دمي لم تمسه النار'' (مغنى المحتاج ص ٨٩ ج ١)**

''اور آنحضرت ﷺ کے یہ فضلات پاک تھے جیسا کہ امام بغوی وغیرہ نے قطعیت کے ساتھ یہ فیصلہ فرمایا ہے اور قاضی وغیرہ نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور میرے شیخ (شہاب رملی) نے اسی پر فتویٰ دیا ہے، بخلاف اس کے جو شرح صغیر اور تحقیق میں نجاست کے قول کا ذکر کیا ہے کیوں

کہ برکہ حبشیہ نے آنحضرت ﷺ کا بول نوش کیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ تیرا پیٹ آگ میں داخل نہ ہوگا۔ اس حدیث کو امام دار قطنیؒ نے صحیح کہا ہے ابوجعفر ترمذی فرماتے ہیں کہ آنحضرت کا خون پاک تھا کیوں کہ ابوطیبہ رضی اللہ عنہ نے اس کو نوش کیا اور حضرت ابن زبیرؓ نے بھی یہی کیا جب کہ وہ نوعمر لڑکے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ نے سینگیاں لگوا کر ان کو وہ خون دفن کرنے کے لیے دیا تو انہوں نے پی لیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے ان کو فرمایا کہ ''جس کے خون میں میرا خون مل گیا اس کو آتش دوزخ نہیں پہنچے گی۔''

(۶) فقہ مالکی کی کتاب منح الجلیل شرح مختصر الخلیل میں (۱۔۵۴) میں ہے:

**الا الانبياء عليهم الصلوٰة والسلام فضلتهم طاهرة ولو قبل بعثتهم لاصطفاء هم واستجاء هم كان للتنظيف والتشريع٥**

''آدمی کے فضلات ناپاک ہیں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کہ ان کے فضلات پاک ہیں خواہ ان کی بعثت سے قبل ہو بوجہ ان کے برگزیدہ ہونے کے اور ان کو استنجاء کرنا تنظیف وتشریع کے لیے تھا۔''

اکابرامت کی اس قسم کی تصریحات بے شمار ہیں، ان کے مقابلہ میں تابش مہدی جیسے لوگوں کے رائے کی کیا قیمت؟ اس کا فیصلہ ہر شخص کرسکتا ہے اور جب یہ معلوم ہو چکا کہ طہارت فضلات آنحضرت ﷺ کی ایسی خصوصیت ہے جس پر بقول حافظ الدنیا ابن حجرؒ بکثرت دلائل جمع ہیں'' اور مذاہب اربعہ کے ائمہ ومحققین اس کے قائل ہیں تو اس مسئلہ پر عمومات سے استدلال کرنا صحیح نہیں۔ بلکہ قادیانیوں کی سی جہل آمیز حرکت ہے۔ وہ لوگ بھی عمومات سے استدلال کر کے حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیت، بن باپ پیدائش اور رفع آسمانی کا انکار کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ تابش مہدی بھی بزعم خود قرآن سے استدلال کرتے ہوئے جہل مرکب کے اسی گڑھے میں گر رہے ہیں، جس میں ان سے پہلے بہت لوگ گر چکے ہیں۔

## (۴) ہزار رکعت پڑھنے کا واقعہ

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے ایک بزرگ کا قول نقل کیا ہے کہ وہ ایک ہزار رکعت کھڑے ہو کر اور ایک ہزار رکعت بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے تابش مہدی ہمیں منٹوں کا حساب لگا کر بتاتے ہیں

کہ چوبیس گھنٹے کے محدود وقت میں یہ کیونکر ممکن ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور حضرات اولیاء اللہ کی کرامات کے واقعات کو محض عقلی ڈھکوسلوں اور ریاضی کے حسابات کے ذریعہ جھٹلانا عقلمندی نہیں، بلکہ عقلیت کا ہیضہ ہے۔ مسلمان جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کو برحق مانتے ہیں اسی طرح ان کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ:

کرامات الاولیاء حق — اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں۔

جو خارق عادت امر کسی نبی برحق کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہ ''معجزہ'' کہلاتا ہے اور جو کسی ولی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہو اسے ''کرامت'' کہا جاتا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ ''الفقہ الاکبر'' میں فرماتے ہیں:

''ولآیات للانبیاء والکرامات للاولیاء حق''

ترجمہ:۔ انبیاء کرام کے معجزات اور نشانات اور اولیاء کی کرامتیں برحق ہیں۔

شیخ علی قاریؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

**ولآیات ای خوارق العادات المسماة بالمعجزات للأنبیاء والکرامات للأولیاء حق ای ثابت بالکتاب والسنة، ولا عبرة بمخالفة المعتزلة واھل البدعة فی انکار الکرامة، والفرق بینھما، ان المعجزة امر خارق للعادة کاحیاء میت واعدام جبل علی وفق التحدی وھو دعوی الرسالة ولکرامة خارق للعادة الا انھا غیر مقرونة بالتحدی وھو کرامة للولی وعلامة لصدق النبی فان کرامة التابع کرامة امتبوع ٥(شرح فقه اکبر ص ٩٥ مطبوعه مجتبانی دھلی ١٣٤٨ھ)**

''انبیاء علیہم السلام کی آیات یعنی وہ خارق عادت امور جن کو معجزات کہا جاتا ہے اور اولیاء کی کرامات برحق ہیں اور معتزلہ اور اہل بدعت جو کرامت کے منکر ہیں، ان کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں اور معجزہ و کرامت کے درمیان فرق یہ ہے کہ معجزہ اور خارق عادت امر ہے جو بطور تحدی یعنی دعوائے رسالت و نبوت کے ساتھ ہو، جیسے کسی مردہ کو زندہ کر دینا یا کسی جماعت کو ہلاک کر دینا اور کرامت خارق عادت امر کو کہتے ہیں مگر وہ تحدی ساتھ مقرون نہیں ہوتی اور (ایسا خارق عادت جو

کسی ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہو) وہ ولی کی کرامت ہے اور اس کے متبوع نبی کے سچے ہونے کی علامت ہے۔ کیوں کہ جو چیز تابع کے لیے شرف و کرامت ہو وہ اس کے متبوع کے لیے بھی شرف و کرامت ہے۔''

امام طحاویؒ اپنے عقیدہ میں (جو تمام اہلسنت کے یہاں مسلم ہے) لکھتے ہیں:

**ونومن بما جآء من کرامتھم وصح عن الثقات من روایتھم"**

''اور اولیاء اللہ کی کرامت کے جو واقعات منقول ہیں اور ثقہ راویوں کی روایات سے صحیح ثابت ہیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں۔''

اس کے حاشیہ میں محمد بن نافع لکھتے ہیں:

**کرامات اولیاء حق ثانیة بالکتاب والسنة وھی متواترة لا یکنرھا الا اھل البدع کالمعتزلة ومن نحا نحوھم من المتکلمین، وقد ضلل اھل الحق من انکرھا لانہ ابا نکارہ صادم الکتاب والسنة ومن عارضھا وصادمھما برأیه الفاسد وعقله الکاسد فھو ضال مبتدع**

(العقیده الطحاویة ص ٢٤ مطبوعه دائرة المعارف الاسلامیة، آسیا آباد، بلوجستان)

''اولیاء اللہ کی کرامتیں برحق ہیں کتاب وسنت سے ثابت ہیں، اور یہ متواتر ہیں ان کے منکر صرف اہل بدعت ہیں جیسے معتزلہ قسم کے متکلمین اور اہل منکر کرامات کو گمراہ قرار دیتے ہیں، کیوں کہ وہ اپنے انکار سے کتاب وسنت سے ٹکراتا ہے اور جو شخص اپنی فاسد رائے اور کھوٹی عقل کے ذریعہ کتاب وسنت سے ٹکراؤ اور مقابلہ کرے وہ گمراہ اور مبتدع ہے۔''

عقیدہ نسفیہ میں اولیاء اللہ کی کرامات کی مثالیں ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

**وکرامات الاولیاء حق فتظھر الکرامة علی طریق نقض العادة للولی من قطع المسافة البعیدة فی المدة القلیلة وظھور الطعام والشراب واللباس عند الحاجة والمشی علی الماء والطیران فی الھواء وکلام الجماد والعجماء اندفاع المتوجه من البلاء وکفایة الھم عن الاعداء وغیر ذلک من الاشیاء**O (شرح عقائد نسفی ص ۱۴۴ ومابعد)

''اور اولیاء اللہ کی کرامات برحق ہیں، پس ولی کے لیے بطور خرق عادت کے کرامت ظاہر ہوتی ہے مثلاً قلیل مدت میں طویل مسافت طے کر لینا بوقت حاجت غیب سے کھانے، پانی اور لباس کا ظاہر ہو جانا، پانی پر چلنا، ہوا میں اڑنا، جمادات وحیوانات کا گفتگو کرنا، آنے والی مصیبت کا ٹل جانا، دشمنوں کے مقابلہ میں مہمات کی کفایت ہونا وغیرہ وغیرہ۔

معجزہ وکرامت کی ایک صورت یہ ہے کہ معمولی کھانا یا پانی بہت سے لوگوں کو کافی ہو جائے۔ احادیث میں اس کے متعدد واقعات مذکور ہیں اور اولیاء اللہ کے سوانح میں بھی یہ چیز تواتر کے ساتھ منقول ہے اور جس طرح معجزہ وکرامت کے طور پر کھانے پینے کی چیز میں خارق عادت برکت ہو جاتی ہے، اسی طرح وقت میں بھی ایسی خارق عادت برکت ہو جاتی ہے کہ عقل وقیاس کے تمام پیمانے ٹوٹ جاتے ہیں۔ ایسی خارق عادت برکت کی ایک مثال معراج شریف کا واقعہ ہے۔

چنانچہ حضور ﷺ جب معراج پر تشریف لے گئے تو طویل مسافت طے کر کے پہلے مکہ مکرمہ سے بیت المقدس پہنچے، وہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی پھر وہاں سے آسمانوں پر تشریف لے گئے اور آسمانوں سے بھی اوپر لامکاں تک پہنچے۔ جنت و دوزخ کی سیر فرمائی اب اگر ان تمام امور کو عقل وقیاس کے پیمانوں سے ناپا جائے تو ان واقعات معراج کے لیے اربوں کھربوں سال کا عرصہ دراز ہے، لیکن قدرت خداوندی سے یہ سب کچھ رات کے ایک حصہ میں ہوا، اسی طرح اگر بطور خرق عادت اللہ تعالیٰ نے کسی مقبول بندے کے اوقات میں غیر معمولی برکت فرما دی ہو اور اس نے محدود وقت میں دو ہزار رکعتیں پڑھ لیں ہوں تو محض عقلی موشگافیوں کے ذریعہ انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات کا اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی کرامات کا منکر ہے اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا ایسا شخص زمرۂ اہل سنت سے خارج ہے۔

جناب تابش مہدی صاحب بزعم خود جرح وتنقید کے اسلحہ سے مسلح ہو کر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کے خلاف نبرد آزمائی کے لیے نکلے تھے، لیکن حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ کی کرامت دیکھیے کہ وہ راہ بھول کر اہل باطل اور اہل بدعت کی صف میں جا کھڑے ہوئے ہیں۔

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی
میں کیا کہوں کہ رات مجھے کس کے گھر ملے

حضرت امام ابوحنیفہؒ اور دیگر بہت سے اکابر کے کثرت عبادت کے واقعات تواتر کے ساتھ منقول ہیں، لیکن بہت سے عقلیت گزیدہ حضرات تابش مہدی کی طرح ان کو محض اپنی عقل کے زور سے رد کرتے ہیں اور شاید یہ بیچارے اپنی ذہنی وفکر پرواز کے لحاظ سے معذور ہیں کیوں کہ:

"فکر ہر کس بقدر ہمت است"

شپرہ چشم اگر آفتاب کے وجود کا انکار کرے تو اس کو معذور سمجھنا چاہیے لیکن جن لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کا معاملہ ان کے خاص بندوں کے ساتھ وہ نہیں ہوتا جو ہم جیسوں کے ساتھ ہوا کرتا ہے، وہ ایسے واقعات کے انکار کی جرأت نہیں کرتے۔

تبلیغی جماعت کا فیضان: ایک سوال کا جواب

(س) آپ کی خدمت اقدس میں ایک پرچہ بنام "تبلیغی جماعت احادیث کی روشنی میں" جوطیبہ مسجد کے مولانا نے کسی شخص ریاض احمد کے نام سے بٹوایا ہے پیش خدمت ہے اس میں منجملہ اور باتوں کے تیسری حدیث میں تحریر کیا ہے "انہیں جہاں پاناقتل کر دینا قیامت کے دن ان کے قتل کا بڑا اجر وثواب ہے۔" (بخاری جلد۲ ص۱۰۲۴)

ایک بات عرض خدمت ہے کہ واقعی بعض حضرات اس جماعت کے لیے بہت مشتعل ہو جاتے ہیں اور بجائے کسی اعتراض اور سوال کے جواب دینے کے یا قائل کرنے کے ہاتھا پائی اور حد یہ ہے کہ گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں دوسرے یہ لوگ کافی حد تک صرف کتابیں پڑھنا اولین فرض سمجھتے ہیں مگر عملی زندگی میں اکرام مسلم وغیرہ سے تعلق نہیں، یہ سنی سنائی بات نہیں بلکہ میرا ذاتی مشاہدہ ہے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ لوگ برسہابرس لگالیں گے مگر چھ نکات سے آگے نہیں نکلتے اور صرف تبلیغی نصاب ہی پڑھتے ہیں، قرآن پاک سے استفادہ نہیں کرتے جب کہ مسلمان کے لیے قرآن کریم ہی سب کچھ ہے جس کی تشریحات احادیث نبوی سے ملتی ہیں، ان سے

جب قرآن پاک کا ذکر کرو تو وہ کہتے ہیں صحابہؓ نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن اور یہ لوگ برسہا برس لگانے کے بعد بھی ایمان سکھاتے رہتے ہیں قرآن پر کبھی نہیں آتے بلکہ کئی لوگ اس پر مشتعل ہوگئے اور لڑنے لگے۔ گو میں تبلیغی جماعت سے تقریباً ۱۰ سال سے منسلک ہوں مگر کچھ عرصے سے میرا دل اس جماعت سے ہٹ سا گیا ہے، خصوصاً اب اس پرچے کی روشنی میں بالکل دوراہے پر کھڑا ہوں۔

براہِ کرم رہنمائی فرمائیں، اب اس پر تفصیلی روشنی ڈالیں تا کہ میں فیصلہ کر سکوں کہ کون سا راستہ ٹھیک ہے اور یہ احادیث کن لوگوں کے لیے ہے؟

**(ج)** تبلیغی جماعت کے بارے میں جناب ریاض احمد صاحب کا جو اشتہار آپ نے بھیجا ہے اس قسم کی چیزیں تو میری نظر سے پہلے بھی گذرتی رہی ہیں ان کا تو براہِ راست تبلیغی جماعت پر نہیں بلکہ علمائے دیوبند پر اعتراض ہے جس کو وہ ''دیوبندی فتنہ'' سے تعبیر کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ! حالانکہ حضرات علمائے دیوبند سے اللہ تعالیٰ نے دینی خدمات کا جو کام گزشتہ صدی میں لیا ہے وہ ہر آنکھوں والے کے سامنے ہے۔ جو احادیث شریفہ ریاض احمد صاحب نے نقل کی ہیں شراح حدیث کا اتفاق ہے کہ وہ ان خوارج کے متعلق ہیں، جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے زمانہ میں ان کے خلاف خروج کیا تھا اور وہ حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نعوذ باللہ برے الفاظ سے یاد کرتے تھے، علماء دیوبند کا یا تبلیغی جماعت کا ان سے رشتہ جوڑنا، اور خوارج کے بارے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں ان کو نہ صرف عام مسلمانوں پر بلکہ اکابر اولیاء اللہ (حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت اقدس مولانا مفتی محمد شفیعؒ، حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، حضرت شیخ مولانا زکریا مہاجر مدنیؒ وغیرھم) پر چسپاں کرنا نہایت ظلم ہے۔

ان اکابر کی زندگیاں علم نبوت کی نشر و اشاعت اور ذکر الٰہی کو قلوب میں راسخ کرنے میں گذریں، تمام فتنوں کے مقابلہ میں یہ حضرات سینہ سپر رہے اور دین میں کسی ادنیٰ تحریف کو

انہوں نے کبھی برداشت نہ کیا، یہ حضرات خود اتباعِ سنت کے پتلے تھے اور اپنے متعلقین کو رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و آداب پر مر مٹنے کی تعلیم دیتے تھے۔ جن لوگوں کو ان اکابر کی خدمت میں حاضری کی کبھی توفیق عطا نہیں ہوئی وہ بیچارے جو چاہیں کہتے پھریں، لیکن جن لوگوں کو خود برسہا برس تک ان اکابر کی خفی و جلی محفلوں میں حاضری میسر آئی ہو وہ ان کے تمام احوال و کوائف کے چشم دید گواہ ہوں ان کو معلوم ہے کہ یہ حضرات کیا تھے؟ بہر حال کفار و منافقین کے بارے میں جو آیات و احادیث آئی ہیں ان کو ان اولیاء اللہ پر چسپاں کرنا ظلم عظیم ہے اور یہ ظلم ان اکابر پر نہیں، کہ وہ تو جس ذات عالی کی رضا پر مر مٹے تھے اس کی بارگاہ میں پہنچ چکے ہیں، ان کو اب کسی کی مدح و ذم کا کوئی فائدہ یا نقصان نہیں، جو لوگ ان اکابر پر طعن کرتے ہیں وہ خود اپنی عاقبت خراب کرتے ہیں اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروقِ اعظمؓ کو لوگ کیا کیا نہیں کہتے؟ مگر لوگوں کی بدگوئی کا ان اکابر کو کیا نقصان ہے؟ یہ دونوں اکابر آج تک صحبت نبویؐ کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ لیکن بدگوئی کرنے والوں کو اس سے بھی عبرت نہیں ہوتی۔ یہی سنت اکابر دیوبند میں بھی جاری ہوئی۔ یہ اکابر حق تعالیٰ شانہٗ کی رضا و رحمت کی آغوش میں جا چکے ہیں اور ان کی بدگوئی کرنے والے مفت میں اپنا ایمان برباد کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے حال پر رحم فرمائیں۔ رہا آپ کا یہ سوال کہ تبلیغی جماعت والے کسی سوال کا جواب دینے کی بجائے ہاتھا پائی یا گالی گلوچ پر اتر آتے ہیں ممکن ہے آپ کو ایسے لوگوں سے سابقہ پڑا ہو، لیکن اس ناکارہ کو قریباً چالیس برس سے اکابر تبلیغ کو دیکھنے اور ان کے پاس بیٹھنے اور ان کی باتیں سننے کا موقع ملا رہا ہے۔ میرے سامنے تو کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا۔

اور آپ کا یہ ارشاد کہ تبلیغ والے چھ نمبروں سے نہیں نکلتے اور دین کی دوسری مہمات کی طرف توجہ نہیں دیتے، یہ بھی کم از کم میرے مشاہدے کے خلاف ہے، ہزاروں مثالیں تو میرے سامنے ہیں کہ تبلیغ میں لگنے سے پہلے وہ بالکل آزاد تھے اور تبلیغ میں لگنے کے بعد انہوں نے نہ صرف خود قرآن کریم پڑھا، بلکہ اپنی اولاد کو بھی قرآن مجید حفظ کرایا اور انگریزی پڑھانے کی بجائے انہیں دینی تعلیم میں لگایا، دینی مدارس قائم کئے، مسجدیں آباد کیں، حلال و